ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان

آیئے سیرۃ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درخشندہ واقعات
کے مطالعہ سے دیکھتے ہیں کہ مزاج نبوی کیا ہے؟

معافی... درگزر اور صبر و تحمل... کے واقعات کی روشنی میں

مزاجِ نبوی ﷺ

علی صاحبہا الصلوۃ والسلام

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اور غیروں کیساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے؟ مخالفین اور جانی مالی دشمنوں کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا جاتا؟ سیرۃ طیبہ کے اس اہم شعبہ کی تعلیم کیلئے مثالی واقعات سے رہنمائی... موجودہ مادیت اور شر و فساد کے اس دور میں حقیقی سکون اسی وقت ممکن ہے جب مزاج نبوی کو پڑھا جائے سمجھا جائے اور اپنی عملی زندگی کو اس کے تابع کیا جائے... اس سلسلہ میں رہنما جدید کتاب جسے آج کے معاشرہ کو سخت ضرورت ہے

ازافادات

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی
حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ
ودیگر اکابرین

تقریظ

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
عالمی مبلغ "تحفظ مجلس ختم نبوت"

جمع و ترتیب

محمد اسحٰق ملتانی
مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

مزاجِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

تاریخ اشاعت............شوال المکرم ۱۴۳۴ھ
ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ
اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر
محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ علمیہ...............اکوڑہ خٹک.......پشاور — مکتبہ رشیدیہ.........سرکی روڈ......کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص.....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

امابعد! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ انسانیت کیلئے معیار اور اسوہ ہے۔ آپ کی زندگی ہر اعتبار سے کامل اور جامعیت کی شان رکھتی ہے۔ آپ کے ذاتی اوصاف و خصائل' انفرادی واجتماعی زندگی' خانگی و بیرونی زندگی' عبادات معاشرت' صلح وجنگ' ولایت وامارت غرضیکہ سب ہی امت کیلئے ہدایت و مشعل راہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور پھر علمائے دین' محدثین وفقہاء کا عظیم احسان ہے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے شب وروز اور اس کا ایک ایک واقعہ کتب احادیث وتاریخ میں اس طرح محفوظ ہے کہ جب چاہیں آپ کی پُر انوار ومبارک مجلس میں حاضر ہوسکتے ہیں۔ آپ کی عبادت وریاضت کا مشاہدہ کرسکتے ہیں آپ کی دعوت' ہجرت' تعلیم وتبلیغ اور جنگ وصلح کے مناظر تصور کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔

ہماری زندگی کا ہر شعبہ اپنے صحیح نشوونما اور کمال وارتقاء میں سنت نبویہ کے آب حیات کا محتاج ہے۔ سیرت طیبہ کے جس جس شعبے کے ساتھ ہماری وابستگی جتنی کامل ہوگی اسی تناسب سے ہم کمال انسانی کے اعلیٰ مدارج تک ترقی کرسکیں گے' ہم جب اپنے شب وروز اور زندگی کے اعمال کو سیرت کے مرکز حیات سے وابستہ کردیں گے تو ہماری زندگی میں محبوبیت ورضائے خداوندی کی لہریں دوڑنا شروع ہوجائیں گی۔ قبول ورضا اور انوار و برکات کا نزول ہوگا۔ ہم دعویٰ ہائے محبت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت تب

ہی آئے گی جبکہ بندے کی طرف سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا اتباع ہوگا۔

ہمارا معاشرہ کفر وشرک' جاہلی رسوم وبدعات' لادینی افکار وخیالات' جاہ پرستی' غنڈہ گردی' نسلی وصوبائی تعصّبات' بددیانتی' رشوت' جھوٹ' فریب' دھوکہ دہی' بے پردگی' عیاشی و فحاشی' یورپ کی اندھی تقلید جیسی مہلک امراض میں مبتلا ہے۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس اندھیری رات میں ضرورت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی سیرت اور آپ کے پاکیزہ اخلاق کی شمعیں روشن کی جائیں اور علمی عملی اور تعلیمی طور پر سیرت طیبہ کی خوب نشر واشاعت کی جائے۔

محبوب رب العالمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی قیامت کی صبح تک کیلئے اسوہ حسنہ ہے۔ سیرۃ طیبہ کے بے شمار شعبے ہیں جن میں ہر شعبہ اپنی مبارک تعلیمات وہدایات کے ساتھ ہمیں حسن عمل کی دعوت دے رہا ہے۔

ان شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ''مزاج نبوی'' ہے کہ ہر ایک کے ساتھ نشست و برخواست' تکلم وتخاطب' معاملات اور برتاؤ میں کیسا رویہ اپنایا گیا اور مشکلات سے گھری مکی زندگی ہو یا اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مدنی زندگی' مجمع مخالفین کا ہو یا محبین کا ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرنے میں سیرۃ طیبہ کا کیسا دلآویز مزاج امت کے سامنے آتا ہے۔

سیرۃ طیبہ کے اس اہم شعبہ کو اجاگر کرنا آج کی مادہ پرست سوسائٹی میں کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔ وہ معاشرہ جس میں بات بات پر مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائی کے گلے پڑ رہا ہو اور معمولی رنجش پر دوسرے کی عزت پر ہاتھ ڈال دینا معمولی تصور کیا جاتا ہو' لڑائی جھگڑا' شر وفساد' طعن وطنز' گالم گلوچ اور مار دھاڑ کے اس کربناک ماحول میں سیرۃ طیبہ کے جس شعبے کا علم وعمل عام کرنے کی ضرورت ہے وہ حلم وتحمل' بردباری' ایثار' صبر وقناعت اور برداشت کا ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے واقعات سے سیکھا جاسکتا ہے۔

زیر نظر جدید کتاب ''مزاج نبوی'' سیرۃ طیبہ کے ایسے ہی واقعات کا مجموعہ ہے جن

کے مطالعہ سے ہر قاری بآسانی ''مزاج نبوی'' کو محسوس کرسکتا ہے اور باہمی معاملات میں ان پر عمل دنیا وآخرت میں کامرانی کا ضامن ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی جس نشیب وفراز سے گزری آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرام وصحابیات رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز اور دلگداز واقعات کا مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ صحابیت کا شرف پانا انہی خوش نصیب حضرات کا دل گردہ تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ تکمیل نبوت کا دور ہے۔ اس لئے ان مقدس حضرات کے واقعات بھی تعلیمات نبوت ہی کا پرتو ہیں۔ اس لئے زیر نظر کتاب میں مزاج نبوی کو سمجھنے کیلئے جہاں سیرۃ طیبہ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں وہاں حصہ دوم میں حضرات خلفائے راشدین صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کے واقعات دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس جدید کاوش کو شرف قبول نصیب فرمائے۔ راقم الحروف اور جملہ قارئین کو ہمت وتوفیق عطا فرمائے کہ ہم سب اپنے احساسات' مزاج اور برتاؤ کے طور طریقوں کو اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھالیں اور ہر قدم پر سنت کی اتباع کی توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل اور اتباع سنت کی دولت سے نوازیں آمین

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

شوال المکرم ۱۴۳۴ھ بمطابق اگست 2013ء

کلمات وتاثرات

ازشاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم العالیہ
عالمی مبلغ ومناظر ختم نبوت' مرکزی راہنما مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم....... نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

امابعد! ہمارے مخدوم زادہ حضرت مولانا محمد اسحٰق ملتانی زید مجدہم کی تازہ بتازہ کتاب

''مزاج نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام'' آپ کے ہاتھوں میں ہے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وشفقت... نرمی... درگزر... صبر... بُردباری ...حِلم... معافی... اَخلاقِ کریمانہ... دشمنوں کے مظالم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل... سفرِ ہجرت وغیرہ... ایسے بیسیوں بابرکت عنوانات... قائم کرکے کتاب کے پہلے حصہ میں 239 واقعات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں حضرات خلفاءِ راشدین صحابہ کرام و صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کے وہ واقعات جو مزاج نبوی کا پرتو ہیں کو جمع کیا گیا ہے بیسیوں عنوانات کے تحت 130 واقعات اس میں بھی جمع کیے گئے ہیں۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے متعلق کسی بھی بات کا تذکرہ ایمان کا تقاضہ ہے جو مومن کے ازدیادِ ایمان کا باعث ہے... چہ جائیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو جمع کیا جائے جو آپ کے مبارک مزاج کو سمجھنے کا باعث ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزاج شناسِ نبوت تھے... انہوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیا تھا... دور حاضر میں یہ کتاب ان شاء اللہ العزیز ہر قاری کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اقدس کو سمجھنے کی صلاحیت کے دروازے پر لا کھڑا کرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ اقدس کے اِس پہلو کو واقعات کی روشنی میں اُجاگر کرنے پر ہمارے مخدوم حضرت حافظ صاحب ڈھیروں مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کتاب کیا ہے گویا دریا بکوزہ کا مصداق ہے۔

حق تعالیٰ اسے قبول فرما کر مؤلف اور ہر قاری و عامل کے لیے اس کے حق میں شفاعت نبوی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم

محتاجِ دُعا: فقیر اللہ وسایا... خادم ختم نبوت ملتان

فہرست عنوانات

۱۶۴۳۷۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ان واقعات کا انتخاب جو مزاج نبوی کو آشکارا کرتے ہیں

ہجرۃ کا دلگداز واقعہ.... اپنوں اور غیروں کی ایذاؤں پر صبر وتحمل کے سدابہار واقعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفقت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ کو اُف بھی نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا... (بخاری ومسلم)

تشریح: ہر وقت کے خادم کو دس برس کے عرصہ تک ہوں یا ہاں نہ فرمانا یہ معمولی بات نہیں، کیا اتنے عرصہ تک کوئی بات بھی خلافِ مزاجِ لطیف نہ ہوئی ہوگی!

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش خلق تھے... آپ نے مجھ کو ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا... میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤں گا (یہ بچپن کا اثر تھا) میں وہاں سے چلا تو بازار میں چند کھیلنے والے لڑکوں پر گزرا اچانک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیچھے سے (آ کر) میری گردن پکڑ لی... میں نے آپ کو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے... آپ نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ میں جا رہا ہوں... (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے مدینہ (والوں) کے غلام اپنے برتن لاتے جن میں پانی ہوتا تھا... سو جو برتن بھی پیش کرتے آپ (برکت کے لیے) اس میں اپنا دستِ مُبارک ڈال دیتے... بعض اوقات سردی کی صبح ہوتی تب بھی اپنا دست مبارک اس میں ڈال دیتے... (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو، ہاں راہِ خدا میں جہاد اس سے مستثنیٰ ہے (مراد وہ مارنا ہے جیسے غصہ کے جوش میں عادت ہے) اور آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جس میں آپ نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو... البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اس وقت آپ اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے... (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آٹھ برس کا تھا اس وقت آپ کی خدمت میں آ گیا تھا اور دس برس تک میں نے آپ کی خدمت کی... میرے ہاتھوں کوئی نقصان بھی ہو گیا تو آپ نے کبھی ملامت نہیں کی... اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے ملامت بھی کی تو آپ فرماتے جانے دو... اگر کوئی (دوسری) بات مقدر ہوتی تو وہی ہوتی...

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو (آپ ہی کی تھیں اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں... آپ نے اسکو سب دیدیں، وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم مسلمان ہو جاؤ واللہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہ جانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے... (مسلم)

درگذر کرنے کا انعام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا... کہاں ہیں وہ لوگ جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے... وہ اپنے پروردگار کے حضور میں آئیں اور اپنا انعام لے جائیں... کیونکہ ہر مسلمان جس کی یہ عادت تھی بہشت میں داخل ہونے کا حق دار ہے... (رواہ ابوالشیخ فی الثواب)

زیادتی برداشت کر جانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانو! اگر کوئی گالی کھا کر... یا مار کھا کر

چپ ہو جائے اور صبر کرے خدا اس کی عزت بڑھاتا ہے... پس اے مسلمانو! معاف کرو معاف کرو... خدا تمہاری خطا معاف کریگا... (رواہ ابن النجار)

نرمی کی خوبیاں

فقیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کو لائق ہے کہ ہر موقع پر تواضع اختیار کرے اور نرمی کا برتاؤ رکھے اور خود ذلت سے بچتا رہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ نرمی جہاں بھی آئے زینت دیتی ہے اور حماقت عیب ناک کرتی ہے...

مجاہدؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ اگر لوگ نرم خوئی کی طرف توجہ کریں.. تو اس سے اچھی کوئی چیز انہیں کائنات میں دکھائی نہ دے... اور اگر کم عقلی اور حماقت کی طرف نظر کریں تو اس سے زیادہ قبیح انہیں کچھ بھی نہ دکھائی دے... (بستان العارفین)

مسلمان کا عذر قبول کرو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور کسی خطاء پر عذر کرے اس کو چاہئے کہ اس عذر کو قبول کرے... گو کہ وہ عذر جھوٹا ہو... اگر ایسا نہ کرے گا تو قیامت کے دن حوضِ کوثر کے کنارے پر اس کو جگہ نہیں ملے گی... (رواہ ابوالشیخ)

مسلمان سے درگذر کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی مسلمان کی لغزش سے درگذر کرتا ہے خدا قیامت کے دن اس کی خطاؤں سے درگذر کرے گا... (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

بلا و مصیبت پر صبر کرنا چاہیے

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ واقعہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف اپنی جان یا اولاد یا مال کے بارے میں پیش آئے تو اس کا علاج صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے سے کرے اور یعقوب علیہ السلام

اور دوسرے انبیاء کی اقتدا کرے... حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان جس قدر گھونٹ پیتا ہے ان سب میں دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں ایک مصیبت پر صبر اور دوسرے غصہ کو پی جانا... (مصائب اور اُنکا علاج)

صلہ رحمی پر اللہ کی مدد

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں... میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں مگر وہ میری حق تلفی کرتے ہیں... میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں میں ان سے بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جھگڑتے ہیں... آپ نے فرمایا کہ... اگر واقعی ایسا ہے تو گویا تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو... اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک مددگار رہے گا...... (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ نرمی چاہتے ہیں

خدا اس امت کے لئے آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا... (المعجم الکبیر للطبرانیؒ)

خدا نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو ثواب عطا کرتا ہے وہ سختی پر کبھی عطا نہیں کرتا... (مسند احمد بن حنبلؒ) خدا ہر ایک کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے (صحیح بخاری)

اسلام میں سخت گیری نہیں ہے

خدا جس طرح اپنے قطعی احکام پر باز پُرس کرتا ہے اسی طرح وہ ان باتوں پر بھی باز پُرس کرے گا جن کی اجازت اس نے دے رکھی ہے ... خدا نے مجھ کو ابراہیم علیہ السلام کا دین دے کر دنیا میں بھیجا ہے جو ادیان میں سب سے زیادہ آسان ہے اور جس میں سخت گیری بالکل نہیں ہے... (رواہ ابن عساکر)

سخت باتوں پر مجبور نہ کرو

مسلمانو! تم دنیا میں آسان باتوں کی ہدایت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو... سخت باتوں پر مجبور کرنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے... (صحیح مسلم)

اپنے آپ پر سختی نہ کرنے کا حکم

مسلمانو! تم اپنے نفسوں پر سختی نہ کرو... اگر ایسا کرو گے تو خدا بھی تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے گا... چنانچہ جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر سختی کی تھی ان کے ساتھ خدا نے بھی سختی کا برتاؤ کیا ہے... دیکھو ایسے لوگ گرجاؤں اور خانقاہوں میں پائے جاتے ہیں... خداوند عالم فرماتا ہے کہ... ان لوگوں نے رہبانیت کو اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے... ہم نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا......

اللہ کی پسندیدہ خصلتیں

مسلمانو! تم میں دو خصلتیں ہیں جن کو خدا پسند کرتا ہے... بردباری اور دیر کرنا... (صحیح مسلم)

بردبار آدمی کا درجہ

حلیم آدمی کا درجہ نبی کے قریب قریب ہوتا ہے... (رواہ الخطیب فی تاریخہ)

اللہ کی بردباری

خدا سے زیادہ کون بردبار ہوسکتا ہے کہ لوگ اس کو اولاد والا بتاتے ہیں اور اس کے شریک ٹھہراتے ہیں پھر بھی وہ لوگوں کو تندرستی اور روزی دیتا ہے... (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری

کسی آدمی کو اتنی ایذا نہیں دی گئی جتنی ایذا مجھے دی گئی ہے... (رواہ ابونعیم فی الحلیہ)

غصہ پر صبر

جو آدمی غصے کو پی جاتا ہے اور غصہ کرنے پر قادر بھی ہوتا ہے خدا اس کے دل کو ایمان سے بھر دیتا ہے... (سنن ابی داؤد)

لوگوں کی نادانی کو معاف کرنا

مسلمانو! اگر دانائی کی بات کسی احمق آدمی سے سنو تو اس کو قبول کر لو اور اگر نادانی کی بات کسی عاقل آدمی سے سنو تو اس کو معاف کر دو... (رواہ الدیلمیؒ)

درگذر کرنے کا انعام

قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا... کہاں ہیں وہ لوگ جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے... وہ اپنے پروردگار کے حضور میں آئیں اور اپنا انعام لے جائیں... کیونکہ ہر مسلمان جس کی یہ عادت تھی بہشت میں داخل ہونے کا حق دار ہے... (رواہ ابوالشیخ فی الثواب)

عالیشان محلات والے

میں نے معراج کی شب بہشت میں بڑے بڑے عالیشان محل دیکھے میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ محل کس کے لئے ہیں؟ اس نے کہا یہ ان کے لئے ہیں جو اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کی خطاؤں سے درگذر کرتے ہیں... (رواہ الدیلمی)

آخرت میں بلند درجوں کا حصول

جو آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں اس کو چاہئے کہ وہ اس آدمی سے درگذر کرے جس نے اس پر ظلم کیا ہو اور اس کو دے جس نے اس کو نہ دیا اور اس کے ساتھ رشتہ جوڑے جس نے اس سے رشتہ توڑا ہو اور اس کے ساتھ تحمل کرے جس نے اس کو بُرا کہا ہو... (رواہ الخطیب وابن عساکر)

مسلمان سے درگذر کرنا

جو آدمی کسی مسلمان کی لغزش سے درگذر کرتا ہے خدا قیامت کے دن اس کی خطاؤں سے درگذر کرے گا... (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

ابو ضمضم جیسے ہو جاؤ

مسلمانو! کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ ابو ضمضم جیسے ہو جاؤ... جو ہر روز صبح کو بستر سے اُٹھ کر کہتا ہے...

اے خدا میں نے اپنا نفس اور اپنی عزت تجھ پر قربان کر دی ہے... پھر اگر کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اُلٹ کر گالی نہیں دیتا اور اگر کوئی اس کو مارتا ہے تو وہ مار کا بدلہ نہیں لیتا اور اگر کوئی اس کو ستاتا ہے تو وہ ستانے والے کو کچھ نہیں کہتا... (رواہ ابن السنی)

مسلمان کا عذر قبول کرو

جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور کسی خطاء پر عذر کرے اس کو چاہئے کہ اس عذر کو قبول کرے... گو کہ وہ عذر جھوٹا ہو... اگر ایسا نہ کرے گا تو قیامت کے دن حوضِ کوثر کے کنارے پر اس کو جگہ نہیں ملے گی... (رواہ ابوالشیخ)

خوش اخلاقی و نرمی

... مسلمانوں میں مکمل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو زیادہ خوش اخلاق ہو اور اپنے گھر والوں سے زیادہ نرمی اور مہربانی کا معاملہ کرتا ہو...... (ترمذی، جمع الفوائد)

نرم مزاجی

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم کیا گیا.... (معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لیے حرام ہے اور دوزخ کی آگ اس

پر حرام ہے.... سنو! سنو! میں بتاتا ہوں کہ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے ہر ایسے شخص پر جو مزاج کا تیز نہ ہو.... نرم ہو.... لوگوں سے قریب ہونے والا ہو.... نرم خو ہو.... (معارف الحدیث.... ابوداؤد)

خطا معاف کرنا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے.... وہ اپنے پروردگار کے حضور میں آئیں اور اپنا انعام لے جائیں کیونکہ ہر مسلمان جس کی یہ عادت تھی بہشت میں داخل ہونے کا حق دار ہے.... (ابوالشیخ فی الثواب عن ابن عباس)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں اس کو چاہیے کہ وہ اس آدمی سے درگزر کرے جس نے اس پر ظلم کیا ہو اور اس کو دے جس نے اس کو نہ دیا ہو اور اس کے ساتھ رشتہ جوڑے جس نے اس سے رشتہ توڑا ہو اور اس کے ساتھ تحمل کرے جس نے اس کو برا کہا ہو.... (ابن عساکر عن ابی ہریرہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے.... اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر روز ستر دفعہ.... (جامع ترمذی)

غصہ کا علاج

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہیے کہ بیٹھ جائے.... پس اگر بیٹھنے سے غصہ فرو ہو جائے تو فبہا اور اگر پھر بھی غصہ باقی رہے تو چاہیے کہ لیٹ جائے.... (مسند احمد.... جامع ترمذی.... معارف الحدیث)

سہل بن معاذ اپنے والد ماجد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پی جائے غصہ کو درآنحالیکہ اس میں اتنی طاقت اور قوت ہے کہ اپنے غصے کے تقاضے کو وہ نافذ اور پورا کر سکتا ہے (لیکن اس کے باوجود محض اللہ کے لیے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور جس پر اس کو غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہیں دیتا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے اور اس کو اختیار دیں گے کہ حورانِ جنت میں سے جس حور کو چاہے اپنے لیے منتخب کر لے....(جامع ترمذی....سنن ابی داؤد....معارف الحدیث)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمانو! اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو لازم ہے کہ وہ خاموش ہو جائے....(عن ابن عباس)

وہ آدمی طاقتور نہیں ہے جو لوگوں کو دباتا اور مغلوب کرتا ہے بلکہ وہ آدمی طاقتور ہے جو اپنے نفس کو دبا سکتا اور مغلوب کر سکتا ہو....(عن ابی ہریرہؓ....معارف الحدیث)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب غصہ آئے تو وضو کر لینا چاہیے کہ رضائے الٰہی کیلئے غصہ کے گھونٹ کو پی جانے سے بڑھ کر کوئی دوسرا گھونٹ نہیں ہے....اگر کھڑا ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو بیٹھ جائے اور بیٹھنے کی حالت میں غصہ آئے تو لیٹ جائے....غصہ کے وقت... اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ... پڑھنے سے غصہ جاتا رہتا ہے....(بخاری و مسلم)

برداشت اور اسوہ حسنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لئے آیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے... اس کے بعد حضرت عمر فاروق سے فرمایا... عمر تم کو مجھ سے اور اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا... تم مجھے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہئے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہئے... پھر زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا، ابھی تو وعدے میں تین دن باقی ہیں...

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا... کیونکہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم پر اسّی (۸۰) شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لئے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا... (جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا... (رحمۃ للعالمین، جلد دوم)

ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوج کشی کی تھی... وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں گرفتار ہو گیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مہربانی سے کلام فرمایا: افسوس ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں... ابوسفیان بولا: میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، آپ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں... (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

یہ ایک قابل ذکر امر ہے کہ معافی درگزر کی پالیسی پر جتنی جلدی عمل کیا جائے اس کے پھل اور نتائج اتنے ہی جلد برآمد ہوتے ہیں...

معافی میں تاخیر غلط ہے... بعض لوگ خطا بھول جانے کو درگزر کا نام دیتے ہیں... اول تو یہ طریقہ ہائے کار غلط ہے، دوسرے اس سے باہمی تنازعات اور معاملات حل نہیں ہوتے... دلوں میں رنجش اور آویزش برقرار رہتی ہے... چنانچہ یہ چاہیے کہ کسی کی غلطی کو فوری طور پر معاف کر دیا جائے...

عفوو درگزر

یہ ایک شاندار نفسیاتی شعور ہے جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے صلح اور اپنے حق سے دست برداری کرتا ہے... اگرچہ زیادتی کرنے والا صریح ظلم و جور ہی کیوں نہ کر رہا ہو... ہاں یہ ضروری ہے کہ زیادتی دین اور اسلام کے شعار پر نہ ہو رہی ہو... ورنہ معاف کرنا ذلت و رسوائی

ہوگا...اس حقیقت کو خوب سمجھ لیں کہ دینی معاملہ میں عفو ودرگزر کرنا اخلاق نہیں بلکہ دین پر ظلم اور کھلی بداخلاقی ہے...ارشاد باری تعالیٰ ہے...اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں ...درگزر کی عادت کیجئے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے......(الاعراف:۱۹۹)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو عزت وشرافت عطا فرماتے ہیں اور درجات کو بلند کرتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ضرور بتلایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا...جو شخص تمہارے ساتھ جہالت کا سلوک کرے اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ اور جو تم پر ظلم کرے تو تم اس سے درگزر کرو اور جو تمہیں محروم رکھے تم اسے دو، جو تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو......

حلم اور برداشت سلف صالحین کے اخلاق میں سے ہے

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ جو ان کو تکلیف دیتا خواہ مارتا یا ان کا مال چھین لیتا یا ان کی بے عزتی کرتا تو ان کو رسول اللہ کی پیروی کرتے ہوئے معاف کردیتے...کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنا بدلہ نہ لیتے البتہ اگر محرمات کی حد توڑی جاتی اور انتقام لیتے جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معافی پر نادم ہونا میرے نزدیک عقوبت پر ندامت سے زیادہ مرغوب ہے...حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انصاف نہیں کہ تم اللہ کی نافرمانی پر لوگوں کو تو برا سمجھو اور اپنے آپ کو کچھ نہ کہو...

میں (علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اپنے آپ سے ناراض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو بھوکا پیاسا رکھے اور بستر پر نہ سوئے اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا کسی دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے...ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو عبادت کے لئے بلایا، لیکن نفس نے انکار کیا تو میں نے اس کی سزا میں اسے ایک سال تک پانی نہ دیا...ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے

کچھ جرم کیا تھا...آپ نے جلاد کو کوڑے مارنے کے لئے بلوایا...اس شخص نے کہا میں اس ذات کے واسطے معافی مانگتا ہوں جس کے سامنے تو مجھ سے بڑھ کر ذلیل ہوگا...اس وقت ابن زبیر تخت پر سے اترے اور ان پر منہ رکھ کر فرمایا کہ میں نے معاف کیا...

میں (علامہ شعرانی) کہتا ہوں کہ شاید آپ نے قسم دینے والے کی تادیب (سزا دینا) کسی شرعی عذر کے لئے ترک کی...مثلاً حد کے قائم کرنے میں اس کے ترک کرنے سے بڑھ کر کسی مفسدہ کا اندیشہ ہوگا...واللہ اعلم...

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا سب سے گرامی قدر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو زیادہ قصور معاف کرتا ہو... ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن مجید اور چادر چرالی تو آپ اس کے پیچھے پیچھے گئے اور فرمانے لگے میں مالک ہوں، قرآن مجید دیدے اور چادر لے جا اور کسی قسم کا فکر نہ کر...ابو سعید مقبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پوری معافی یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ نہ لیا جائے اور اس پر رحم کیا جائے اور یہ کہ اس کے لئے بکثرت معافی کی دعا کی جائے...جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مارا گیا تو آپ نے مارنے والے کو پہلے ہی کوڑے پر معاف کر دیا...یہی کیفیت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے...جب ان کو مارا گیا تھا تو آپ فرماتے ہیں کہ آدمی کا کیا نقصان ہے...اگر اس کے بدلے کسی کو عذاب نہ ہو...(اخلاق سلف)

برداشت و درگزر کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جن بھلائی اور نیکی کے کاموں یعنی اعمال خیر کا حکم دیا ہے ان میں ایک نیک عمل برداشت اور تحمل ہے...برداشت اور تحمل کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں یا دین کی خاطر خواہ کتنی ہی مصیبتیں اور کٹھنائیاں پیش آئیں ان کو صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا جائے، اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھا جائے اور کسی بھی حالت میں مایوس نہ ہوا جائے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر گھر کے کسی ملازم یا ملازمہ سے، کسی دوست یار سے یا کسی مسلمان بھائی سے کوئی قصور ہو جائے جس کے سبب غصہ آجائے تو اس غصے کو پی لیا

جائے یعنی اس پر قابو پا کر قصوروار کو معاف کر دیا جائے... اسی طرح زبان یا ہاتھ سے برائی کرنے والے کی بدگوئی یا برائی کو بھی برداشت کر لیا جائے اگرچہ اس سے بدلہ لینے کی طاقت اور وسائل بھی ہوں، اس طرز عمل کو بھی برداشت اور تحمل کہا جائے گا یا عفو و درگزر، اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے... سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا ہے:

...وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ... (سورہ آل عمران آیت ۱۳۴)

یعنی جو لوگ غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں...

اللہ تعالیٰ کی شان حلم

اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک پاک نام بھی... الحلیم... ہے یعنی اللہ جل شانہ بہت حلم والا ہے، وہ گناہوں کو معاف کرنے میں بڑا حلیم ہے گناہوں کی سزا جلد نہیں دیتا، گنہگاروں کا رزق بند نہیں کرتا... ان کی صحت و عافیت کو تباہ نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنی اصلاح اور توبہ کی مہلت دیتا ہے... برداشت اور تحمل اور عفو و درگزر بھی حلم ہی کی شاخیں ہیں جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے ...الحلیم... ہونے پر ایمان رکھتا ہے اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ حلم، تحمل اور برداشت کو اپنی زندگی کا اصول اور اپنی عادت بنا لے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا بہترین ذریعہ ہے...

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج مبارک

ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی چلتی پھرتی تفسیر تھے آپ کے عمل اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام میں مطلق کوئی فرق نہ تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اطہر کو مسلمانوں کیلئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و تحمل اور آپ کی برداشت کی کوئی انتہا نہ تھی اس کا جو نمونہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے پیش کیا ہے اگر سارے مسلمان اس کو مشعل راہ بنائیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ باہمی نفرت اور جھگڑے فساد ہمیشہ کیلئے ختم نہ ہو جائیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے نام لیوا ... اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ... کی تصویر نہ بن جائیں...ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ معاف فرمادیتے اور درگزر کرتے تھے...(بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

اسوہ حسنہ سے مزاج نبوی کی وضاحت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ کوئی سختی اور مصیبت ایسی نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں اور منافقوں کے ہاتھوں نہ جھیلی ہو...انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی میں کمینگی کی انتہا کردی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وطن اور گھر بار چھوڑنا پڑا...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور جب فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ دے دیا اور غلبہ بھی ایسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر وہ سب خاک وخون میں لوٹائے جاسکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر سب کو معاف فرمادیا...میں تم سے وہی کہوں گا جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی الزام (ملامت) نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو......

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ ابن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار تیرے نزدیک سب سے عزیز آدمی کون ہے، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، وہ شخص جو انتقام پر قادر ہو اور معاف کردے...(بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) عبدالقیس کے سردار اشج سے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ

تعالیٰ پسند کرتا ہے ایک حلم اور دوسری آہستگی...(بحوالہ جامع ترمذی)

ایک دفعہ ایک بدو آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اس زور سے کھینچی کہ اس کا کنارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں کھب گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی...پھر اس نے گستاخانہ بڑے تند لہجے میں کہا:

...اے محمد! یہ میرے دو اونٹ ہیں ان پر لادنے کیلئے مجھے سامان دو، تیرے پاس جو مال ہے نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی نرمی سے فرمایا:...مال تو اللہ کا ہے میں اس کا بندہ ہوں مگر جو سلوک تم نے میرے ساتھ کیا ہے کیا اس پر تم سزا سے نہیں ڈرتے؟...

بدو نے کہا نہیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیوں؟

وہ بولا، مجھے پورا یقین ہے کہ تم بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے...

اس کا جواب سن کر حضور مسکرانے لگے اور اس کے اونٹوں پر کھجوریں اور جو لدوا دیئے...

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کچھ مال تقسیم کیا...ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا اور گستاخانہ کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اللہ سے ڈریں اور انصاف کریں یہ بات سخت غصہ دلانے والی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تحمل سے کام لیا اور صرف یہ فرما کر اس کو معاف کر دیا...

...اگر اللہ کا رسول انصاف نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحمت فرمائے، ان کی قوم نے اس سے بھی بڑھ کر ان کو ستایا تھا...

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ آئے لیکن پکڑے گئے...جب ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت کیے بغیر بالکل معاف فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کریمانہ اخلاق کا عمیرؓ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے...

برداشت عظیم نیکی

کسی کی برائی اور زیادتی کو برداشت کرنا اور برائی یا زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینا بڑا دل گردے کا کام ہے... ایسا کرتے ہوئے بعض اوقات اپنی ذلت کا احساس ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عفو و درگزر بہت بڑی نیکی ہے اور ایسا کرنے والے کی عزت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے... صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی کا قصور معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے...

فضیلت حلم و برداشت

حضرت عمر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو حضرت عثمان اسے منگواتے اسے کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹ کر لایا جاتا... پھر وہ اسے ناک لگا کر سونگھتے کسی نے پوچھا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں...

فرمایا میں اس لئے کرتا ہوں تا کہ میرے دل میں اس کی کچھ محبت پیدا ہو جائے اور پھر اگر اسے کچھ ہو (یعنی بیمار ہو جائے یا مر جائے) تو (اس محبت کی وجہ سے) دل کو رنج و صدمہ ہو اور پھر صبر کیا جائے اور اس کی جنت ملے (جب بچہ سے محبت نہیں ہوگی تو اس کی بیماری یا موت سے صدمہ بھی نہیں ہوگا اور صبر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی)... (اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز ۲/۱۵۷)

اللہ تعالیٰ کے حلم کا عجیب واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا: یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ! تب اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا: جاؤ! دیکھو! یہ کیا کہہ رہا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال میں سر جھکائے آہ و زاری کر رہے ہیں، جا کر جناب باری تعالیٰ میں خبر کریں گے، اللہ فرمائے گا، پھر جاؤ! فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ، اسے لے آؤ! حضرت جبرائیل علیہ السلام بحکم خدا تعالیٰ جائیں گے، اور اسے لا کر خدا کے سامنے کھڑا کریں گے، اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ ہے؟ یہ

جواب دے گا کہ خدایا! ٹھہرنے کی بھی بری جگہ، اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے...

خدا تعالیٰ فرمائے گا: اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر آؤ، تو یہ گڑگڑائے گا، عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین خدا! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ تو پھر مجھے اس میں داخل کر دے، مجھے تجھ سے رحم و کرم ہی کی امید ہے، خدایا! بس اب مجھ پر کرم فرما! جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہیں ڈالے گا، اس مالک و رحمان و رحیم خدا کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا: اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو... (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۹)

درگزر و معافی کی فضیلت

مسند احمد میں ہے کہ صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے، وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی پس وہ (رحمت سے) کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا...

صلہ رحمی کے معنی ہیں: قرابت داروں کے ساتھ بات چیت میں، کام کاج میں سلوک واحسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا.. اس بارے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں...

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم (رشتہ داری) کھڑی ہوئی اور رحمٰن سے چمٹ گئی اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا... اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں (اپنی رحمت سے) ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں...

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کشادہ روزی اور عمر دراز چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے... (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو صلہ رحمی کرے

گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائیں گے اور جو قطع رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے کاٹیں گے...(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کرتے ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں میں ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو گویا ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہا ہے (یعنی تو ان کو ذلیل و رسوا کر رہا ہے) اور جب تک تیری یہی حالت رہے گی تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا...(مسلم شریف)

فضیلت صبر و حلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیمار ہوگئے پھر آپ کی بیماری بڑھنے لگی اور آپ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے... میں نے کہا ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ اس پر ناراض ہوتے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن بندوں پر تکلیف زیادہ آتی ہے اور مؤمن بندے کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے چاہے بیماری ہو یا کانٹا ہی لگے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے درجے بلند فرما دیتے ہیں...(ابن سعد)

مسلمان اور درگزر

انسانی جسم میں ظاہری اعضاء کی طرح کچھ باطنی کیفیات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی ہیں... ان حالتوں کی ظاہری شکل البتہ کوئی نہیں لیکن یہ برتاؤ... رویوں اور سلوک کے ذریعے محسوس کی جاتی ہیں... چونکہ اس حالت کی پہچان... برتاؤ اور سلوک سے ہوتی ہے اس لئے یہ اخلاقیات کے دائرہ کار میں آتی ہے... انسان کی عادتوں اور دوسرے کے ساتھ پیش آنے اور ملنے جلنے کے طور طریقوں کو اخلاق کہتے ہیں... اگر یہ عادتیں اور طور طریقے انسانیت

اور فطرت و مذہب کے اعتبار و حوالے سے اچھے اور مفید ہوں تو انہیں اخلاق حسنہ اخلاق فاضلہ اور عمدہ اخلاق کہا جاتا ہے...اور اگر یہ عادتیں اور طور طریقے انسانیت و مغفرت و مذہب کے حوالوں سے برے اور نقصان دہ ہوں تو انہیں اخلاق سیئہ اور برے اخلاق کہا جاتا اور ان کے اختیار کرنے والے افراد کو بداخلاق اور بدمزاج لوگوں میں شمار کرتے ہیں...

انسان کے اندر چھپی ان کیفیات و حالتوں میں ایک کیفیت و حالت کو... برداشت... کا نام دیا جاتا ہے...اس کے ہم معنیٰ لفظ صبر...تحمل اور بردباری بھی ہیں...

عربی میں اس کے لئے حلم کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی بردباری اور ٹھہراؤ کے ہیں...حلم کی حامل ذات کو حلیم کہتے ہیں...یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی ہے اور حلیم اس ذات کو کہتے ہیں جو سزا دینے میں ڈھیل دیتی ہے...یہ ایک نہایت عمدہ صفت ہے اور دنیا کے امن و امان کے لئے نہایت ضروری ہے...ظلم سے بچنے کے لئے اور عدل پر قائم رہنے کے لئے اس کا استعمال نہایت کارآمد ہے...جہاں بھی غضب کی آگ بھڑک رہی ہو وہاں برداشت کا پانی ہی اس آگ کے بجھانے میں معین و مددگار ثابت ہوتا ہے...اس حقیقت کو کسی بھی طرح جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ انسان مختلف المزاج پیدا کئے گئے ہیں...ذہنی ہم آہنگی کو متضاد مزاج والوں میں قائم کرنا اور برقرار رکھنا نہایت مشکل اور انتہائی تکلیف دہ عمل ہے...خود غرض معاشرے میں اپنی ہی بات پر اصرار...اپنی ہی رائے پر زور...اپنا ہی حکم منوانے کی خواہش ہوتی ہے...اس خواہش کے نتیجے میں محبت اور ہمدردی کے جذبات کم ہوتے جاتے ہیں... نفرت کے الاؤ روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں...اختلافات کا لاوا پکنا شروع ہو جاتا ہے... دشمنی کے آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے میں زہریلی زبان کی ایک چنگاری ہی کافی ہوتی ہے...

فساد زدہ معاشروں میں کشیدگی کی فضا کے برقرار رہنے اور بڑھنے میں عدم برداشت رویے کا بہت بڑا کردار ہے...

کیوں ہمارے سانس بھی ہوتے ہیں لوگوں پر گراں
ہم بھی تو اک عمر لے کر اس جہاں میں آئے تھے

مان لیا کہ غلط بات ناقابل برداشت ہوتی ہے غور کیجئے

عَلِيۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ- يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ

کی برداشت کا کیا عالم ہے... مُدَبِّرِ کَائِنَاتُ ... مُخۡتَارِ کُلُ... رَزَّاقِ عَالَمُ... سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ... شَدِيۡدُ الۡعِقَابُ... مُنۡتَقِمُ ذات نے اپنے مجرموں... کافروں اور بدکاروں کو باوجود قدرت کے کیسی اور کتنی زبردست ڈھیل دے رکھی ہے... انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ صبر وضبط تحمل و بردباری سے بھرا ہوا ہے...گالیاں کھا کر دعائیں دینے کے فقید المثال نقشے یہیں نظر آتے ہیں...قابل غور امر یہ ہے کہ یہ کیفیت وہیں پیدا ہوتی ہے جہاں ہمدردی ... محبت اور خیر خواہی کے جذبات مدمقابل کے لئے موجود ہوں...

اللہ رب العزت کی حلیمی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صبر وضبط اور غصہ پینے کے واقعات کے پیچھے محبت...ہمدردی اور خیر خواہی کی صفت کار فرما ہیں...حلم وصبر کے ساتھ ایک اور صفت بھی کار فرما ہے جسے علم کہتے ہیں علم والے کے ساتھ حلم کی صفات بھی ضروری ہے...

قرآن مقدس میں جابجا اللہ تعالیٰ کے علم اور حلم کی صفات ایک ساتھ ذکر ہوئی ہیں...اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہوتی ہے کہ عدم برداشت جہالت کا خاتمہ ہے...انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعاء بھی اس ضمن میں قابل غور ہے...اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما کہ یہ جانتی نہیں ہے...اس کا یہ مطلب بآسانی نکالا جا سکتا ہے کہ صاحب علم کو حلیم ہونا ہی چاہئے...

مسلمان اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وارث ہے... مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے...ان حوالوں کا یہ لازمی تقاضہ ہے کہ مسلمان میں برداشت کا مادہ اپنے کمال کے ساتھ پایا جاتا ہو جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو یہ تعلیم بھی عنایت فرمائی کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی اس طرح بھی تربیت فرمائی کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ کی ایذاؤں (تکلیفوں) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں...

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کا اس انداز سے بھی تزکیہ فرمایا کہ وہ شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جسکے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں...اس تعلیم وتربیت وتزکیہ کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان

میں برداشت کی کیفیت پوری پوری پائی جاتی ہو اس کیفیت کے پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کے لئے محبت... ہمدردی... اخوت... بھائی چارے اور خیر خواہی کے جذبات کا وجود پایا جائے...

لہٰذا مسلمان اپنے کسی بھائی کی زیادتی پر چراغ پا ہونے سے پہلے یوں سوچ لیا کرے کہ اگر زیادتی کرنے والا عمر میں چھوٹا ہے تو نادانی کے سبب غفلت کا مرتکب ہے اور اگر عمر میں بڑا ہے تو بڑھاپے... بیماری اعصاب کی کمزوری کی بنیاد پر عدم برداشت کا شکار ہے اور نادانی و کمزوری دونوں قابل رحم حالتیں ہیں... اور رحم کا تقاضہ عفو و درگزر ہے... لہٰذا سختی کا جواب سختی سے نہیں نرمی سے دیا جائے... اچھے اخلاق اور نرم الفاظ خطرناک مراحل کو فتح کر لیتے ہیں... دنیا والوں کے عتاب سے... ان کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے محفوظ رہنے کا مجرب نسخہ یہ ہے کہ ان کی جہالت سے درگزر کیا جاتا رہے... خود ان کے ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کی جائے...

عدم برداشت کا شکار یا تو لاعلمی کی وجہ سے پورے حالات نہ جاننے کی بنیاد پر جذبات میں آ جاتا ہے یا اپنی طاقت کے گھمنڈ کی حالت اسے جذبات کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور کرتی ہے... ایسے شخص کی اصلاح مقابلہ نہیں ہے بلکہ اسے خاموشی اور برداشت کی کڑوی اور کسیلی دوائی پلانی ہے... خاموشی اظہار نفرت کا بہترین طریقہ بھی ہے... خاموشی غصے کا بہترین علاج بھی ہے...

ہم تو دشمن کو بھی تہذیب کی سزا دیتے ہیں
تھپڑ سے نہیں مارتے نظروں سے گرا دیتے ہیں

یہ برداشت و خاموشی اسے معذرت کا موقعہ فراہم کرے گی... اپنی زیادتی پر بالآخر وہ نادم ہوگا... اپنی کم ظرفی کا معترف ہوگا... آپ کی اعلیٰ ظرفی اور وسعت نظر کا قائل ہوگا... اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور ہوگا...

غصے کو ضبط نہ کر سکنا تکبر کی علامت ہے... غصے کے وقت درگزر کرنا افضل ترین نیکی ہے... اپنے نفس کو قابو میں رکھنا ہی سب سے بڑی فتح ہے... آپ کی یہی روش ہی مدمقابل کی شکست ہے... لہٰذا آپ کا خطاء کار سامنے ہو تو سوچو کہ اس کی خطا بڑی ہے یا آپ کا رحم... اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھرا ارشاد ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہے...

مؤمن سہل مزاج اور نرم عادت ہوتا ہے... مومن بھولا بھالا شریف الطبع ہوتا ہے... (درس قرآن)

سیرۃ طیبہ سے معافی کے واقعات

پہلا واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور اس نے ایسی ایسی باتیں کہیں ہیں... تم مجھ پر ترس کھاؤ اور اپنی جان پر بھی... اور اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالو کہ جس کو نہ میں اٹھا سکوں اور نہ تم... لہٰذا تم اپنی قوم کو وہ باتیں کہنی چھوڑ دو جو ان کو ناگوار لگتی ہیں... اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ آپ کے بارے میں آپ کے چچا کی رائے بدل گئی ہے اور وہ اب آپ کی مدد چھوڑ کر آپ کو قوم کے حوالے کرنے والے ہیں اور اب ان میں آپ کا ساتھ دینے کی ہمت نہیں رہی ہے...

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے چچا! اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں اس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں... (میں اس کام میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو غالب کر دیں یا اس کام کی کوشش میں میری جان چلی جائے...

اتنا کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ رو دیئے... اور آپ وہاں سے پشت پھیر کر چل دیئے جب ابوطالب نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام پر اتنے پختہ ہیں (کہ اس کے لئے جان تک قربان کرنے اور چاند اور سورج تک اٹھا لینے کو تیار ہیں) تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا... اے میرے بھتیجے! آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے...

ابوطالب نے کہا آپ اپنا کام کرتے رہیں اور جیسے دل چاہتا ہے کرتے رہیں اللہ کی قسم! میں کسی وجہ سے تمہارا کبھی ساتھ نہیں چھوڑوں گا...(اخرجہ البیہقی کذافی البدایہ ۳/۴۲)

دوسرا واقعہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو قریش کا ایک کمینہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور اس نے آپ پر مٹی ڈالی...آپ اپنے گھر واپس چلے گئے...آپ کی ایک بیٹی آکر آپ کے چہرے پر مٹی صاف کرنے لگی..اور رونے لگی...
آپ نے فرمایا اے میری بیٹی! مت رو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد کی حفاظت کرنے والے ہیں اور آپ فرما رہے تھے کہ ابوطالب کے انتقال تک قریش میرے ساتھ اتنی ناگواری کا معاملہ نہیں کر رہے تھے...اب یہ شروع ہو گئے ہیں...(اخرجہ البیہقی کذافی البدایہ ۳/۱۳۴)

تیسرا واقعہ

حضرت حارث بن حارث رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ میرے والد نے کہا یہ لوگ اپنے ایک بے دین آدمی پر جمع ہیں... چنانچہ ہم اپنی سواری سے اترے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کو ایک مان لینے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے تھے اور لوگ آپ کی دعوت کا انکار کر رہے تھے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہے تھے یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا اور لوگ آپکے پاس سے چلے گئے...تو ایک عورت پانی کا برتن اور رومال لئے ہوئے آئی جس کا سینہ کھلا ہوا تھا...آپ نے اس عورت سے برتن لے کر پانی پیا اور وضو کیا پھر اس عورت کی طرف سر اٹھا کر کہا اے میری بیٹی! اپنے سینے کو ڈھانپ لے اور اپنے باپ کے بارے میں کوئی خوف اور خطرہ محسوس نہ کر...ہم نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ان کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں...(اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی ۶/۲۱ رجالہ ثقات)

چوتھا واقعہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

سے پوچھا کہ آپ نے قریش کو اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچاتے ہوئے جو دیکھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک دفعہ قریش کے سردار حطیم میں جمع تھے...میں بھی وہاں موجود تھا...وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس آدمی کی طرف سے ہمیں جتنا برداشت کرنا پڑا ہے ہمیں اتنا کبھی برداشت نہیں کرنا پڑا...یہ ہمیں بے وقوف کہتا ہے اور ہمارے آباؤاجداد کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہماری جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے...ہم نے اس کی طرف سے بہت برداشت کرلیا ہے وہ لوگ اس طرح کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے تشریف لائے...آپ نے حجر اسود کا استلام کیا اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے...انہوں نے آپ کی بعض باتیں نقل کر کے آپ کو طعنہ دیا...

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا...آپ ان کے سامنے سے چلے گئے...جب آپ ان کے پاس سے دوبارہ گزرنے لگے تو انہوں نے ویسی ہی باتیں کہہ کر آپ کو پھر طعنہ دیا جس کا اثر میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا...جب آپ ان کے پاس سے تیسری مرتبہ گزرنے لگے تو انہوں نے پھر ویسی ہی باتیں کہہ کر آپ کو طعنہ دیا... آپ نے کہا اے جماعت قریش! کیا تم سن رہے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے...میں تو تم لوگوں کو ذبح کرنے کے لئے ہی آیا ہوں (یعنی جو ایمان نہ لائے گا وہ آخر قتل ہوگا) آپ کی اس بات کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ سب لوگ ایک دم سہم گئے...یہاں تک کہ اس سے پہلے جو آپ پر سختی کرنے کے بارے میں سب سے زیادہ زور لگا رہا تھا وہ بھی آپ سے عاجزی اور خوشامد سے بات کر کے آپ کو ٹھنڈا کرنے لگ گیا اور یوں کہنے لگ گیا اے ابوالقاسم! آپ بھلائی کے ساتھ واپس تشریف لے جائیں...

اللہ کی قسم! آپ تو نادان آدمی نہیں ہیں (لہٰذا ایسی سخت بات نہ کہیں برداشت سے کام لیں) آپ واپس تشریف لے گئے...اگلے دن وہ لوگ پھر حطیم میں جمع ہوئے...میں بھی ان کے ساتھ تھا...وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان کی طرف سے جو تکلیفیں پیش آ رہی ہیں ان کا تم نے ان سے تذکرہ کیا اور تم جو ان کے ساتھ معاملہ برت رہے ہو اس کا تم نے ان سے

ذکر کیا (اس کے جواب میں) جب انہوں نے تم کو ایسی بات صاف صاف کہہ دی جو تمہیں بری لگی تو تم نے ان کو چھوڑ دیا (ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا، کچھ کرنا چاہئے تھا) وہ آپس میں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لے آئے...

یہ سب ایک دم آپ کی طرف جھپٹے اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے تم ہی ہو جو یوں کہتے ہو؟ اور یوں کہتے ہو؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں جو باتیں پہنچتی رہتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کے اور ان کے دین کے عیوب گنا رہے ہیں وہ سب انہوں نے کہہ ڈالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں... میں نے یہ سب باتیں کہیں ہیں تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک آدمی نے آپ کا گریبان پکڑ لیا...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو بچانے کیلئے کھڑے ہوئے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگے:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ

ترجمہ:...... کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے......

پھر یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے... قریش کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کا سب سے زیادہ سخت واقعہ جو میں نے دیکھا ہے وہ یہ ہے... (اخرجہ احمد)

پانچواں واقعہ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں تم نے ان میں سے زیادہ سخت تکلیف کونسی دیکھی؟ انہوں نے کہا کہ مشرکین مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ ان کے معبودوں کے بارے میں جو فرماتے تھے اس کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لائے وہ سب ایک دم کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑے...

چیخ و پکار کی آواز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی... لوگوں نے ان سے کہا اپنے حضرت کو بچالو... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چل پڑے... ان کی چار زلفیں تھیں

اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے تمہارا ناس ہو... کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی... تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے... پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس واپس آئے (اور کافروں نے آپ کو اتنا مارا تھا کہ) جس زلف کو بھی پکڑتے وہ ہاتھ میں آ جاتی (یعنی سر کے بال چوٹوں کی وجہ سے جھڑنے لگ گئے تھے) اور وہ فرما رہے تھے:

... تَبَارَکتَ یَا ذَالجَلَالِ وَالاِکرَامِ...

ترجمہ:...... تو بہت برکت والا ہے اے بڑائی اور عظمت والے......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا تھا کہ آپ بے ہوش ہو گئے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہنے لگے تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کافروں نے کہا، پاگل ابوبکر ہے... (اخرجہ ابویعلی)

چھٹا واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں میں بیان کر رہے تھے... انہوں نے فرمایا اے لوگو! بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو بھی میرے مقابلہ میں آیا میں تو اس پر غالب ہوا... سب سے بہادر تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں... ہم لوگوں نے (غزوۂ بدر کے موقع پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھپر بنایا تھا... پھر ہم نے کہا کہ کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے گا تا کہ کوئی مشرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم (پر حملہ) کا ارادہ نہ کر سکے...

اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ جا سکا بس ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی ہمت کی اور وہ ننگی تلوار لئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے رہے... جو کافر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کا ارادہ کرتا یہ اس پر جھپٹتے... تو یہ ہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر... (اخرجہ البزار)

ساتواں واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے اور ابوجہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف اور دو آدمی کل سات کافر حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں لمبے لمبے سجدے کر رہے تھے... ابوجہل نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو فلاں جگہ جائے جہاں فلاں فلاں قبیلہ نے جانور ذبح کر رکھا ہے اور اس کی اوجھڑی ہمارے پاس لے آئے پھر ہم وہ اوجھڑی محمد کے اوپر ڈال دیں گے...

ان میں سے سب سے زیادہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط گیا اور اس نے وہ اوجھڑی لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر ڈال دی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے... میں وہاں کھڑا تھا مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی... میں تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تھا...

میں وہاں سے جانے لگا کہ اتنے میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر سنی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور آپ کے کندھوں سے اوجھڑی کو انہوں نے اتارا... پھر قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو برا بھلا کہنے لگ گئیں... کافروں نے ان کو کچھ جواب نہ دیا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کے مطابق سجدہ پورا کر کے سر اٹھایا... جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ یہ بددعا کی اے اللہ تو قریش کی پکڑ فرما... عتبہ، عقبہ، ابوجہل اور شیبہ کی پکڑ فرما... پھر آپ مسجد حرام سے باہر تشریف لے گئے... راستہ میں آپ کو ابوالبختری بغل میں کوڑا دبائے ہوئے ملا... اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پریشان دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا مجھے جانے دو... اس نے کہا خدا جانتا ہے میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ مجھے نہ بتا دیں کہ آپ کو کیا پیش آیا ہے؟ آپ کو ضرور کوئی بڑی تکلیف پہنچی ہے... جب آپ نے دیکھا کہ یہ تو مجھے بتائے بغیر نہیں چھوڑے گا تو آپ نے اس کو سارا واقعہ بتا دیا کہ ابوجہل کے کہنے پر آپ پر اوجھڑی ڈالی گئی... ابوالبختری نے کہا آؤ مسجد چلیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالبختری چلے اور مسجد میں داخل ہوئے... پھر ابوالبختری

ابو جہل کی طرف متوجہ ہو کر بولا...اے ابوالحکم کیا تمہارے ہی کہنے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوجھڑی ڈالی گئی ہے؟ اس نے کہا ہاں...ابوالبختری نے کوڑا اٹھا کر اس کے سر پر مارا...کافروں میں آپس میں ہاتھا پائی ہونے لگی...ابو جہل چلایا تم لوگوں کا ناس ہو...تمہاری اس ہاتھا پائی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فائدہ ہو رہا ہے...محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے اور وہ اور ان کے ساتھی بچے رہیں...(اخرجہ البزار والطبرانی)

آٹھواں واقعہ

حضرت یعقوب بن عتبہؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے آ کر ابو جہل نے آپ کا راستہ روک لیا...اور آپ کو بہت تکلیف پہنچائی...حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکاری آدمی تھے اور اس دن وہ شکار کرنے گئے ہوئے تھے...اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو جہل نے جو کچھ کیا وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دیکھ لیا تھا...

چنانچہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (شکار سے) واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا اے ابوعمارہ! جو کچھ ابو جہل نے (آج) تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیا ہے اگر تم اسے دیکھ لیتے (تو نہ جانے تم اس کے ساتھ کیا کرتے یہ سن کر) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑا غصہ آیا...چنانچہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنی گردن میں کمان لٹکائے ہوئے اسی طرح چل دیئے اور مسجد (حرام) میں داخل ہوئے وہاں انہوں نے ابو جہل کو قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے پایا...

انہوں نے بغیر کچھ کہے ابو جہل کے سر پر زور سے کمان ماری اور اس کا سر زخمی کر دیا...
قریش کے کچھ لوگ کھڑے ہو کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ابو جہل سے روکنے لگے...

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا (آج سے) میرا بھی وہی دین ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے...میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں...اللہ کی قسم! میں اپنی اس بات سے نہیں پھروں گا...اگر تم (اپنی بات میں) سچے ہو تو مجھے اس سے روک کر دیکھ لو...حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بہت قوت حاصل ہوئی...اور مسلمان

اپنے کام میں اور زیادہ پکے ہوگئے اور اب قریش ڈرنے لگے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور حفاظت کریں گے... (اخرجہ الطبرانی)

جنگ احد کا واقعہ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان فرمایا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آپ پر کوئی آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بہت زیادہ تکلیفیں اٹھانا پڑیں اور ان کی طرف سے مجھے سب سے زیادہ تکلیف عقبہ (طائف) کے دن اٹھانی پڑی...

میں نے (اہل طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا... (کہ مجھ پر ایمان لاؤ... اور میری نصرت کرو اور مجھے اپنے ہاں ٹھہرا کر دعوت کا کام آزادی سے کرنے دو) لیکن اس نے میری بات نہ مانی میں (طائف سے) بڑا غمگین اور پریشان ہو کر اپنے راستہ پر (واپس) چل پڑا... (میں یونہی غمگین اور پریشان چلتا رہا) قرن ثعالب مقام پر پہنچ کر (میرے اس غم اور پریشانی میں) کچھ کمی آئی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے...

میں نے غور سے دیکھا تو اس میں حضرت جبرائیلؑ تھے... انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ان کفار کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم دیں... اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دے کر سلام کیا... اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جو حضرت جبرائیلؑ سے سنا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے... آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ ارشاد فرمادیں تو میں (مکہ کے) دونوں پہاڑوں (ابوقبیس اور احمر) کو ان پر ملا دوں (جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان کی پشتوں میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے... (اخرجہ البخاری)

سفر ہجرت کا دلخراش واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مجھ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھتیں جب ہم دونوں غار (ثور) پر چڑھے تھے (تو عجیب منظر دیکھتیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے خون ٹپک رہا تھا... اور میرے دونوں پاؤں (سن ہو کر) پتھرا گئے تھے...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سے خون ٹپکنے کی وجہ یہ ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے (اور اس موقع پر ننگے پاؤں چلنا پڑا تھا)... (اخرجہ ابن مردویہ)

جنگ احد کا تڑپا دینے والا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جنگ احد کا ذکر فرماتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حساب میں ہے... پھر (تفصیل سے) بیان فرماتے ہیں کہ میدان جنگ سے منہ موڑنے والوں میں سے سب سے پہلے واپس لوٹنے والا میں تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے بڑے زور و شور سے جنگ کر رہا ہے... میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کرے یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہوں... اس لئے کہ جو ثواب مجھ سے چھوٹنا تھا وہ تو چھوٹ گیا... اب مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ یہ ثواب میری قوم کے کسی آدمی کو ملے (اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ میری قوم کے آدمی تھے) میرے اور مشرکین کے درمیان ایک آدمی اور تھا جسے میں پہچان نہیں رہا تھا اور میں بنسبت اس آدمی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب تھا لیکن وہ مجھ سے زیادہ تیز چل رہا تھا... تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما ہیں...

ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا اگلا دانت شہید ہو چکا ہے... اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئی ہیں... آپ نے ہم سے فرمایا اپنے ساتھی طلحہ رضی اللہ عنہ کی خبر لو جو کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی حالت میں دیکھ کر) ہم لوگ آپ کے اس فرمان کی طرف توجہ نہ کر سکے (ہم بہت پریشان ہو گئے تھے) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کڑیاں نکالنے کے لئے آگے بڑھا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا کہ (یہ سعادت لینے کے لئے) مجھے چھوڑ دو میں نے (یہ موقع) ان کے لئے چھوڑ دیا...

انہوں نے ہاتھ سے کڑیاں نکالنا پسند نہ کیا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو گی بلکہ دانتوں سے پکڑ کر ایک کڑی نکالی... کڑی کے ساتھ ان کا سامنے کا ایک دانت بھی نکل کر گر گیا... جو انہوں نے کیا اسی طرح کرنے کے لئے میں آگے بڑھا پھر مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا (یہ سعادت لینے کے لئے) مجھے چھوڑ دو... اور انہوں نے پہلی مرتبہ کی طرح دانتوں سے پکڑ کر کڑی کو نکالا... اس دفعہ کڑی کے ساتھ ان کا دوسرا دانت نکل گیا... دانتوں کے ٹوٹنے کے باوجود حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں بڑے خوبصورت نظر آتے تھے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے فارغ ہو کر ہم لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے... وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹ گئی تھی... ہم نے ان کی دیکھ بھال کی... (اخرجہ الطیالسی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی عورت کو مارا اور نہ کسی خادم کو، اور نہ کبھی کسی چیز پر اپنا ہاتھ اٹھایا الا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے، اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی گئی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف پہنچانے والے سے اس کا انتقام لیا ہو، سوائے اس

صورت کے کہ دین کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقام لیتے تھے...

عروہؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے سب سے آسان اور سہل کو اختیار فرمایا، بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو اور اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سب سے زیادہ دور رہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا... الّا یہ کہ خدا کی حرمت ہی کو پامال کر دیا جاتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور انتقام لیتے تھے...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے اوپر ظلم کا کسی سے بدلہ لیا ہو سوائے اس صورت کے کہ خدا کے فرائض کی بے حرمتی ہوتی اور جب اللہ کے فرائض کی ذرا سی بھی بے حرمتی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں سب سے زیادہ شدت سے کام لیتے اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جو سب سے آسان تھا اسی کو اختیار فرمایا...

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ خود فحش گو تھے نہ تکلف سے فحش گوئی کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو...

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ نہ فحش گو تھے اور نہ تکلف سے فحش گوئی کرتے تھے اور نہ آپ بازاروں میں چلا کر بولتے تھے، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک کہ وہ آدمی خود اپنے ہاتھ کو نہ کھینچتا اور نہ اپنا چہرہ اس کی طرف سے اس وقت تک پھیرتے جب تک کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ نہ پھیر لیتا اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا گیا کہ آپ نے کسی پاس بیٹھنے والے سے آگے اپنے گھٹنے نکالے ہوں...

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا

بیشک اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انسانوں سے بڑھ کر حلیم الطبع بنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی قوت برداشت عطا فرمائی تھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حرمت کو توڑتے دیکھتے تو محض اللہ کیلئے ضرور انتقام لیتے...(صحیین...الشفاء للقاضی عیاض)

مکہ میں مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کی انتہاء کردی تھی...کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختلال دماغ کی تہمت لگاتے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے کبھی کچھ کبھی کچھ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد (تعریف کیا گیا) کے بجائے مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے (نعوذ باللہ) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے تھے اور اپنے احباب سے صرف اس قدر فرماتے تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں کو مجھ سے کیوں پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں اور میں محمد ہوں...(مشکوٰۃ المصابیح)

یہودی کی گستاخی پر بھی درگزر

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا رہ گیا تھا اور وہ بھی دبیز اور بوسیدہ تھا...پسینہ آتا تو کپڑوں میں جذب ہو کر اس کو اور بوجھل کردیتا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی...اتفاق سے اسی زمانے میں مدینہ کے ایک یہودی نے شام سے کپڑا منگوایا...اس وقت کپڑا خریدنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دام نہیں تھے... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: لباس کیلئے ایک جوڑے کا کپڑا اس سے قرض منگوا لیجئے...حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے پاس آدمی بھیجا لیکن اس بدبخت نے کپڑا دینے کے بجائے یہ بکواس کی:

...میں سمجھ گیا اس طرح کپڑا منگوانے کا مطلب یہ ہے کہ میرا مال یونہی ہضم کر جائیں اور قیمت ادا نہ کریں......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بیہودہ جواب کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا ہی فرمایا:...وہ خوب جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ احتیاط کرنے والا اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں...(جامع ترمذی باب البیوع)

ایک مرتبہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرضہ دیا، پھر بڑی سختی سے اس کی واپسی کا تقاضا کیا...صحابہ کرامؓ نے چاہا کہ اس کے گستاخانہ رویہ پر اسے تنبیہ کریں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:...اسے چھوڑ دو اس لئے کہ حق والے کو کہنے کا حق ہے......(صحیح بخاری کتاب الوکالۃ)

ایک مرتبہ لبید بن عاصم یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا...(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس حرکت کا علم ہو گیا) لیکن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی بلکہ فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ اس واقعہ کے ذریعے لوگوں میں (اس کی) برائی پھیلاؤں (یا بروایتِ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں لوگوں میں شورش پیدا نہیں کرنا چاہتا)...

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی بردباری

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتے تھے کہ ایک بدوی آیا اور مسجد کے اندر پیشاب کرنے لگا تو صحابہؓ نے اس کو منع کیا اور کہا رک جا رک جا (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پیشاب کرنے سے روکو مت، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور کہا دیکھو: یہ مسجدیں کسی گندگی پیشاب پاخانہ (وغیرہ) کیلئے نہیں ہیں... یہ تو قرآن کی تلاوت کرنے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نماز پڑھنے کیلئے ہیں...پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اسے اس جگہ پر بہا دیا تا کہ مسجد کی زمین پاک وصاف ہو جائے...

تشریح: اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر حلیم، بردبار اور غصہ کو پی جانے والے تھے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پیشاب

کرنے والے اس بدوی کی اتنی بڑی غلطی کو بالکل نظر انداز کر دیا اور اس پر غصہ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ شفقت اور نرمی کا برتاؤ کیا اور انتہائی محبت و ہمدردی سے اس کو نصیحت فرمادی اور پھر خود ہی اس گندی جگہ کو پانی سے پاک اور صاف بھی کیا... اس ایک واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک جاہل بدوی کی غصہ دلانے والی اس غلطی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبط وتحمل سے کام لیا... پھر محبت وشفقت کا اظہار فرما کر انتہائی مؤثر طریقہ پر تعلیم اور اصلاح اخلاق فرمائی اور اس کے ساتھ ہی اس غیر معمولی تواضع کا اظہار فرمایا کہ خود ہی مسجد کی اس جگہ کو پاک فرمایا اور زبانی ہدایت اور تنبیہ کے ساتھ عملی طور پر مسجد کی عظمت وحرمت کو لوگوں کے ذہن نشین کر دیا...

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار اور سب سے زیادہ صابر اور سب سے زیادہ غصہ کو پی جانے والے تھے...

برداشت کا ایک مثالی واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ امداد کیلئے حاضر ہوا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی چیز عطا کر دی اور پھر پوچھا کیا میں نے (تمہاری حاجت پوری کر دی تمہارے اوپر احسان کیا؟ تو اس بدوی نے جواب دیا کہ نہیں احسان تو کیا آپ نے میرے ساتھ معمولی بھلائی بھی نہیں کی، راوی کہتے ہیں اس بدوی کا یہ جواب سن کر مسلمانوں کو غصہ آ گیا اور وہ اس کی طرف اٹھ کر چلے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ سے روک دیا...

عکرمہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اس اعرابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر بلا بھیجا پھر اس سے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آئے ہم سے سوال کیا تھا تو ہم نے تم کو (جو ہوسکا) دیا لیکن تم نے اس پر جو بھی کہا وہ کہا، راوی کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس کو کچھ اور مال عطا کیا اور پھر اس سے پوچھا کیا میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا؟ تب اس اعرابی نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گھر کنبہ والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی سے فرمایا: کہ دیکھو تم ہمارے پاس سوال کرنے کیلئے آئے تھے ہم نے تم کو مال دیا پھر اس پر تم نے جو باتیں کہیں وہ کہیں لیکن ان سے میرے صحابہؓ کے دلوں میں (تمہاری طرف سے برائی پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اگر تم چاہو تو ان کے سامنے بھی وہی بات کہہ دو جو ابھی میرے سامنے کہی ہے تا کہ ان کے سینوں میں تمہاری طرف سے غم وغصہ کی) جو بات ہے وہ نکل جائے اس بدوی نے کہا بہت اچھا...

(حدیث کے راوی) عکرمہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی یا (فرمایا) شام ہوئی تو وہ بدوی (سب صحابہؓ کے سامنے) آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ تمہارا یہ ساتھی ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے کچھ سوال کیا تھا ہم نے اسے کچھ دیا تھا لیکن اس نے کچھ باتیں کہی تھیں پھر ہم نے اسے گھر بلا کر کچھ اور دیا ہے جس پر اس نے کہا کہ اب وہ راضی ہوگیا ہے، پھر اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا یہی بات تھی اعرابی نے کہا جی ہاں یہی بات تھی اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گھر اور کنبہ والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے...

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور دیہاتی کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کی ایک اونٹنی بدک گئی اس کے پیچھے لوگ لگ گئے اس سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگی اونٹنی والے نے لوگوں سے کہا تم لوگ اس کا پیچھا چھوڑ دو میں اسے خود پکڑ لوں گا میں اس کے مزاج وعادت کو خوب جانتا ہوں میں نرمی کر کے اسے پکڑ لوں گا... پھر اس کا مالک خود اس کی طرف چلا اور اس کو کسی اونچی جگہ سے پکڑ لیا اور آہستہ آہستہ اس کو واپس لے آیا، وہ آگئی اور بٹھانے سے بیٹھ گئی اور مالک نے اس پر بوجھ باندھ لیا، پس اگر میں اس وقت جب اس اعرابی نے باتیں بنائی تھی آزاد چھوڑ دیتا تو تم اس کو قتل کر ڈالتے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا...

تشریح: یہ حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی آئینہ دار ہے

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ہی اخلاقی عظمتوں اور خوبیوں کے مالک تھے... انسانی سیرت واخلاق کا کوئی پہلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی وحکمت سے پوشیدہ نہ تھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے طبائع اور نفسیات سے بھی خوب اچھی طرح واقف تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی سے فوری مواخذہ نہیں فرماتے تھے، یہی معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی کے ساتھ کیا تھا اس کے غلط جواب دینے پر نہ اس کو کچھ کہا اور نہ دوسرے صحابہؓ کو اجازت دی کہ اس بدوی سے کچھ کہا جائے یہ نرمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بھی اختیار فرمائی کہ اس بدوی کے دل میں مزید نفرت نہ پیدا ہو جائے، مزید برآں اس کو اپنے گھر بلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید بخشش سے نوازا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا اور اس معاملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک مثال واضح فرما کر واقعہ کا پس منظر بخوبی سمجھا دیا تا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں بھی اس کی طرف سے کوئی برائی باقی نہ رہے...

معافی ودرگزر غضب پر غالب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کو ہدایت دینا چاہی تو زید نے کہا کہ میں نے نبوت کی تمام علامتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی پہچان لی تھیں سوائے دو علامتوں کے جن کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے نہ لگ سکا... ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب آجاتا ہے، دوسری یہ کہ جتنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جاتا اتنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم میں اضافہ ہوتا رہتا... میں نے سوچا کہ آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کی صفت کو پہچان لوں... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حجروں میں سے (کسی حجرہ میں) باہر تشریف لائے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی تھے اتنے میں ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آیا وہ بدوی معلوم ہوتا تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں قبیلے والے اسلام لے آئے ہیں میں نے ان کو بتایا کہ اگر وہ

اسلام لے آئے تو ان کو روزی بڑی کشائش اور فراوانی سے حاصل ہوگی اور اب وہ قحط سالی اور تنگی معاش میں مبتلا ہو گئے ہیں لہٰذا اب مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ کسی لالچ میں آ کر اسلام سے نہ پھر جائیں جس طرح لالچ سے اسلام میں داخل ہوئے تھے...

چنانچہ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو مدد کے طور پر ان کو کوئی چیز بھیج دیں یہ سن کر زید بن سعنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ سے اتنے اتنے میں کچھ وسق خریدتا ہوں آپ مجھ سے معاملہ کر لیں یہ کہہ کر میں نے اپنی ہمیانی (بٹوہ) کھولی اور ۸۰ دینار نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ۸۰ دینار اس آدمی کو دیدیے اور فرمایا: یہ لے کر تم ان کے پاس فوراً جاؤ اور ان کی مدد کرو... (زید بن سعنہ کہتے ہیں) پھر جب وہ قرض کی ادائیگی کا وقت قریب آ گیا اور ایک یا دو یا تین دن باقی رہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، جنت البقیع (مدینہ والوں کا قبرستان) میں ایک جنازہ میں شرکت کیلئے باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور چند صحابہؓ موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھا چکے اور دیوار کے قریب آئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے دونوں پلو پکڑ کر زور سے کھینچے حتیٰ کہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے سے نیچے گر پڑی پھر میں بڑی تندخوئی اور ترش روئی کے انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا...

اے محمد! کیا آپ مجھ کو میرا قرضہ ادا نہیں کریں گے، بخدا اے بنو عبدالمطلب میں تم کو جانتا ہوں تم بڑے ٹال مٹول کرنے والے ہو اور تمہارے ساتھ رہ کر مجھے اس بات کا پورا پورا علم ہے (زید بن سعنہ) فرماتے ہیں (یہ سن کر) حضرت عمرؓ کے مونڈھے کپکپانے لگے جیسے ایک گول کشتی (پانی میں) چکرانے لگتی ہے اور انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا: اے دشمن خدا تو ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو جس قسم کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح کی گفتگو کر رہا ہے میں سن رہا ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا اگر

مجھے اس چیز کے تلف ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا جس کے فوت ہو جانے سے میں ڈرتا ہوں تو میں تیری گردن اڑا دیتا... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کی طرف بڑے سکون اور وقار کے ساتھ دیکھتے رہے... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے اور اس شخص کو اس بات کے بجائے کسی اور طرزِ عمل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ تم مجھ سے حسن ادائیگی کے لئے کہو اور اس کو نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کا حکم دو... یہاں تک کہ یہ حدیث ابن ابی عاصمؒ سے مروی ہے اور ابوزرعہؒ نے اپنی حدیث میں یہ واقعہ اور روایت کیا ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو لے جاؤ اس کا قرضہ ادا کر دو اور تم نے جو اسے خوفزدہ کیا ہے اس کے بدلہ میں بیس صاع کھجوریں دے دینا...

عہد رسالت کا ایک اور واقعہ

ہشام بن عروہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی آدمی اونٹنی پر سوار آیا اور مسجد کے دروازے پر اونٹنی بٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کیلئے اندر داخل ہو گیا... حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب چند مہاجرین و انصار صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت نعیمانؓ بھی تھے، صحابہ نے نعیمانؓ سے کہا، ارے دیکھتے ہو اس بدوی کی اونٹنی تو بڑی فربہ ہے کاش تم اس کو ذبح کرو کیونکہ آج ہمیں گوشت کی بڑی خواہش ہے اگر تم ایسا کر لو گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹنی کا تاوان دیں گے اور ہم کو مفت میں گوشت کھانے کو مل جائے گا، نعیمانؓ نے کہا اگر میں نے ایسا کر لیا اور تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری بات بتا دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر غصہ ہوں گے... صحابہ نے کہا، نہیں ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے چنانہ نعیمانؓ کھڑے ہوئے اور اس اونٹنی کی گردن میں نیزہ مار دیا (یعنی اس کو نحر کر دیا) اور وہاں سے چلے گئے راستہ میں مقداد بن عمرو کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کی مٹی نکالی ہوئی تھی... نعیمانؓ نے ان سے کہا: اے مقداد تم مجھے اس گڑھے میں چھپا دو اور مجھ پر کوئی چیز ڈھک دو اور کسی کو میرا پتہ نہ بتانا کیونکہ میں ایک نئی حرکت کر کے آیا ہوں... چنانچہ مقداد نے ان کو چھپا دیا، پھر

جب وہ دیہاتی مسجد سے باہر نکلا تو اپنی اونٹنی کو (ذبح کیا ہوا) دیکھ کر چیخنے لگا...(اس کی چیخ و پکار سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر پوچھا یہ حرکت کس نے کی ہے لوگوں نے کہا نعیمان نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کہاں چلا گیا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت حمزہؓ اور ان کے ساتھی تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقداد کے پاس پہنچے اور ان سے کہا اے مقداد! کیا تم نے نعیمان کو دیکھا ہے؟ حضرت مقداد خاموش رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ وہ کہاں ہے؟ مقداد نے عرض کیا: ان کو علم نہیں اور ہاتھ کے اشارے سے اس کی جگہ کی طرف اشارہ کر دیا... چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو کھولا اور فرمایا اے اپنی جان کے دشمن! تو نے ایسی حرکت کیوں کی؟ انہوں نے کہا بخدا مجھے حضرت حمزہؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے ایسی ایسی بات کہی تھی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی اونٹنی کے بدلہ اس کو کچھ مال دے کر راضی کر دیا اور صحابہؓ نے فرمایا: جاؤ اونٹنی کو لے لو... چنانچہ ان سب نے اونٹنی کا گوشت کھایا...اور پھر جب بھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کی اس حرکت کو یاد کرتے تو آپ کو ہنسی آجاتی اور آپ کھلکھلا کر ہنس پڑتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں بھی نظر آنے لگتیں...

تشریح: اس حدیث پاک سے یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا عفو و درگزر فرمایا کرتے تھے کسی بات پر غصہ نہیں ہوتے تھے البتہ اگر کوئی بات دین کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے والی ہوتی تو اس پر ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم باز پرس کرتے...

عبید اللہ بن مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزاءؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مزاح کرنے والا پایا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا کوئی شخص دیکھا اور بال بچوں والے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مزاج کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے اور بہت خوش ہوا کرتے تھے اس لئے کہ آپ بچوں سے زیادہ مزاح کیا کرتے تھے...

ف...... جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود مزاح کرنا ثابت ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح کی ممانعت بھی مروی ہے جیسا کہ آپ حدیث پاک کی دوسری کتابوں میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں لہٰذا یہ امر تشریح طلب ہے کہ از روئے شرع کون سا مزاح درست اور پسندیدہ ہے اور کون سا ممنوع؟ درحقیقت مزاح کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں ایک وہ مزاح جو ایک مسلمان کو اللہ رب العزت کی یاد اور اس کے ذکر و فکر سے غافل کر دے اور قساوت قلبی کا باعث بنے جو عام طور پر بازاری قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے وہ بات بات پر ہنسی مذاق اور دل لگی میں مشغول رہتے ہیں، اس مزاح میں صداقت یا حقیقت بالکل نہیں ہوتی اس لئے اس قسم کا مزاح ایک مسلمان کی عظمت و رعب اور اس کے وقار کو کھو دیتا ہے نیز اس قسم کا مزاح دوسرے شخص یا اشخاص کی توہین و تضحیک کا موجب اور دل آزاری کا باعث ہوا کرتا ہے لہٰذا اس قسم کا مذاق شرعاً ممنوع ہے لیکن وہ مزاح اور خوش طبعی جس میں یہ چیزیں موجود نہ ہوں بلکہ اس سے محض دلجوئی و دلداری اور خوشی و انبساط مقصود ہو اور وہ صداقت پر مبنی ہو یعنی بات بالکل سچی ہو اگرچہ ہنسانے والی ہو...تو ایسا مزاح درست ہے بلکہ مستحب بھی ہے اور مسنون بھی چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے... صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں کیا حرج ہے، لیکن میں مزاح میں بھی غلط بات نہیں کہتا... (شمائل ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ

حضرت عبید بن عمیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور ہم مدینہ کے مشہور و معروف بخار اور پھر اس کے مدینہ سے مہیعہ کی طرف منتقل ہو جانے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے...اس کے بعد ہم لوگ حضرت بریرہ اور ان کے گھر کے (مشہور واقعہ) کے متعلق باتیں کرنے لگے کہ اتنے میں سامنے سے عبداللہ بن عمروؓ آ گئے ہم ان کو دیکھ کر اور بھی زیادہ اس قسم کی ہنسی مذاق کی باتیں

کرنے لگے تو انہوں نے کہا تم میرے سامنے تو یہ بے کار (بے معنی) باتیں مت کرو اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: سبحان اللہ کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: میں (بعض اوقات) خوش طبعی بھی کیا کرتا ہوں مگر جو ہنسی کی بات کہتا ہوں وہ حق اور سچی ہوتی ہے...

فائدہ......ابتداء میں مدینہ طیبہ عرب کے دوسرے تمام شہروں کی بہ نسبت بہت زیادہ مضر صحت شہر تھا اس کی آب وہوا بڑی ناخوشگوار اور سقیم تھی... یہاں لوگ کثرت سے مختلف امراض میں مبتلا رہا کرتے تھے خصوصاً جاڑا بخار جیسا موذی مرض تو یہاں بہت ہی عام تھا... چنانچہ جب صحابہ کرامؓ نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تو دوسرے بعض صحابہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ بھی اسی مدینہ کے بخار میں مبتلا ہوئے اور عام صحابہؓ مدینہ طیبہ کی رہائش سے بیزار ہونے لگے یہ صورتحال دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی: اے اللہ مدینہ کو تو ہمارے لئے مکہ سے بھی زیادہ محبوب شہر بنادے اور اس کے بخار کو تو جحفہ یعنی مہیعہ کی طرف منتقل کردے...

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمالی اور اس کے بعد سے وہی شہر مدینہ تمام شہروں میں سب سے زیادہ بہتر اور صحت کیلئے مفید ترین شہر بن گیا، یہ واقعہ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بین اور واضح معجزہ ہے جس پر تمام جغرافیہ دان حیران ہیں...

قیدیوں کو چھوڑنے کا اعلان

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قوم کے کچھ لوگوں کو کسی الزام میں گرفتار کرکے محبوس کردیا...اس پر میری قوم کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا...آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے...اس نے آتے ہی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ختم کرنے کا لحاظ کئے بغیر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر کہا: اے محمد! آپ نے میرے ہم قوم ہمسایہ لوگوں کو کیوں قید میں ڈال رکھا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اس بات کا کوئی جواب نہ دیا...پھر وہ شخص

بولا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ (دوسروں کو) شر اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور خود خلوت میں (نعوذ باللہ) وہی کام کرتے ہیں... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا، یہ شخص کیا کہتا ہے... راوی کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس آدمی کے درمیان حائل ہو گیا اور باتیں کرنے لگا مبادا کہ وہ شخص اپنی بات دہرائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن لیں اور پھر اس کی بدزبانی کی وجہ سے میری قوم کیلئے ایسی بددعا کردیں کہ جس کے بعد وہ کبھی فلاح نہ پاسکے... مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات پوری توجہ کے ساتھ سننے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ وہ کیا کہتا ہے (غالباً اس شخص نے اپنی بات کو دہرایا یا بار بار کہا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا یہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں اور کیا یہ شخص ایسی الزام تراشی کرنے والے لوگوں میں سے ہے؟ خدا کی قسم اگر میں ایسا کروں (کہ کہوں کچھ اور کروں کچھ) تو ان دوسرے لوگوں کا گناہ مجھ پر ہو اور ان کو کچھ گناہ نہ ہو... یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس شخص کو سزا دینے کے بجائے) حکم دیا کہ اس شخص کی قوم کے لوگوں کو قید سے رہا کر دیا جائے... (مسند احمد بن حنبلؒ جلد دوم)

برداشت وحلم کے چند اور واقعات

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں ان کا نکاح بھی ایک غلام سے ہوا تھا جس کا نام... مغیث... تھا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو آزاد کر دیا تو احکام شریعت کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے شوہر کے نکاح میں رہیں جو اس وقت غلام تھے اور چاہیں تو ان کے غلام ہونے کی بناء پر اب سابق نکاح فسخ کر کے تفریق کرالیں... چنانچہ انہوں نے اپنے شوہر سے علیحدگی کو اختیار کر لیا اور ان کے گھر کو چھوڑ کر چلی گئیں... اس جدائی کا ان کے شوہر کو بڑا سخت صدمہ ہوا اور ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں زار و قطار روتے پھرتے تھے لیکن حضرت بریرہؓ کا دل نہیں پسیجا اور انہوں نے ان کے رشتہ ازدواج کو باقی رکھنا گوارہ نہ کیا... بوڑھے مغیث اور بریرہ کا یہ واقعہ اور لوگوں کیلئے سامان تفریح بن گیا تھا، لوگ ایک

دوسرے کو یہ قصہ از راہِ تفریح وخوش طبعی سنایا کرتے تھے ...

حضرت عبید بن عمیرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان دونوں مضحکہ خیز واقعات کو آپس میں دہرا کر خوش طبعی کر رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ آ گئے اور انہوں نے اس قسم کی قصہ گوئی پر ٹوکا تو حضرت عائشہؓ نے ان کو حدیث سنائی اور بتایا کہ یہ تو ایک قسم کی سچی تفریح اور خوش طبعی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کی خوش طبعی کیا کرتے تھے...

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے از راہِ تعجب ان سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے (یعنی سچا مزاح وقار وعظمت اور جلالت شان کے منافی نہیں)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مذاق کے طور پر) حضرت حسن بن علیؓ کے سامنے اپنی زبان مبارک منہ سے باہر نکال دیا کرتے تھے تو وہ بچہ (حسن بن علیؓ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کی سرخی کو دیکھتا تو (کھجور یا کوئی کھانے کی چیز سمجھ کر) اس کو لینے کیلئے جھپٹنے لگتا تھا...

فائدہ......اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بڑوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے وہاں بچوں سے بھی ہنسی مذاق اور بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے اور اس میں کسی قسم کا اپنے لئے حجاب محسوس نہ فرماتے اور نہ اس کو اپنے وقار کے منافی سمجھتے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار ورعب اور جلالتِ شان عام لوگوں کی طرح خودساختہ اور نمائشی نہ تھی کہ اس قسم کی انس ومحبت آفرین خوش طبعی سے اس کو ٹھیس لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار اور رعب بھی امت کے دل میں وہبی اور خداداد تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی خوش مزاجی اور ظرافت وخوش طبعی بھی امت کے حق میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی... چنانچہ ارشاد ہے...

اللہ کی عظیم رحمت کی بناء پر تم نے ان (مسلمانوں) کیلئے نرم خوئی اختیار کر لی اگر تم درشت کلام اور درشت مزاج ہوتے تو وہ سب تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے...

درحقیقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوش طبعی اور نرم خوئی ہی وہ عمل تسخیر تھا جس نے امت کے مرد وعورت بوڑھے جوان اور بچوں تک کے دلوں کو موہ لیا تھا اور وہ سب شمع

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے بن گئے تھے...

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے ان کے پاس ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا... یہ بڑھیا کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ عورت میری ننھیالی سے تعلق رکھتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ازراہِ مزاح) فرمایا... (دیکھو) بوڑھی عورتیں ہرگز جنت میں نہ جائیں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات اس عورت پر بڑی شاق گزری (اور وہ پریشان ہوگئی) تو (تھوڑی دیر بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ارے عقلمند) بے شک اللہ تعالیٰ ان بوڑھیوں کو (قیامت کے دن) انکی خلقت بدل کر اور بڑھیا سے جوان بنا کر اٹھائے گا اور ساری بڑھیا عورتیں جوان ہو کر جنت میں جائیں گے...

فائدہ......یعنی اللہ تمام بوڑھی عورتوں کو قیامت کے دن جوان بنا کر اٹھالے گا اور جنت میں داخل کردے گا اس لئے جنت میں کوئی عورت بڑھیا نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی... بوڑھی عورتیں عام طور پر بات کو سوچے سمجھے بغیر آپے سے باہر ہو جاتی ہیں...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم فرما کر کہ یہ بوڑھی عورت حضرت عائشہؓ کے ننھیال سے تعلق رکھتی ہے ازراہِ ملاطفت وانسیت اس بڑھیا سے یہ خوش طبعی فرمائی، ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقت کو واضح کرنے کے بعد وہ بڑھیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی قدر گرویدہ ہوگئی ہوگی اور حضرت عائشہؓ کی کس قدر دلجوئی ہوئی ہوگی یہی رحمۃ للعالمین کی شفقت ورحمت کا تقاضا تھا...

حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں ہنسی مذاق اور خوش طبعی کی عادت موجود تھی ابن ابی الوردؓ اپنے والد الوردؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میرے سرخ وسفید رنگ کو دیکھ کر فرمایا: تم بالکل گلاب کا پھول ہو، جبارہ (بن مغلس) فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات ازراہِ مزاح کہی تھی...

فائدہ......ابوالوردؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپؓ اسی کنیت سے مشہور

ہیں، آپ کا رنگ سرخ وسفید تھا... لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش طبعی کے طور پر ان کو گلاب کا پھول قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ تم بالکل گلاب کا پھول ہو... چنانچہ ان کی کنیت ہی... ابوالورد... (یعنی گلاب کے پھول کا باپ) پڑ گئی...

ابن کعبؒ بن مالک اپنے والد کعب بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک اس طرح منور ہو جاتا جیسے چاند...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ مسرور تھے اور فرطِ مسرت سے آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط (لکیریں) دمک رہے تھے...

فائدہ...... ان احادیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور اور خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرور اور خوشی کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک سے ہی ہونے لگتا اور فرطِ مسرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی طرح دمکنے لگتا...

یہ ہی روشن پیشانی اور دمکتا ہوا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت طبع اور رافت وشفقت قلبی کی دلیل تھا...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح (قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کا پورا اندرونی حصہ نظر آجائے بلکہ آپ تو خوشی اور مسرت کے وقت مسکرایا کرتے تھے...

ابورجا حصین بن یزید کلبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (منہ کھول کر) ہنستے ہوئے نہیں دیکھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تو صرف تبسم فرمانے تک محدود تھا...

فائدہ...... ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ مار کر اور منہ پھاڑ کر کبھی نہیں ہنستے تھے، بلکہ عموماً ہنسی کے موقع پر صرف تبسم فرمایا کرتے تھے ایسے مواقع بہت ہی کم ہیں، جہاں ہنسی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کھل گیا ہو اسی لئے عام عادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے راوی یہی روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے کے مقام پر بھی تبسم فرمایا کرتے تھے کیونکہ کثرت سے کھلکھلا کر ہنسنا انسانی عظمت و وقار کے خلاف ہے...

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:...اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ...

ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور جب کسی پسندیدہ اور خوش آئند بات کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے.....اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ...

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس کے انعام واحسان سے ہی تمام اچھے کام سر انجام پاتے ہیں...اس حدیث پاک میں دو جامع ترین دعائیں مذکور ہیں ان کا معمول بنالینا بڑا باعث خیر و برکت ہوگا...حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا...

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کھلکھلا کر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھیں ظاہر ہونے لگیں... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (کچلی کے) دانت نظر آنے لگے...

فائدہ......ان دونوں حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت سے ضحک کا ذکر ہے یہ ان ہی معدودے چند مواقع میں سے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیساختہ کھل کھلا کر ہنسنا ثابت ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر صرف تبسم ہی فرمایا کرتے تھے...

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہندؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف عالیہ پوچھے تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے اور جب خوش ہوتے تو (حیا کی وجہ) سے نگاہیں جھکا لیتے (نظر نیچی کر لیتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر ہنسی تبسم ہوتی تھی اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک اولے کے دانوں کی طرح سفید اور چمکدار نظر آتے...

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن (کا قاضی بنا کر) بھیجا تو میرے پاس کچھ لوگ آئے جو ایک ایسی عورت کے بچہ کے بارہ میں جھگڑا کر رہے تھے جو ان سب کی مملوکہ تھی اور ان سب نے ایک ہی طہر میں اس سے ہمبستری کی تھی... ان میں سے ہر شخص مدعی تھا کہ یہ بچہ اس کا ہے (حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ چنانچہ میں نے ان

کے درمیان قرعہ ڈالا اور وہ بچہ اس شخص کو دے دیا جس کے حق میں قرعہ نکلا تھا اور اس سے حر (آزاد انسان) کی دیت (خون بہا) کے دو ثلث لے کر ان دونوں کو دے دیئے پھر جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرط مسرت سے اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارنے لگے اور پھر فرمایا: (اے علی!) تم نے ان کے درمیان حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کیا یا یہ فرمایا کہ ان کے درمیان تمہارے اس فیصلہ کرنے سے خدا بھی راضی ہے...

فائدہ......علماء حدیث نے اس حدیث کو بے حد ضعیف کہا ہے ہمارے پیش نظر اس کی صحت وضعف سے بحث کرنا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضحک وتبسم کی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہے اسی مناسبت سے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا گیا ہے...

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بھی ظاہر ہونے لگیں...

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غصہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگتے...

فائدہ......جیسے مسرت وانبساط کے آثار چہرہ مبارک پر فوراً ظاہر ہوتے تھے ایسے ہی غیظ وغضب کے آثار بھی عیاں ہوتے تھے...(بحوالہ اخلاق النبیؐ وحیاۃ الصحابہؓ)

درعفو لذتیست کہ در انتقام نیست

فتح مکہ (رمضان المبارک ۸ھ) کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو ...وں سے پاک کر کے باہر تشریف لائے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا قریش مکہ اس ...ظار میں کھڑے ہیں کہ ہمارے حق میں کیا فیصلہ ہوتا ہے اور جو ظلم وستم ہم نے آنحضرت ...ا اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور جیسی کچھ ان کو تکلیفیں دیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے...فرمایا ...ا کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا...اعیان قریش نے جواب ...اے نیک برادر! ہم تیرے بس میں ہیں...فرمایا جاؤ میں نے تم سب کو چھوڑ دیا...

اسی طرح جب ہند زوجہ ابوسفیان جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کی بے حرمتی کی تھی پیش ہوئی تو اس کی خطا معاف کر دی...

ہبار بن الاسود نے مکہ میں آستانۂ رسالت کی بہت کچھ بے ادبی اور ایذا رسانی کی تھی یہاں تک کہ جب زینب بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سواری مکہ سے مدینہ چلی تو ہبار نے چند اوباشوں کو ساتھ ملا کر ان کے ہودج پر نیزہ مارا... اس صدمہ سے زینب ہودج سے نیچے گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا لیکن عورتوں پر حملہ کرنے والا نامرد جب مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام کا خواہاں اور امان کا طالب ہوا تو اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ قتل کا فرمان صادر کر دیا تھا اس کو معاف کر دیا...

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی انتقام نہیں لیا اور معافی ہی کو ترجیح دی حالانکہ جتنا کسی پر ظلم ہو... انتقام لینے کا حکم ہے مگر معاف کرنے کا اجر چونکہ زیادہ ہے اس لئے آپ ہمیشہ عفو تقصیر ہی سے کام لیتے رہے... (ناقابل فراموش واقعات)

عہد رسالت کا ایک اور یادگار واقعہ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے دو ساتھی اس حال میں آئے کہ بھوک اور فقر و فاقہ کی وجہ سے ہمارے کانوں کی سننے کی طاقت اور آنکھوں کی دیکھنے کی طاقت بالکل ختم ہونے والی تھی ہم لوگ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر پیش کرنے لگے (کہ ہمیں اپنے ہاں لے جا کر کھلائیں پلائیں) لیکن ہمیں کسی نے قبول نہ کیا (اس لئے کہ ہم سب کا حال ایک جیسا تھا)

یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے آئے... آپ کے گھر والوں کی صرف تین بکریاں تھیں جن کا وہ دودھ نکالا کرتے... آپ ہمارے درمیان دودھ تقسیم کیا کرتے تھے اور ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اٹھا کر رکھ دیا کرتے... آپ جب تشریف لاتے تو اتنی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لے اور سونے والے کی آنکھ نہ کھلے... ایک دن مجھ سے شیطان نے کہا کہ کیا ہی اچھی بات ہو اگر تم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا) یہ گھونٹ بھر

(دودھ بھی) پی لو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس چلے جائیں گے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نہ کچھ تواضع کر ہی دیں گے... شیطان میرے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا دودھ پی لیا... جب میں پی چکا تو شیطان مجھے شرمندہ کرنے لگا اور کہنے لگا یہ تم نے کیا کیا؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے اور جب اپنے حصے کا دودھ نہ پائیں گے تو تیرے لئے بددعا کریں گے تو تو برباد ہو جائے گا... میرے دونوں ساتھی تو اپنے حصے کا دودھ پی کر سو گئے اور مجھے نیند نہ آئی... میں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی (جو اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر میں اس سے سر ڈھکتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھکتا تو سر کھل جاتا...

اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق تشریف لائے اور کچھ دیر آپ نے نماز پڑھی... پھر آپ نے اپنے پینے کے برتن پر نظر ڈالی... جب آپ کو اس میں کچھ نظر نہ آیا تو آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے... میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بددعا کریں گے اور میں برباد ہو جاؤں گا...

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا... یہ سنتے ہی (خلاف توقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کرنے سے متاثر ہو کر) میں نے چھری اٹھائی اور اپنی چادر لی اور بکریوں کی طرف چلا اور ان کو ٹٹولنے لگا کہ ان میں سے کونسی موٹی ہے تاکہ میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کروں لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ تمام بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے (حالانکہ تھوڑی دیر پہلے ان کا دودھ نکالا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے جس برتن میں دودھ نکالنا پسند کرتے تھے میں نے وہ برتن لیا اور میں نے اس میں اتنا دودھ نکالا کہ اس کے اوپر جھاگ آ گیا... پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر وہ دودھ پیش کیا...

آپ نے اسے نوش فرمایا اور پھر مجھے دیا میں نے اس میں سے پیا میں نے پھر آپ کو پیش کیا... آپ نے اس میں سے پھر نوش فرمایا... پھر مجھے دے دیا... میں نے اس میں سے دوبارہ پیا... (چونکہ یہ سب کچھ میری توقع کے خلاف ہوا تھا اس لئے مجھے بہت زیادہ خوشی

ہوئی) اور پھر میں (خوشی کے مارے) ہنسنے لگا اور میں ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گیا اور زمین کی طرف جھک گیا... آپ نے مجھ سے فرمایا اے مقداد! یہ تیری حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے... تو میں نے جو کچھ کیا تھا وہ میں آپ کو سنانے لگا (سن کر) آپ نے فرمایا یہ (خلاف عادت بکریوں سے دودھ مل جانا تو) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہوا ہے... اگر تم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی اٹھا لیتے اور وہ بھی اس دودھ میں سے پی لیتے (تو یہ زیادہ اچھا تھا) میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے... جب آپ نے یہ دودھ نوش فرما لیا اور آپ کا بچا ہوا دودھ مجھے مل گیا تو اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے، کسی کو ملے یا نہ ملے... (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۷۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاتم طائی کی بیٹی سے سلوک

۹ھ ہجری میں بنی طے سے خفیف سا مقابلہ ہوا دشمن شام کی طرف بھاگ گیا... اس کے اعزہ واقربا کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور مال واسباب ضبط کر کے قیدیوں میں بنی طے کے سردار حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی... اس نے کہا میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں... میرا باپ رحیم و کریم اور سخی و فیاض تھا... بھوکوں کو کھانا کھلاتا، ننگوں کو کپڑا دیتا اور غریبوں پر رحم کرتا تھا وہ مر گیا... بھائی تھا وہ شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا ہے... میں ایسے رحم و کرم والے کی بیٹی بے یار و مددگار آپ کی قید میں ہوں اور رحم کی خواستگار ہوں...

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکی تیرے باپ میں ایمان والوں کی صفتیں تھیں یہ کہہ کر آپ نے اس کو رہا کر دیا اس نے پھر عرض کیا... میں بنت کریم ہوں اپنی رہائی کے ساتھ اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی رہائی کی بھی تمنا رکھتی ہوں...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس جواں عمر عورت کی درخواست ہی قبول کی بلکہ اس کو زادراہ اور سفر خرچ دے کر اس کے بھائی کے پاس ملک شام میں بھجوا دیا.. جانتے ہو اس خلق محمدیؐ اور اس حسن سلوک کا کیا نتیجہ نکلا اور اس کریم النفس نبیؐ کے اوصاف نے کیا اثر کیا...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پڑھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ عدی بن

حاتم (اس عورت کا بھائی) خلق محمدی کی یہ کیفیت اپنی بہن کی زبانی سن کر مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسلمان ہو گیا... (عالمی تاریخ)

کفار مکہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

فتح مکہ کے بعد اعلان کیا گیا کہ سارے اہل مکہ مسجد حرام میں جمع ہو جائیں تو سب لرزتے اور کانپتے ہوئے آئے... اس لئے کہ تیرہ برس تک تکلیفیں پہنچائیں وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھیں... کوئی ان کہنی ایسی نہ تھی جو حضورؐ کو نہ کہی گئی ہو... کوئی ان کرنی ایسی نہ تھی جو آپ کے ساتھ نہ کی گئی ہو اس لئے سب کو خوف تھا کہ اب قتل عام کا حکم ہوگا کہ سارے اہل مکہ کو قتل کر دیا جاوے گا... جب سب جمع ہو گئے اور مسجد حرام بھر گئی تو آپ نے بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ تم نے اللہ کے رسول کیساتھ کیا کیا معاملات کئے... تم نے یہ برا کام کیا... تم نے یہ بری حرکت کی... یہ تکلیفیں پہنچائیں...

آپ نے سب کو یاد دلایا اور سب نے اقرار کیا... اب تو ان کو کامل یقین ہو گیا کہ اب حکم ہوگا کہ ان سب کی گردنیں ماردی جائیں... جب آپ پوچھ چکے اور سب نے اقرار کیا... انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی... اس کے بعد آپ نے فرمایا اِذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءِ سب جاؤ آزاد ہو... اور مکہ میں امن سے رہو... تمہارے اوپر کوئی گرفت نہیں... پھر اس کے بعد سب دین میں داخل ہوئے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا یہ تو خلق عظیم تھا کہ جس نے زیادہ ستایا اس کے ساتھ زیادہ بھلائی اور معافی کا معاملہ اختیار کیا اور کبھی کسی سے انتقام لینے کا ارادہ تک نہ فرمایا...

اہل طائف کی تکالیف سے درگزر کا معاملہ

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے اکثر کفار مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے... مذاق اُڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اس سے درگزر نہ کرتے تھے... حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بھی انہی نیک دل لوگوں میں تھے... جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے... دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے... اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے...

وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا.. مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نو وارد مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دیدیا... اور نہایت بے رُخی اور بد اخلاقی سے پیش آئے... اُن لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمالیں جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے...

اُن میں سے ایک شخص بولا کہ او ہو آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے...

دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے... تیسرے نے کہا کہ میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں... اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا...

اس کے بعد ان لوگوں سے نا اُمید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو ہمت اور استقلال کے پہاڑ تھے مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ... اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑائیں... تالیاں پیٹیں... پتھر ماریں... حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے

سے رنگین ہوگئے... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے...

جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضور نے یہ دُعا مانگی... جس کا ترجمہ یہ ہے... اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی... اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء (کمزوروں) کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے... کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا... اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے... تیری حفاظت مجھے کافی ہے میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل سے جس سے تمام اندھیریاں روشن ہوگئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو... نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت... (سیرت ابن ہشام)

مالک الملک کی شان قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سُنی اور اُنکے جوابات سنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں... اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں... اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیم و کریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اسکی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو انکی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اسکی عبادت کریں...

فائدہ: یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیوا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف سے کسی کی معمولی سی گالی دیدینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ

نہیں اُترتا... ظلم پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمدی ہونے کا... نبی کے پیرو بننے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی سخت تکلیف اور مشقت اُٹھانے کے باوجود نہ بددعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں... (فضائل اعمال)

صلۂ رحمی کے فوائد

ہمارے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

۱... صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے... ۲... مال بڑھتا ہے... ۳... عمر بڑھتی ہے...

۴... رزق میں کشادگی ہوتی ہے... ۵... آدمی بری موت نہیں مرتا...

۶... اسکی مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں... ۷... ملک کی آبادی اور سرسبزی بڑھتی ہے...

۸... گناہ معاف کئے جاتے ہیں... ۹... نیکیاں قبول کی جاتی ہیں...

۱۰... جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے...

۱۱... صلہ رحمی کرنے والے سے اللہ اپنا رشتہ جوڑتا ہے...

۱۲... جس قوم میں صلہ رحمی کرنیوالے ہوتے ہیں اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے نسبوں کو سیکھو تاکہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کرسکو، فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے... (یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے)... (ترمذی)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے... (بخاری ومسلم)

جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشادگی ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہے... (الترغیب والترہیب)

جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہتا ہے اس کی عمر کو اللہ دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے... اور اس کی مصیبتوں

اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے...(الترغیب والترہیب)

رحم، خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے...اس سے اللہ نے فرما دیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑلے گا...اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا...اس کے رشتہ کو میں بھی توڑ دوں گا...(بخاری)

فرمایا کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو...(شعب الایمان، بیہقی)

بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو...(الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو...(بخاری ومسلم)

ہمارے حضرت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آ کر آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتائیے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو، آپ نے فرمایا کہ تو ایک اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے، اور اپنے رشتے ناطے والوں سے اچھا سلوک کرتا رہ، جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی...(بخاری ومسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے ان کو نہیں دیکھتا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناطے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے...(الترغیب والترہیب)

فرمایا جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں ملتی ہیں اور اپنے رشتے ناطے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں...اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں...(الترغیب والترہیب)

ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کہ خالہ زندہ ہے، اس نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر...(الترغیب والترہیب)

ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں یہ فرمایا کہ: جو شخص رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرتا ہو وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا، اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا... پھر آ کر دربار نبوت میں شریک ہو گیا... جب وہ واپس آ گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو...(الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں اللہ کے دربار میں پیش ہوتی ہیں جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا...(الترغیب والترہیب)

مزید احادیث مبارکہ

ہمارے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

1...صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے... 2...مال بڑھتا ہے... 3...عمر بڑھتی ہے...

4...رزق میں کشادگی ہوتی ہے... 5...آدمی بری موت نہیں مرتا...

6...اسکی مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں... 7...ملک کی آبادی اور سرسبزی بڑھتی ہے...

8...گناہ معاف کئے جاتے ہیں... 9...نیکیاں قبول کی جاتی ہیں...

10...جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے...

11...صلہ رحمی کرنے والے سے اللہ اپنا رشتہ جوڑتا ہے...

12...جس قوم میں صلہ رحمی کرنیوالے ہوتے ہیں اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے نسبوں کو سیکھو تا کہ اپنے رشتہ

داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کر سکو، فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے... (یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے)... (ترمذی)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے... (بخاری و مسلم)

جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشادگی ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہے... (الترغیب والترہیب)

جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہتا ہے اس کی عمر کو اللہ دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے... اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے... (الترغیب والترہیب)

رحم، خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے اس سے اللہ نے فرما دیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا اس کے رشتہ کو میں بھی توڑ دوں گا... (بخاری)

فرمایا کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو... (شعب الایمان، بیہقی)

بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو... (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو... (بخاری و مسلم)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آ کر آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتائیے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو، آپ نے فرمایا کہ تو ایک اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے اچھا سلوک کرتا رہ، جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اگر

میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی... (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے ان کو نہیں دیکھتا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناطے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے... (الترغیب والترہیب)

فرمایا جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں ملتی ہیں اور اپنے رشتے ناطے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں... اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں... (الترغیب والترہیب)

ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کہ خالہ زندہ ہے، اس نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر... (الترغیب والترہیب)

ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں یہ فرمایا کہ: جو شخص رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرتا ہو وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا، اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا... پھر آ کر دربار نبوت میں شریک ہو گیا... جب وہ واپس آ گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو... (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں اللہ کے دربار میں پیش ہوتی ہیں جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا... (الترغیب والترہیب)

معاف کرنے میں جو لذت ہے وہ بدلہ لینے میں نہیں

(۱) نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو فرما کر... فرمادیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمادے...

(۲) اور جیسے کہ سردار انبیاء رسولِ خدا... احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسّی (۸۰) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لیے گئے اور گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا...

(۳) اور جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غورث بن حارث کو معاف کر دیا... یہ وہ شخص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے ہوئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر قبضہ کرلیا... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ بھی سنایا... پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا...

(۴) اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تو باوجود علم و قدرت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمالیا...

(۵) اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے بڑے واقعہ کو آنا جانا کر دیا... اس عورت کا نام زینب تھا... یہ مرحب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا... اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا... خود شانے ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زہر آلود ہونے کی

خبر دی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا... اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راحت حاصل ہو جائے گی... یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال کر لینے پر بھی خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا... معاف فرما دیا... گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی... اس لیے کہ اسی زہر سے اور اسی زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے... تب قصاصاً یہ یہود یہ عورت بھی قتل کرائی گئی اور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے واقعات بہت سے ہیں... (تفسیر ابن کثیر... جلد ۵ صفحہ ۲۱)

قیامت کے دن صلہ رحمی کا اجر و ثواب

مسند احمد میں ہے کہ صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے، وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی پس وہ (رحمت سے) کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا... صلہ رحمی کے معنی ہیں: قرابت داروں کے ساتھ بات چیت میں، کام کاج میں سلوک و احسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا... اس بارے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں...

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم (رشتہ داری) کھڑی ہوئی اور رحمٰن سے چمٹ گئی اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا... اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں (اپنی رحمت سے) ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں...

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کشادہ روزی اور عمر دراز چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے... (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائیں گے اور جو قطع رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے کاٹیں گے... (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کرتے ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں میں ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو گویا ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہا ہے (یعنی تو ان کو ذلیل ورسوا کر رہا ہے) اور جب تک تیری یہی حالت رہے گی تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا... (مسلم شریف)

ابن آدم! غصے کے وقت مجھے یاد کرلیا کر

ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ... اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کرلیا کر میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی عطا فرمادیا کروں گا اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان سے بچالوں گا... برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا... اے ابن آدم! جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر وسہار کے ساتھ کام لے مجھ پر نگاہ رکھ... میری مدد پر بھروسہ رکھ... میری امداد پر راضی رہ... یادرکھ! میں تیری مدد کروں... یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے...... اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے... اپنی امداد نصیب فرمائے... آمین (تفسیر ابن کثیر: جلد۳ صفحہ۴۴۴)

مزاج نبوی اور غصہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں...

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا...

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ط اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (الاعراف ۲۰۰)

یعنی جب تمہیں شیطان کوئی کچوکہ لگائے تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگو اور اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ پڑھو...اے اللہ! میں شیطان مردود سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں...اس لئے کہ شیطان نے اپنا کچوکہ لگایا...

لیکن تم نے اللہ سے پناہ مانگ لی تو اب ان شاء اللہ اس غصے کو برے نتائج سے اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے...لہٰذا اس بات کی عادت ڈال لو کہ جب غصہ آئے تو فوراً اعوذ باللہ پڑھ لو...یہ کوئی مشکل کام نہیں...ذرا سے دھیان اور مشق کی ضرورت ہے...

غصہ کے وقت بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ

غصہ کے وقت دوسرا کام وہ کرو جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی اور یہ بڑا عجیب وغریب اور نفسیاتی کام ہے...فرمایا کہ جب طبیعت میں غصے کی تیزی ہو تو اس وقت اگر تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور اگر پھر بھی غصہ میں کمی نہ آئے تو لیٹ جاؤ کیونکہ غصے کی خاصیت یہ ہے کہ اوپر دماغ کی طرف چڑھتا ہے اور جب غصہ کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان اوپر کی طرف اٹھتا ہے...

چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ غصہ کے وقت اگر انسان لیٹا ہوا ہوگا تو اٹھ کر بیٹھ جائے گا...اگر بیٹھا ہوگا تو کھڑا ہو جائے گا...اس لئے اس کو ختم کرنے کی تدبیر یہ بتائی کہ تم اس کے الٹ کام کرو...لہٰذا اگر غصہ کے وقت کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ اور اپنے

آپ کو نچلی حالت پر لے آؤ... یہ تدبیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی... اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ غصے کے نتیجے میں نہ جانے کس مصیبت کے اندر مبتلا ہو جائیں گے... اس لئے آپ نے یہ تدبیر بتائی... (ابوداؤد... کتاب الادب)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آدمی اس وقت ٹھنڈا پانی پی لے...

غصہ کے وقت اللہ کی قدرت کو سوچے

ایک تدبیر یہ ہے کہ آدمی اس وقت یہ سوچے کہ جس طرح کا غصہ میں اس آدمی پر کرنا چاہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر اس طرح کا غصہ کر دے تو پھر اس وقت میرا کیا حال ہوگا...

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے... آپ نے دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے غلام پر غصہ کر رہے ہیں اور برا بھلا کہہ رہے ہیں... ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت ان سے فرمایا... لَلّٰہُ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ عَلَیْہِ یاد رکھو... تمہیں جتنی قدرت اور اختیار اس غلام پر حاصل ہے... اس سے کہیں زیادہ قدرت اور اختیار اللہ تعالیٰ کو تم پر حاصل ہے تم اپنے اختیار کو استعمال کر کے اس کو تکلیف پہنچا رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ اختیار تم پر حاصل ہے...

اللہ تعالیٰ کا حلم

اللہ تعالیٰ کا حلم تو دیکھو کہ کس طرح برملا انکی نافرمانیاں ہو رہی ہیں... کفر کیا جا رہا ہے شرک کیا جا رہا ہے ان کے وجود تک کا انکار کیا جا رہا ہے... اس کے باوجود پھر بھی ان سب کو رزق دے رہے ہیں بلکہ اپنے بعض نافرمانوں پر دنیاوی دولت کے انبار لگا دیئے ہیں ان کے حلم کا تو کیا ٹھکانہ ہے...

اس لئے فرمایا... تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو اور یہ سوچو کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے غصے کو اپنے بندوں پر استعمال نہیں فرماتے اور مجھ پر اپنا غصہ استعمال نہیں فرما رہے تو میں اپنے ماتحتوں پر غصہ کیوں استعمال کروں...

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام کو ڈانٹنا

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے غلام کو برا بھلا کہہ رہے ہیں تو آپ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا...

ایک طرف آپ غلام کو لعنت ملامت بھی کریں اور دوسری طرف صدیق بھی بن جائیں... رب کعبہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا...

یعنی آپ کا مقام تو صدیقیت کا مقام ہے اور صدیقیت کے ساتھ یہ چیز جمع نہیں ہوسکتی... اس طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غصہ کرنے سے منع فرمایا...

لہٰذا جب دوسرے پر غصہ آئے تو یہ تصور کرلو کہ جتنا قابو اور قدرت مجھے اس بندے پر حاصل ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ تعالیٰ کو مجھ پر حاصل ہے... اگر اللہ تعالیٰ میری پکڑ فرمالیں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہوگا... بہر حال غصہ کو دبانے کی یہ مختلف تدبیریں ہیں جو قرآن کریم نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نے ہمیں بتائیں...

شروع میں غصہ کو بالکل دبادو

ابتداء میں جب انسان اپنے اخلاق کی اصلاح کرنا شروع کرے تو اس وقت حق ناحق کی فکر بھی نہ کرے... یعنی بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں پر غصہ کرنا جائز اور برحق ہوتا ہے لیکن ایک مبتدی کو جو اپنے نفس کی اصلاح کرنا شروع کررہا ہو... اس کو چاہئے حق اور ناحق کی تفریق کئے بغیر ہر موقع پر غصہ کو دبائے تاکہ رفتہ رفتہ یہ مادہ خبیثہ اعتدال پر آجائے اگر ایک مرتبہ اس کو دبادیا جائے اور اس کا زہر نکال دیا جائے تو اس کے بعد جب اس غصے کو استعمال کیا جائے تو پھر ان شاء اللہ صحیح جگہ پر استعمال کیا جائے گا لیکن شروع شروع میں کسی بھی موقع پر غصہ نہ کرو... چاہے تم کو یہ معلوم ہو کہ یہاں غصہ کرنے کا مجھے حق ہے... پھر بھی نہ کرو اور جب یہ غصہ قابو میں آجائے تو پھر اگر غصہ کیا جائے تو وہ غصہ حد کے اندر رہتا ہے حد سے آگے نہیں بڑھتا اور اعتدال سے متجاوز نہیں ہوتا... (از اصلاحی خطبات جلد ۸)

دشمنوں پر رحم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

دیکھئے، مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام پر ظلم کرنے اور آپ کو تکلیف دینے، ایذاء پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے، اعلان کر دیا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر لائیگا، اس کو سو اونٹ انعام ملیں گے... غزوہ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیروں کی بارش کی حتیٰ کہ آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا، دندان مبارک شہید ہو گئے لیکن اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر یہ دعا تھی کہ:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ

اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرمائیے ان کو علم نہیں ہے یہ ناواقف اور جاہل ہیں میری بات نہیں سمجھ رہے ہیں اس لئے میرے اوپر ظلم کر رہے ہیں... اندازہ لگائیے کہ وہ لوگ ظالم تھے اور ان کے ظلم میں کوئی شک نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ان کی طرف سے بغض اور کینہ کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا تو یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم سنت اور آپ کا اسوہ ہے کہ بدخواہی کا بدلہ بدخواہی سے نہ دیں بلکہ اس کے حق میں دعا کریں اور یہی حسد اور بغض کو دور کرنے کا بہترین علاج ہے...

جھگڑا علم کا نور زائل کر دیتا ہے

یہاں تک کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جھگڑا تو جسمانی ہوتا ہے جس میں ہاتھا پائی ہوتی ہے اور ایک جھگڑا پڑھے لکھوں کا اور علماء کا ہوتا ہے، وہ ہے مجادلہ، مناظرہ اور بحث ومباحثہ، ایک عالم نے ایک بات پیش کی دوسرے نے اسکے خلاف بات کی، اس نے ایک دلیل دی، دوسرے نے اسکی دلیل کا رد لکھ دیا، سوال وجواب اور ردوقدح کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے، اسکو بھی بزرگوں نے کبھی پسند نہیں فرمایا، اسلئے کہ اس کی وجہ سے باطن کا نور زائل ہو جاتا ہے چنانچہ یہی حضرت امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں: علمی جھگڑے علم کے نور کو زائل کر دیتے ہیں دیکھئے ایک تو ہوتا ہے... مذاکرہ... مثلاً ایک عالم نے

ایک مسئلہ پیش کیا، دوسرے عالم نے کہا کہ اس مسئلے میں مجھے فلاں اشکال ہے اب دونوں بیٹھ کر افہام و تفہیم کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں لگے ہوئے ہیں یہ ہے... مذاکرہ... یہ بڑا اچھا عمل ہے لیکن یہ جھگڑا کہ ایک عالم نے دوسرے کے خلاف ایک مسئلے کے سلسلے میں اشتہار شائع کر دیا، یا کوئی پمفلٹ یا کتاب شائع کر دی، اب دوسرے عالم نے اس کے خلاف کتاب شائع کر دی اور پھر یہ سلسلہ چلتا رہا... یا ایک عالم نے دوسرے کے خلاف تقریر کر دی اور یوں مخالفت برائے مخالفت کا سلسلہ قائم ہو گیا... یہ ہے... مجادلہ اور جھگڑا... جس کو ہمارے بزرگوں نے ائمہ دین نے بالکل پسند نہیں فرمایا...

معاشرہ کی اصلاح کیلئے حسن اخلاق کی تعلیم

آج کل ہمارے گھروں میں... خاندانوں میں... ملنے جلنے والوں میں... دن رات یہ مسائل پیش آتے رہتے ہیں کہ فلاں نے میرے ساتھ یہ کر دیا اور فلاں نے یہ کر دیا... اب اس سے بدلہ لینے کی سوچ رہے ہیں... دوسروں سے شکایت کرتے پھر رہے ہیں... اس کو طعنہ دے رہے ہیں... دوسروں سے اس کی بُرائی اور غیبت کر رہے ہیں... حالانکہ یہ سب گناہ کے کام ہیں... لیکن اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر دو تو تم بڑی فضیلت اور ثواب کے مستحق بن جاؤ گے... قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ الشوریٰ: آیت ۴۳)

جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بے شک یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے... دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (سورۃ حم السجدہ: آیت ۳۴)

دوسرے کی بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دو... اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جن کے ساتھ عداوت ہے... وہ سب تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے... لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ (سورۃ حم السجدہ: آیت ۳۵)

یعنی یہ عمل ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو حاصل ہوتی ہے...

حضرات انبیاء علیہم السلام کے انداز جواب

حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ طعنہ نہیں دیتے حتیٰ کہ اگر کوئی سامنے والا شخص طعنہ بھی دے تو بھی جواب میں یہ حضرات طعنہ نہیں دیتے...غالباً حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا کہ:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ (سورة الاعراف: آیت ٦٦)

نبی سے کہا جارہا ہے کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ تم انتہا درجے کے بیوقوف ہو...احمق ہو اور ہم تمہیں کاذبین میں سے سمجھتے ہیں...تم جھوٹے معلوم ہوتے ہو...وہ انبیاء علیہم السلام جن پر حکمت اور صدق قربان ہیں...ان کے بارے میں یہ الفاظ کہے جارہے ہیں...لیکن دوسری طرف جواب میں پیغمبر فرماتے ہیں:

یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ سَفَاهَةٌ وَّ لٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (سورة الاعراف: آیت ٦٠)

اے قوم! میں بیوقوف نہیں ہوں بلکہ میں اللہ رب العالمین کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں...ایک اور پیغمبر سے کہا جارہا ہے کہ:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ (سورة الاعراف: آیت ٦٠)

ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں کہ تم گمراہی میں پڑے ہوئے ہو...جواب میں پیغمبر فرماتے ہیں

یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَةٌ وَّلٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (سورة الاعراف: آیت ٦١)

اے قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں اللہ رب العالمین کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہوں.

آپ نے دیکھا کہ پیغمبر نے طعنہ کا جواب طعنہ سے نہیں دیا...

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا...ان پر پتھروں کی بارش ہورہی ہے...گھٹنے خون سے لہولہان ہورہے ہیں...لیکن زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں:

اَللّٰهُمَّ اهۡدِ قَوۡمِی فَاِنَّهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

اے اللہ! میری اس قوم کو ہدایت عطاء فرما...کیونکہ یہ جاہل ہیں اور اس کو حقیقت کا پتہ

نہیں ہے...اس وجہ سے میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہے...انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے...گالی کا بدلہ گالی سے نہیں دیتے...وہ اہل مکہ جنہوں نے مکہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی عذاب کردی تھی...ان صحابہ کرام کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جارہا ہے...پتھر کی سلیں ان کے سینوں پر رکھی جارہی ہیں...ان کا بائیکاٹ کیا جارہا ہے...ان کا کھانا پانی بند کیا جارہا ہے...ان کے قتل کے منصوبے بنائے جارہے ہیں تیرہ سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ظلم کی چکی میں پیسا...لیکن اسی شہر مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فاتح بن کر داخل ہوئے تو اس موقع کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں اس شان سے داخل ہو رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن جھکی ہوئی ہے...کوئی دوسرا فاتح ہوتا تو اس کی گردن تنی ہوئی ہوتی...لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن جھکی ہوئی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور زبان مبارک پر یہ آیات جاری ہیں...

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (سورة الفتح: آیت ۱)

یعنی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مبین عطاء فرمائی...

عام معافی کا اعلان

فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے وہ مامون ہے...جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اس کو بھی امن ہے...جو شخص حرم میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے...جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے...پھر آپ نے تمام اہل مکہ کو جمع کر کے فرمایا:

...آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں اور تم سب آزاد ہو......یہ سلوک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا جو آپ کے خون کے پیاسے تھے...

معافی و درگزر کا معاملہ کرو

بہرحال! انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ بُرائی کا جواب بُرائی سے مت دو... گالی کا جواب گالی سے مت دو بلکہ اپنے مقابل کے ساتھ احسان کرو... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے جتنے طریقے ہیں وہ سب سنت ہیں... ہم نے صرف چند ظاہری چیزوں کا نام سنت رکھ لیا ہے... مثلاً داڑھی رکھ لینا... خاص طریقے کا لباس پہن لینا... جتنی سنتوں پر بھی عمل کی توفیق ہو جائے... وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے...

لیکن سنتیں صرف ان کے اندر منحصر نہیں... بلکہ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہ دو... گالی کا جواب گالی سے نہ دو... اگر اس سنت پر عمل ہو جائے تو ایسے شخص کے بارے میں قرآن شریف کا ارشاد ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ الشوریٰ: آیت ۴۳)

...جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو البتہ یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے...... یہ بڑے ہمت کی بات ہے کہ آدمی کو غصہ آ رہا ہے اور خون کھول رہا ہے... اس وقت آدمی ضبط کر کے حدود پر قائم رہے اور سامنے والے کو معاف کر دے اور راستہ بدل دے... قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (سورۃ الفرقان: آیت ۷۲)

یعنی جو لغو باتوں سے کنارہ کش رہنے والے ہیں...

درگزر کرنے سے دنیا جنت بن جائے

آپ حضرات ذرا سوچیں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت حاصل ہو جائے تو پھر دنیا میں کوئی جھگڑا باقی رہے گا؟

سارے جھگڑے... سارے فسادات... ساری عداوتیں... ساری دشمنیاں اس وجہ سے ہیں کہ آج اس سنت پر عمل نہیں ہے...

اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سنت پر عمل کی توفیق عطاء فرمادیں تو یہ دنیا جو آج جھگڑوں کی وجہ سے جہنم بنی ہوئی ہے... جس میں عداوتوں کی آگ سلگ رہی ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے کے نتیجے میں جنت بن جائے... گل و گلزار بن جائے...

جب تکلیف پہنچے تو یہ سوچ لو

جب بھی آپ کو کسی سے تکلیف پہنچے تو یہ سوچو کہ میں بدلہ لینے کے کس چکر میں پڑوں... بلکہ اللہ اللہ کروں اور اس کو معاف کر دوں اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ کے ساتھ زیادتی کر لی... آپ نے اس سے زیادہ زیادتی کر لی... اب دوسرا شخص اس زیادتی کا بدلہ لے گا اور پھر آپ اس سے بدلہ لیں گے... اس طرح عداوتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا... جس کی کوئی انتہا نہیں... لیکن بالآخر تمہیں کسی مرحلے پر ہار ماننی پڑے گی اور اس جھگڑے کو ختم کرنا ہو گا... لہٰذا تم پہلے دن ہی معاف کر کے جھگڑا ختم کر لو...

اَخلاق اوران کے مراتب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں...
اخلاق میں علماء نے تین درجے لکھے ہیں...
1...خلق حسن...2...خلق کریم...3...خلق عظیم

خُلقِ حَسن

خلق حسن اخلاق کا ابتدائی درجہ ہے...اس کے معنی ہیں عدل کامل اگر آپ کے ساتھ کوئی ایک پیسے کا احسان کرے تو اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی پیسے کے برابر آپ بھی احسان کر دیں تاکہ بدل ہو جائے...یہ کم سے کم درجہ ہے اگر ایک نے تو ایک پیسہ کا احسان کیا اور آپ نے ایک کوڑی کا تو کہیں گے کہ بداخلاق ہے...بخیل ہے...اسے بدل دینا نہیں آتا تو برابر سرابر کرنا یہ ہے خلق حسن...

کسی نے آپ کے ایک تھپڑ مار دیا آپ نے بھی اسی درجہ کا تھپڑ مار دیا تو کہیں گے کہ عدل کی بات ہے تھپڑ کھایا تھا مار دیا...اگر آپ تھپڑ کے جواب میں گھونسہ مار دیں تو کہیں گے کہ یہ بداخلاق آدمی ہے...

تو خلق حسن کے معنی ہیں مساوات اور برابری کے...کہ برا بھی نہ بولے بھلا بھی نہ بولے...یہ خلق حسن دیا گیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت کی تربیت کے لئے ویسے تو انبیاء سارے ہی اخلاق میں کامل و اکمل ہوتے ہیں مگر امت کے ساتھ جو معاملہ فرمایا گیا وہ یہ کہ خلق حسن پر چلاؤ تاکہ ان میں عدل پیدا ہو...برائی ہو تو عدل سے ہو بھلائی ہو تو عدل سے ہو...تو حضرت ابراہیم نے اپنی امت کو خلق حسن پر تربیت دی جس کو ایک حدیث میں

بھی فرمایا گیا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایایا خلیلی حسن خلقک ولومع الکفار خلق حسن سے پیش آ ؤ چاہے تمہارے سامنے کفار ہی ہوں... اخلاق حسنہ کو مت چھوڑو وہ اگر تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو تم بھی اتنی ہی بھلائی کرو وہ برائی کریں تو تم بھی اتنی ہی برائی کرسکتے ہو عدل قائم رکھو... تربیت کا یہ سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت تک چلا...

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اس خلق حسن کی تکمیل کی اور امت کو اسی پر چلایا... ان کے یہاں انتقام لینا واجب تھا کہ تم بھی تھپڑ مارو... اگر کوئی ایک آنکھ پھوڑے تو تمہارا بھی فرض ہے کہ تم بھی اس کی ایک آنکھ پھوڑ دو...

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ کہ اگر کوئی تمہیں قتل کرے تو فرض ہے کہ قاتل کو تم قتل کر دو... کوئی آنکھ پھوڑے تو تمہارا فرض ہے تم بھی آنکھ پھوڑو اس کی... کوئی تمہارا دانت توڑے فرض ہے کہ تم بھی اس کا دانت توڑ دو... معاف کرنا جائز نہیں تھا... انتقام لینا واجب تھا... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور آیا ان کو حکم دیا گیا کہ اپنی امت کو تربیت کرو خلق کریم پر...

خلق کریم

خلق کریم یہ ہے کہ آدمی ایثار کرے... یعنی ایک آدمی برائی کر رہا ہے تو دوسرا معاف کر دے... درگزر کر دے... حق تھا کہ بدلہ لے لیکن عالی حوصلگی سے معاف کر دیا تو کہا جائے گا کہ بڑا خلیق آدمی ہے کہ دوسرے نے تو ستایا اور اس نے معاف کر دیا...

خلق کریم کے اندر ایثار ہوتا ہے کہ آدمی اپنا حق چھوڑ دے... یعنی بجائے بدلہ لینے کے معاف کر دے... یہ دیا گیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت کی تربیت کے لئے اس خلق میں خلق حسن سے ایک درجہ بڑھا ہوا ہے اور وہ یہ کہ اگر تمہارے بائیں گال پر کوئی ایک تھپڑ مار دے تو تم دایاں گال بھی سامنے کر دو کہ بھائی ایک اور مارتا جا... خدا تیرا بھلا کرے بدلہ ہرگز مت لو بلکہ معاف کر دو... تو شریعت عیسوی میں انتقام لینا جائز نہیں تھا...

کوئی کتنی ہی برائی کرے معاف کردو اور معاف کرنا واجب تھا ان کے یہاں... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہاں مدار خلق حسن پر تھا اس لئے ان کے یہاں انتقام لینا واجب تھا... معاف کرنا جائز نہیں تھا... سخت امت تھی تو احکام بھی سخت تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت بھی نرم تھی اس لئے ان کے احکام بھی آسان اور سہل تھے...

شریعت اسلام میں دونوں خلق جمع کر دیئے گئے

شریعت اسلام میں شریعت موسوی کا انتقام اور شریعت عیسوی کا عفو... دونوں چیزوں کو جمع کر دیا گیا ہے... فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا تمہارے ساتھ اگر کوئی برائی کرے تو تمہیں حق ہے کہ اتنی ہی برائی تم بھی کرو اگر کوئی دانت توڑ دے تو تمہیں بھی حق ہے کہ تم بھی دانت توڑ دو... آگے فرمایا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اور اگر معاف کر دو تو اللہ کے یہاں بڑے بڑے درجات ملیں گے... تو انتقام کا حق بھی دے دیا اور معافی کی فضیلت بھی بیان فرما دی... گویا شریعت موسوی اور شریعت عیسوی دونوں جمع ہو گئیں شریعت اسلام کے اندر اور یہ اس لئے کیا گیا کہ شریعت اسلام پیغام ہے ساری دنیا کی اقوام کے لئے مثلاً اگر معاف کرنا واجب ہوتا بدلہ لینا کسی طرح بھی جائز نہ ہوتا تو جتنی قوی قومیں ہیں کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتی اور سرحدی پٹھان تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا کہ بھائی بزدل کے مذہب میں کون داخل ہوگا اگر کسی کو تھپڑ مار دے تو دوسرے کو خاموش کھڑا ہونا ہوگا... اور وہ کہے گا کہ بھائی تیری مرضی ہے بدلہ تو میں لے نہیں سکتا... یہ بزدلانہ بات ہے اس لئے ہم اس مذہب میں شریک نہیں ہوتے... قوی قومیں یہ کہہ کر الگ ہو جاتیں اور اگر انتقام لینا واجب ہوتا تو جو نرم قومیں تھیں وہ بھی اسلام قبول نہ کرتیں وہ کہہ دیتیں کہ ہم سے تو یوں ہی گزر مشکل ہے چہ جائیکہ انتقام لیا جائے کسی نے مار دیا تھپڑ ہم میں کہاں طاقت ہے کہ ہم تھپڑ مارتے پھریں اور اسلام کہتا ہے کہ تھپڑ ضرور مار دو یہ ہمارے بس کی بات نہیں... تو اگر معاف کرنا ہی واجب ہوتا تو سخت مزاج قومیں اسلام میں نہ آتیں اور یہ پیغام ہے ساری اقوام کے لئے اس لئے اسلام میں ساری چیزیں جمع کر دی گئیں تمہیں انتقام لینے کا حق بھی ہے اور

معاف کر دو تو بڑے بڑے درجات ملیں گے دونوں حق دے دیئے گئے دونوں قسم کی اقوام آ گئیں یہ خلق حسن اور خلق کریم تھا لیکن سب سے اعلیٰ درجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا اور وہ خلق عظیم ہے... اس سے اعلیٰ درجہ اخلاق کا اور کوئی نہیں ہے...

خلق عظیم

خلق عظیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ برائی کرے تو دوسرا معاف کر دے اور ساتھ میں بھلائی بھی کرے یہ اخلاق کا سب سے اونچا درجہ ہے... یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا... لوگوں نے آپ کے ساتھ برائی کی آپ نے ان کے ساتھ انتہائی بھلائی کی... دوسروں نے گالیاں دیں آپ نے ان کے لئے دعائیں مانگیں یہ ہی خلق عظیم ہے اسی کو حق تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ آپ خلق عظیم پر پیدا کئے گئے ہیں... ان ہی اخلاق اور اسی برتاؤ کی وجہ سے ہر چھوٹا اور بڑا آپ پر جان قربان کرتا تھا اپنا مال و جان نچھاور کرتا تھا... کوئی آپ کے راستہ میں کانٹے بچھاتا ہے تو آپ اس پر رحم فرماتے ہیں اس کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں چنانچہ آپ کی سیرت اور آپ کے خلق کو قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ کہ اللہ نے جو رحمت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے اسی وجہ سے آپ کا قلب نرم ہے... موم ہے ذرا سی تکلیف پر آپ بے چین ہو جاتے ہیں... وہ رحمت کا اثر ہے... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کی خلق حسن سے ابتدا نہیں کرائی گئی بلکہ خلق کریم سے کرائی گئی کہ معاف کر دو اور انتقام لینے کی فکر نہ کریں... چنانچہ فرمایا گیا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ جو دنیا پروانوں کی طرح آپ کے اردگرد جمع ہو رہی ہے سب اٹھ کر بھاگ جاتی آپ کی سختی کی وجہ مگر آپ کے قلب کو ہم نے نرمی بخشی چنانچہ فرمایا گیا فَاعْفُ عَنْهُمْ معافی کو اختیار کریں کہ کوئی برائی کرے... تو آپ معاف کر دیں انتقام نہ لیا کریں... چنانچہ عمر بھر آپ نے کسی سے کبھی انتقام نہ لیا... گالیاں آپ کو دی گئیں ساحر آپ کو کہا گیا... کذاب آپ کو کہا گیا مجنون آپ کو کہا گیا... کانٹے آپ کے

راستے میں بچھائے گئے پتھر آپ کو مارے گئے اونٹ کی اوجھڑی آپ کے سر مبارک پر ڈالی گئی... لیکن کبھی انتقام نہ لیا اور معاف فرما دیا تو آپ کی ابتداء خلق کریم سے ہے... خلق حسن چھوڑ دیا گیا... چنانچہ فرمایا گیا فَاعْفُ عَنْهُمْ یہاں سے ابتدا ہوئی پھر آگے فرمایا کہ یہ بھی آپ کی شان کے بہت نیچے کا درجہ ہے کہ آپ معاف کر دیا کریں اس سے بھی آگے بڑھئے وہ یہ کہ جو آپ کے ساتھ برائیاں کر رہے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کریں... وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ ان کی بخشش بھی مانگیں اللہ سے آپ کی شان بہت بلند ہے آپ گالیاں دینے والوں کو بھی معاف کر دیا کریں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ ہمیں اپنا سمجھتے ہیں... یہ ہی خلق عظیم ہے کہ دوسرا گالیاں دے رہا ہے آپ سہالیاں دے رہے ہیں وہ ایذائیں پہنچا رہا ہے آپ دعائیں دے رہے ہیں یہ انتہائی مرتبہ ہے اخلاق کا وہ آپ کو عطا کیا گیا... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خلق حسن دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلق کریم دیا گیا اور آپ کو خلق عظیم... تو تمام انبیاء کے علوم جمع ہیں آپ کے اندر اور سارے اخلاق جمع ہیں اس لئے آپ خاتم ہیں...

سیرت مبارکہ کا حاصل در حقیقت ختم نبوت میں چھپا ہوا ہے خاتم کے لفظ میں تمام انتہائی کمالات آ جاتے ہیں آگے اس کی ساری تفصیلات ہیں... اس میں آپ نے دشمنوں کے ساتھ وہ برتاؤ فرمایا ہے کہ ہم دوستوں کے ساتھ بھی نہیں کر سکتے... (خطبات طیب)

کفار مکہ کا سماجی بائیکاٹ

☆ نبوت کے ساتویں سال محرم کی پہلی تاریخ سے یہ مقاطعہ شروع ہوا تھا جو تقریباً تین سال تک رہا...

☆ ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سمجھایا مگر ضدی طبیعتیں جن کو اپنی پرانی لکیر کا فقیر بنا رہنا ہی پسند تھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور احوال میں غور کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئیں... اور اب پوری طرح دلوں میں ٹھان لیا کہ جس تدبیر سے ہو سکے ان کی زبان بند اور کام تمام کر دیا جائے...

عرب کے باشندے جن کی آزاد منشی کا کچھ نمونہ اب بھی بدوؤں میں موجود ہے... گرم و خشک ملک میں پیدا ہونے کی وجہ سے جیسے بھی ہونے چاہئیں ظاہر ہے... خصوصاً اس وقت جبکہ جہالت کی گھنگھور گھٹائیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں اور ہر شخص گویا اپنے گھر کا بادشاہ اور اپنے خیالات وارادوں کا مالک بنا ہوا تھا... پس جو کچھ بھی کر گزرتے وہ تھوڑا تھا اور خاص کر جبکہ بچہ بچہ پستان شجاعت کا شیر خوار اور خانہ جنگی وقتل وخون کے بازار کا نام آور سوداگر کہلاتا تھا... اور اس پر طرہ مذہبی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین جس کو ضعیف سے ضعیف شخص بھی گوارا نہیں کرسکتا... ایسی ظلمت خیز حالت میں ایک نفس کا قصہ طے کرنا کوئی بات نہیں تھی... مگر یہ آپؐ کے شہنشاہی سفیر ہونے کی مستقل دلیل تھی کہ چار طرف مخالفت کی شعلہ زن آگ میں آپ اسی طرح محفوظ رہے جس طرح آپؐ کے جد امجد حضرت خلیل اللہ نار نمرودی میں محفوظ رہے تھے اور باوجود آپ کے تنہا بے یار و مددگار اور بلا نقیب و چوکیدار یا کسی قسم کے ظاہری محافظ ہونے کے بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شخص آپ کا بال بیکا نہ کرسکا... (ماہتاب عرب)

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہجرت حبشہ کا ارادہ...

تمام قریش کا آخری فیصلہ و معاہدہ قطع تعلق

جب قریش کی سفارت حبشہ سے ناکام واپسی ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ نجاشی نے حضرت جعفراوران کے ساتھیوں کا بہت اکرام کیا...ادھر حضرت حمزہ اور حضرت عمر اسلام لے آئے جس سے کافروں کا زور ٹوٹ گیا اور پھر یہ کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی حربہ دین حق کے دبانے میں کارگر نہیں ہوتا تب تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اوران کے تمام حامیوں سے یک لخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے اور نہ ان سے میل جول رکھے جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کردیں...بنی کنانہ بھی اس معاہدہ میں شریک ہوا...

دستاویز کو کعبہ میں لٹکانا

اسی مضمون کی ایک تحریر لکھ کر اندرون کعبہ آویزاں کردی گئی...منصور بن عکرمہ جس نے اس ظالمانہ اور سفاکانہ معاہدہ کو لکھا اس کو تو اسی وقت من جانب اللہ اس کی سزا مل گئی اس کی انگلیاں شل ہوگئیں اور ہمیشہ کے لئے ہاتھ کتابت سے بیکار ہو گیا...

(نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی اجتماعی کوششیں

پے در پے ناکامیوں نے قریش کو اور زیادہ مشتعل کر دیا...کھلم کھلا قتل کرنے میں قبائلی جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا...لیکن خفیہ طور پر قتل کرنے میں پہلے ثبوت کی ضرورت تھی...جس کا مہیا کرنا بنو ہاشم کے لئے تقریباً ناممکن تھا...چنانچہ خفیہ طور پر جان جہاں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان لینے کی سازش ہونے لگی...خواجہ ابو طالب کے چوکنے دماغ نے اس کو بھانپا... انہیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق ہی نہیں بلکہ خاندان ہاشم کے اور لوگوں کے متعلق بھی خطرہ ہوا مثلاً خواجہ ابو طالب کے بڑے صاحبزادے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اگرچہ ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے لیکن چھوٹے صاحبزادے حضرت ...علی ...یہیں تھے جو ہر دم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے... خواجہ ابوطالب نے خاندان کے لوگوں سے مشورہ کیا اور طے یہ کیا کہ شہر کے خطرناک ماحول سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر پناہ لی جائے...

تمام بنو ہاشم کا وادی میں جا بسنا

پہاڑیوں کے بیچ میں ایک مقام... خیف بنی کنانہ... تھا... یہ بنو ہاشم کا موروثی رقبہ تھا... طے یہ ہوا کہ وہاں جا کر قیام کیا جائے... چنانچہ پورا خاندان (جس کے بہت سے افراد ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے) اس مقام پر چلا گیا جس کا دوسرا نام شعب ابی طالب تھا...

بنوہاشم اور بنوالمطلب مومن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے دین کی وجہ سے دیا اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے... بنوہاشم میں سے صرف ابولہب قریش کا شریک رہا...

جناب ابوطالب کی جاں نثاریاں

ابوطالب یہاں پہنچ کر بھی اپنے بھتیجے کی نگرانی راتوں کو کیا کرتے تھے... ان کے سونے کی جگہ بھی بدلتے رہتے تھے...

وادی میں بنی ہاشم پر بھوک وفاقہ کشی کی تکالیف

اس حصار میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کر زندگی بسر کی... حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا... اتفاق سے شب میں میرا پیر کسی تر چیز پر پڑا فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی... حضرت سعد بن ابی وقاص اپنا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لئے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ لگا... پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ چھان کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پی لیا تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما جیسے رفقا اگرچہ بنوہاشم نہیں تھے مگر وہ ان کے ساتھ تھے تو مقاطعہ ان سے بھی اتنا ہی سخت تھا... (محمد میاںؒ)

نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھر

جاتا تا کہ کوئی تاجر اصحاب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے اضعافا مضاعفہ قیمت لے اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں... صحابہ خریدنے کے لئے آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے... الغرض ایک طرف اپنی تہیدستی اور دشمنوں کی یہ چیرہ دستی تھی اور دوسری طرف بچوں کا بھوک سے تڑپنا اور بلبلانا تھا...

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

وہی فطرت رحیمہ ورؤفہ جو انسان تو انسان کسی جانور کے دکھ کو بھی دیکھ کر تڑپ جاتی تھی... اس کے لئے آزمائش کی کیسی کڑی گھڑی تھی کہ ننھے ننھے بچے اس لئے بلبلاتے تھے کہ ان کی ماؤں کی چھاتی میں دودھ نہیں ہے... (النبی الخاتم)

مخالفوں میں مختلف تبصرے

تین سال مسلسل اسی حصار میں سخت تکلیف کے ساتھ گزارے یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز باہر سے سنائی دینے لگی... سنگدل سن سن کر خوش ہوتے لیکن جو ان میں سے رحم دل تھا ان کو ناگوار گزرا اور صاف کہا کہ تم کو نظر نہیں آتا کہ منصور بن عکرمہ پر کیا آفت آئی...

بعض کی خفیہ ہمدردیاں اور ابوجہل کی سنگدلی

بعض لوگوں کا اپنے عزیزوں کی اس تکلیف کو دیکھ کر دل دکھتا تھا پوشیدہ طور پر انکے کچھ کھانے پینے کا سامان بھیجتے... ایک دن کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کیلئے غلام کو ہمراہ لیکر کچھ غلہ لے جا رہے تھے... جاتے ہوئے ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہا کیا تم بنو ہاشم کیلئے غلہ لئے جاتے ہو... میں تم کو ہرگز غلہ نہ لے جانے دونگا اور سب میں تم کو رسوا کروں گا...

اتفاق سے ابوالبختری سامنے سے آ گیا... واقعہ معلوم کر کے ابوجہل سے کہنے لگا ایک شخص اپنی پھوپھی کے لئے غلہ بھیجتا ہے تم اس میں کیوں مزاحمت کرتے ہو... ابوجہل کو غصہ آ گیا اور سخت سست کہنے لگا... ابوالبختری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابوجہل کے سر پر اس زور

سے ماری کہ سر زخمی ہو گیا... مار کھانے سے زیادہ ابو جہل کو اس کی تکلیف پہنچی کہ حضرت حمزہؓ کھڑے ہوئے شعب ابی طالب میں یہ واقعہ دیکھ رہے تھے...

انہیں تکالیف اور مصائب کی بناء پر بعض رحم دلوں کو اس عہد کو توڑنے کا خیال پیدا ہوا... سب سے پہلے ہشام بن عمرو کو خیال آیا کہ افسوس ہم تو کھائیں پئیں... اور ہمارے خویش و اقارب دانہ دانہ سے ترسیں اور فاقے پر فاقے کھینچیں... جب رات ہوئی تو ایک اونٹ غلہ کا شعب ابی طالب میں لے جا کر چھوڑ دیتے...

سرداروں میں مہم

ایک روز ہشام بن عمرو یہی خیال لے کر زہیر بن امیہ کے پاس گئے... جو عبدالمطلب کے نواسے اور عاتکہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے تھے جا کر یہ کہا اے زہیر کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم جو چاہو کھاؤ اور پہنو اور نکاح کرو اور تمہارے ماموں ایک ایک دانہ کو ترسیں... خدا کی قسم اگر ابو جہل کے ماموں اور ننھیال کے لوگ اس حال میں ہوتے تو ابو جہل ہرگز ہرگز ایسے عہد نامہ کی پروانہ کرتا... زہیر نے کہا کہ افسوس میں تنہا ہوں... تنہا کیا کر سکتا ہوں... کاش ایک ہم خیال اور مل جائے تو پھر میں اس کام کیلئے کھڑا ہوں... ہشام بن عمرو وہاں سے اٹھے اور مطعم بن عدی کے پاس گئے اور ان کو ہم خیال بنایا مطعم نے بھی یہی کہا کہ ایک آدمی اور اپنا ہم خیال بنالینا چاہیے...

ہشام وہاں سے روانہ ہوئے اور ابوالبختری اور بعد ازاں زمعۃ بن الاسود کو اپنا ہم خیال بنایا جب یہ پانچ آدمی اس عہد کے توڑنے پر آمادہ ہو گئے تو سب نے ایک زبان ہو کر یہ کہا کہ کل جب سب جمع ہوں اس وقت اس کا ذکر اٹھایا جائے... زہیر نے کہا کہ ابتداء میں کروں گا...

مسجد حرام میں سرداروں کا اکٹھ

صبح ہوئی اور لوگ مسجد میں جمع ہوئے... زہیر اٹھے اور کہا اے اہل مکہ بڑے افسوس اور غیرت کی بات ہے کہ ہم تو کھائیں اور پئیں اور پہنیں اور نکاح اور بیاہ کریں اور بنو ہاشم فاقہ سے مریں... خدا کی قسم جب تک یہ صحیفہ قاطعہ اور ظالمانہ چاک نہ کیا جائے گا میں اس وقت

نہ بیٹھوں گا...ابو جہل نے کہا کہ خدا کا یہ عہد نامہ کبھی نہیں پھاڑا جا سکتا...

زمعہ بن الاسود نے کہا خدا کی قسم ضرور پھاڑا جائے گا جس وقت یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا ہم اسی وقت راضی نہ تھے... ابوالبختری نے کہا کہ زمعہ سچ کہتا ہے ہم بھی راضی نہ تھے... معطم نے کہا بے شک یہ دونوں سچ کہتے ہیں... ہشام بن عمرو نے پھر اس کی تائید کی ابو جہل مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اور یہ کہا کہ یہ تو رات کا طے کیا ہوا معاملہ معلوم ہوتا ہے... (سیرۃ المصطفیٰ)

تین سال پورے ہونے لگے تو یک طرفہ متواتر ظلم وستم نے کچھ اہل قرابت کے دلوں میں نرمی پیدا کی اور یہ بحث شروع ہوئی کہ معاہدہ کی پابندی کب تک کی جائے...لیکن پلہ ان کا بھاری تھا...جن کے سینوں میں دلوں کی جگہ پتھر بھرے ہوئے تھے...دفعتہً ایک قدرتی حل سامنے آ گیا... (محمد میاںؒ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کہ دستاویز کو کیڑوں نے چاٹ لیا ہے

اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ کو باستثناء اسماء الٰہی کیڑوں نے کھا لیا ہے اور باسمک اللھم کے علاوہ جو بطور عنوان ہر تحریر کے شروع میں لکھا جاتا تھا تمام حروف کو کیڑے چاٹ گئے ہیں...

ابو طالب نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ میرے بھتیجے نے آج ایسی خبر دی ہے اور میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ان کی کوئی بات آج تک غلط ثابت ہوئی...آؤ بس اسی پر فیصلہ ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صحیح اور سچ نکلے تو تم ان پر ظلم وستم سے باز آؤ اور اگر غلط نکلے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں چاہے تو ان کو قتل کرنا اور چاہے زندہ چھوڑنا...لوگوں نے کہا کہ اے ابو طالب آپ نے بیشک انصاف کی بات کہی اور اسی وقت عہد نامہ منگوایا گیا...دیکھا تو واقعی سوائے خدا کے نام کے تمام حروف کو کیڑوں نے کھا لیا تھا سرداروں کی رسوائی اور بائیکاٹ کا خاتمہ دیکھتے ہی ندامت اور شرمندگی سے سب کی گردنیں جھک گئیں...اس طرح اس ظالمانہ عہد

نامہ کا خاتمہ ہوا 10 نبوی میں ابو طالب اور آپکے تمام رفقاء اس درہ سے باہر آئے...
بعدازاں ابوطالب حرم میں پہنچے... در بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر ابوطالب اوران کے رفقاء نے یہ دعا مانگی اے اللہ جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری قرابتوں کو قطع کیا اور ہماری آبروؤں کو حلال سمجھا ان سے ہمارا بدلہ اور انتقام لے... (سیرۃ المصطفیٰ)

سرداروں کی ایک نہ چلی سرداران قریش کو یقین تھا کہ جیت ہماری ہوگی... مگر جب خزانہ کھول کر دستاویز نکالی گئی تو دیکھا... الصادق الامین... کی خبر حرف بحرف صحیح ہے سنگدلوں کے پیشواؤں نے پھر بھی یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ محمد کا جادو ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اب وہ اپنے اصرار میں کامیاب نہ ہو سکے اور مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ معاہدہ ختم ہو گیا... اس قدرتی کرشمہ کے بعد ایسی فضا ہوگئی کہ بنو ہاشم شعب سے نکل کر مکہ میں آ گئے... (سیرت مبارکہ)

جناب ابوطالب کا قصیدہ

ابوطالب نے اس بارے میں ایک قصیدہ بھی پڑھا جسکا ایک شعر یہ ہے...

الم یاتکم ان الصحیفة مزقت وان کل مالم یرضه الله یفسد

کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ چاک کیا گیا اور جو چیز خدا کے نزدیک ناپسند ہوتی ہے وہ اسی طرح سے خراب اور برباد ہوتی ہے... (جدید سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

سرداروں کا مشورہ

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لئے دارالندوہ میں حسب ذیل سرداران قریش جمع ہوئے...عتبہ بن ربیعہ...شیبہ بن ربیعہ...ابوسفیان بن حرب... طعیمۃ بن عدی...جبیر بن مطعم...حارث بن عامر...نضر بن حارث...ابوالبختری بن ہشام...زمعۃ بن الاسود حکیم بن حزام...ابوجہل بن ہشام...نبیہ اور منبہ پسران حجاج... امیۃ بن خلف وغیرہ...ابلیس لعین ایک بوڑھے کی شکل میں نمودار ہوا...اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا...لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں...کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں...تمہاری گفتگو سننا چاہتا ہوں اگر ممکن ہوا تو اپنی رائے اور مشورہ سے میں تمہاری امداد کروں گا...

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا کہ آپ کو کسی بند کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے...شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لیے کہ اس کے اصحاب اگر کہیں سن پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چھڑا کر لے جائیں گے کسی نے کہا کہ آپ کو جلائے وطن کر دیا جائے...شیخ نجدی نے کہا یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی اور شرینی اور دل آویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم نہیں اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شہر والے ان کا کلام سن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ (نعوذ باللہ)

ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلائے وطن کیا جائے... بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں... اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے... مجبوراً خون بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا...

شیخ نجدی نے کہا واللہ رائے تو بس یہ ہے اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا اور یہ بھی طے پایا کہ یہ کام اسی شب میں انجام کو پہنچا دیا جائے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع

ادھر جلسہ برخاست ہوا اور ادھر جبریل امین وحی ربانی لے کر پہنچے...

وَاِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ط وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

اور یاد کرو جس وقت کافر تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا نکال دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے اور تدبیر کرتا ہے اللہ اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے...

اور تمام واقعہ سے آپ کو مطلع کیا اور من جانب اللہ آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت کا پیام پہنچایا اور یہ دعا تلقین کی گئی...

قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

اور یہ دعا مانگئے کہ اے پروردگار مجھ کو سچا پہنچانا پہنچا دیجئے اور سچا نکالنا مجھ کو نکالیے اور اپنے پاس سے مجھ کو ایک حکومت اور نصرت عطا فرمائیے...

انتظامات ہجرت

انبیاء علیہم السلام خدا پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں... وہ اعلیٰ درجہ کے متوکل بلکہ آداب

توکل کے معلم اور متوکلین کے امام و پیشوا ہوتے ہیں... اس غیر معمولی توکل اور اعتماد کے نتیجہ میں غیبی تائید اور نصرت خداوندی کی وہ غیر معمولی صورتیں بھی پیش آتی رہتی ہیں جو انہیں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں جن کو معجزہ کہا جاتا ہے اس کے باوجود وہ ظاہری اور مادی اسباب کو نظر انداز نہیں کرتے کیونکہ وہ صرف خانقاہ نشین درویش نہیں ہوتے ان کی زندگی صرف ان کے لئے نہیں ہوتی وہ نوع انسان کے معلم ہوتے ہیں اور ان کی زندگی پوری نوع انسان کیلئے سبق ہوتی ہے... مکان سے نکلتے وقت قدرت نے خاص طرح کی مدد کی مگر آپ نے اور آپ کے رفیق خاص نے روپوش رہنے اور خفیہ روانگی کا جو نظام قائم کیا تھا وہ امت کیلئے بہترین سبق ہے اس کی تفصیل خاص طور پر قابل مطالعہ ہے...

رفیق سفر کا تقرر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خوشی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کریگا... جبریل امین نے کہا... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین دوپہر کے وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اس ناچیز کو بھی ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا... آپ نے فرمایا... ہاں...

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ ابوبکر یہ سن کر رو پڑے... حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے پیشتر مجھ کو گمان نہ تھا کہ فرط مسرت سے بھی کوئی رونے لگتا ہے...

دو اونٹنیوں کا انتظام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں... جن کو چار مہینے سے ببول کے پتے کھلا رہے تھے... عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان میں سے جس ایک کو پسند فرمائیں وہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے آپ نے فرمایا میں بغیر قیمت کے نہ لوں گا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹنی خرید لی

معجم طبرانی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ ابو بکر نے عرض کیا کہ بہتر ہے کہ اگر آپ قیمۃً لینا چاہیں... قیمۃً لے لیں... مطلب یہ کہ میری ذاتی خواہش کچھ بھی نہیں میری خواہش اور ہر میلان آپ کے اشارہ کے تابع ہے...

ہجرت ایک عظیم عبادت ہے جس کو حق تعالیٰ نے بعد ایمان کے ذکر فرمایا ہے... اس لئے آپ اس عبادت عظمیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے آپ یہ چاہتے تھے کہ خدا کی راہ میں ہجرت صرف اپنی ہی جان و مال سے ہو...

اونٹنی کا نام اور قیمت

واقدی کہتے ہیں کہ اس اونٹنی کا نام قصوآ تھا۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا نام جدعآ تھا...

واقدی فرماتے ہیں کہ اس اونٹنی کی قیمت آٹھ سو درہم تھی... علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چار سو درہم تھی... آٹھ سو درہم دونوں اونٹنیوں کی قیمت تھی...

قریشیوں کا محاصرہ......اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی

ابن عباس سے مروی ہے کہ جبریل امین نے آ کر قریش کے مشورہ کی اطلاع دی اور یہ مشورہ دیا کہ آپ یہ رات اپنے کاشانہ مبارک میں نہ گزاریں...

چنانچہ جب رات کا وقت آیا اور تاریکی چھا گئی تو قریش نے حسب قرارداد آ کر آپ کے مکان کو گھیر لیا کہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کریں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ڈرو مت تم کو کوئی کسی قسم کی گزند نہ پہنچا سکے گا... قریش اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے... آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا... (سیرۃ المصطفیٰ)

گرمیوں کا موسم... ستمبر کی ۱۳ تاریخ... ربیع الاول کی یکم... پیر کا دن... مکہ والے گرمیو ں میں مکان سے باہر ڈوڑھیوں کے سامنے یا راستہ کے کنارے پر چارپائیاں بچھا لیتے ہیں

اور آدھی رات تک گپ شپ کرتے ہیں...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ ہے کہ تہائی رات تک نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے ہیں پھر کچھ سورتوں کی تلاوت فرماتے ہوئے باوضو بستر پر اور عموماً کھری چارپائی پر آرام فرماتے ہیں... اس وقت کچھ آنکھ لگ جاتی ہے... صحن میں آپ تنہا ہی ہوتے ہیں یا آپ کی زوجہ مطہرہ لیکن آج خلاف معمول آرام نہیں فرمارہے اور آج آپ تنہا بھی نہیں ہیں... آپ کے چچازاد بھائی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جن کی عمر تقریباً بائیس سال ہے وہ بھی حاضر ہیں اور کچھ باتیں ہورہی ہیں... جیسے حساب سمجھارہے ہیں...

دوسری طرف عجیب بات یہ ہے کہ مکان سے باہر کچھ آدمی آرہے ہیں تلواریں ان کے ہاتھ میں ہیں... یہ نہایت خاموشی سے آتے ہیں اور دروازے کے قریب بیٹھ جاتے ہیں... رفتہ رفتہ دس بارہ آدمی آگئے ہیں ان میں ابوجہل بھی ہے ابولہب بھی... اور عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف بھی... ان میں سے کوئی اٹھتا ہے اور کواڑوں کی دراز سے اندر جھانکتا ہے... (سیرت مبارکہ)

ابوجہل لعین باہر کھڑا ہوا ہنس ہنس کر لوگوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زعم یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کرو تو دنیا میں عرب وعجم کے بادشاہ بنو گے اور مرنے کے بعد تم کو بہشت بریں ملے گی اور ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو دنیا میں ان کے پیروؤں کے ہاتھ سے قتل ہوجاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جلو گے...

اب آدھی رات گزر چکی ہے... آخری پہر شروع ہوگیا ہے... پورے مکہ پر سناٹا چھا گیا... یہ کافر جو باہر آگئے تھے... غالباً کھڑے کھڑے تھک گئے اس لئے قطار لگا کر دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے ہیں وفعتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے ہیں... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹاتے ہیں... اپنی چادر ان کے اوپر ڈال دیتے ہیں پھر دروازہ سے باہر تشریف لاتے ہیں... سورۂ یٰسین تلاوت فرمارہے ہیں... (سیرت مبارکہ)

معجزۂ نبوی

کفار نے آپ کی مخالفت میں ایک کمیٹی قائم کی جس کے بعد بڑے بڑے بہادروں کی

ایک جماعت نے آپ کے متعلق مشورہ کیا اور رات کو آپ کے مکان پر اس ارادے سے آئے تا کہ آپ کو کسی تدبیر سے اندھیرے میں اس طرح قتل کر دیں... کہ کسی کو قاتل کا پتہ نہ چل سکے... آپ ان کے درمیان میں سے اس طرح نکل گئے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو سکی کہ کون جارہا ہے اور آپ نے ان پر مٹی ڈال دی اور صاف نکل گئے جو کچھ انہوں نے امید لگا رکھی تھی وہ ان کے ہاتھ نہ لگی اور صبح کو اپنے زرد چہروں سے رات والی مٹی کو جھاڑنے لگے...

یہ واقعہ ماخوذ اس حدیث شریف سے ہے جس کو ابن سعد بروایت ابن عباس وعلی (حضرت عائشہ بنت ابی بکر و عائشہ بنت قدامہ و سراقہ بن جہیم (اس میں ایک راوی کے الفاظ دوسرے راوی کے الفاظ سے مل گئی ہیں) بیان کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارادۂ ہجرت مکان سے باہر تشریف لائے اور کفار مکہ بارادہ قتل دولت خانہ کے آس پاس جمع تھے... آپ نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر ان کے سروں پر بکھیرنا شروع کر دیں... اور سورۂ یٰسین کی ابتدائی چند آیتیں پڑھیں اور تشریف لے گئے اس کے بعد کسی نے ان سے کہا کہ تم کس کے انتظار میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فکر میں ہیں وہ بولا کہ خدا کی قسم وہ تو چلے گئے... کفار بولے کہ خدا کی قسم ہم کو تو نظر نہ پڑے... یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور اپنے سروں سے مٹی جھاڑنے لگے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باامن غار ثور میں پہنچ جانا

آپ ان کے سامنے سے نکل کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیکر جبل ثور کا راستہ لیا اور وہاں جا کر ایک غار میں چھپ گئے (سیرۃ المصطفیٰ)

اب نہیں کہا جا سکتا کہ ان کافروں کو نیند آ گئی تھی یا جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے ان کی آنکھوں کے سامنے دیوار کھڑی کر دی گئی تھی... جو اطمینان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے قدرت نے کوئی دیوار کھڑی کر دی ہے جس کو آپ محسوس فرما رہے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اطمینان کی بھی انتہا ہو گئی کہ آپ یونہی نہیں گزر جاتے بلکہ دست مبارک میں مٹی لیتے ہیں اور ہر ایک کے سر پر مٹی رکھتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں... یہ نبی کا اعتماد... وثوق اور یقین ہے خدا پر اور خدا کے کلام پاک پر (سیرت مبارکہ)

قریشیوں کو اپنی ناکامی کی خبر

اسی اثناء میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے پاس سے گزرا تو قریش کی جماعت سے دریافت کیا کہ تم کیوں کھڑے ہو اور کس کے منتظر ہو... کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں کہ وہ برآمد ہوں تو ہم ان کو قتل کر دیں... اس شخص نے کہا اللہ تم کو ناکام کرے... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سروں پر خاک ڈال کر گزر بھی گئے جب صبح ہوئی اور حضرت علی آپ کے بستر سے اٹھے تو یہ کہنے لگے کہ واللہ اس شخص نے ہم سے سچ کہا تھا اور نہایت... ندامت کے ساتھ حضرت علی سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں... حضرت علی نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں... (سیرۃ المصطفیٰ)

کفار قریش نے تمام شب آپ کے مکان کا محاصرہ تو رکھا مگر مکان کے اندر نہیں گھسے اس لیے کہ اہل عرب کسی کے زنانہ مکان میں گھسنے کو معیوب سمجھتے تھے...

کسی کے مکان میں گھسنا بہت معیوب تھا مگر یہ لوگ ضابطہ اخلاق سے دامن جھاڑ کر خاص منصوبہ کے تحت آئے تھے اور اب ناکامی کی جھونجل بھی تھی... غصہ اور جوش میں اندر گھس گئے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ (محمد صلی اللہ عیہ وسلم فداہ روحی) کی جگہ خواجہ ابوطالب کا سب سے چھوٹا لڑکا... علی... بستر پر دراز خراٹے لے رہا ہے...

حواس باختہ دشمنوں نے جھنجھوڑ کر اٹھایا... پوچھا... محمد... (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا... مجھے کیا خبر؟ جواب صحیح تھا... انہیں خبر نہیں تھی... بہت پوچھ گچھ کی ڈرایا... دھمکایا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ نہیں بتا سکے... (سیرت مبارکہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جان نثاری

خدا پر بھروسہ اور اطمینان کی دوسری مثال... یہ نوجوان (علی رضی اللہ عنہ) پیش کر رہے ہیں کہ وہ بستر پر آرام سے لیٹے ہیں... وہ سمجھ رہے ہیں کہ آج کی شب... شب مقتل ہے... دشمن اسی لئے اکٹھے ہو رہے ہیں کہ اس بستر والے کو ذبح کریں... آرام گاہ کو ذبح خانہ بنائیں... بستر والا نہ ہو تو جو بستر پر ہو گا وہ ذبح ہو گا... مگر یا تو اللہ کی حفاظت پر

اطمینان کامل ہے... یا دیدار محبوب کے شوق مضطر نے موت کو بھی محبوب بنا دیا ہے... یہی تسکین بخش اطمینان ہے کہ جیسے ہی لیٹتے ہیں سو جاتے ہیں... (سیرت مبارکہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری

دشمنوں نے اگرچہ یہ خطاب اب چھوڑ دیا تھا... مگر آپ کی صداقت و امانت ان دشمنوں کی خاطر نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ آپ کی فطرت مبارکہ کا جوہر تھی... چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو سمجھا رہے تھے... وہ ان امانتوں کا حساب ہی تھا جو انہیں دشمنوں کی آپ کے پاس تھیں... جواب منصوبہ قتل ناحق کو کامیاب بنانے کے درپے تھے... آپ نے اس خطرناک اور ہیبت ناک فضا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی لئے چھوڑا تھا کہ جن کی امانتیں ہیں ان کو واپس کر کے اور پوری طرح حساب سمجھا کر تشریف لائیں... چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن بعد روانہ ہوئے جب امانتیں ادا کر چکے اور حساب سمجھا چکے... (سیرت مبارکہ)

شہر مکہ کو الوداع

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو ٹیلے پر سے ایک نظر ڈال کر مکہ کو دیکھا اور یہ فرمایا...

خدا کی قسم (مکہ) اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے اگر میں نکالا نہ جاتا تو نہ نکلتا... (ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس وقت یہ فرمایا...

تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو بڑا ہی محبوب ہے اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو میں دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا...

قریشیوں کی بوکھلاہٹ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر انعام کا اعلان

قریشی دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے... ایک لڑکی (بڑی صاحبزادی حضرت اسماء) سامنے آئی... پوچھا... تمہارے باپ کہاں ہیں؟ مجھے خبر نہیں... لڑکی نے جواب دیا... ابوجہل نے اس معصومہ کے اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ کان کی بالی گر گئی...

جب ان بدبختوں کو یقین ہو گیا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو اس کی تلاش میں دوڑے... مکہ کی گلی گلی چھان ماری اور جب کہیں پتہ نہ چلا تو فوراً منادی کرادی کہ جو محمد اور اس کے ساتھی کو زندہ گرفتار کر کے لائے یا ان کا سر لائے اس کو (ایک دیت کے بموجب) سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے... سو اونٹ کا انعام معمولی نہیں تھا... انعام کے شوق میں بہت سے من چلے دوڑے مگر کامیابی کسی کو بھی نہیں ہوئی... کیونکہ رب محمد... اپنے محمد کی مدد کر رہا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) (سیرت مبارکہ)

کھانے پینے اور حالات سے باخبر رہنے کا انتظام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء نے سفر کے لئے ناشتہ تیار کیا عجلت میں بجائے رسی کے اپنا (پٹکا) پھاڑ کر ناشتہ دان باندھا... اسی روز سے حضرت اسماء ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہوئیں ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ بند کیا اور عبداللہ بن ابی بکر جو ابوبکر کے فرزند ارجمند تھے اور جوان تھے وہ دن بھر مکہ میں رہتے اور رات کو آ کر قریش کی خبر بیان کرتے اور عامر بن فہیرہ ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام بکریاں چرایا کرتے تھے عشاء کے وقت آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکر کو بکریوں کا دودھ پلا جاتے تھے...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بچوں کا ایثار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت کے وقت اپنی پوری پونجی ساتھ لے لی تھی... پانچ چھ ہزار آپ کے پاس نقد تھے آپ روانہ ہوئے تو آپ نے سب رقم ساتھ لے لی اور اہل وعیال کو خدا کے نام پر چھوڑ دیا...

آپ کے بچوں کا ایثار یہ تھا کہ اس کی نہ ان کو کوئی ناگواری ہوئی نہ تہی دستی سے پریشانی گویا خود ان کی بھی خواہش یہی تھی... انتہا یہ کہ جب حضرت ابوبکر کے والد ابوقحافہ کو خبر ہوئی کہ ابوبکر چلے گئے تو بچوں کے پاس آئے اور فرمایا ابوبکر تو چلے گئے... کچھ تمہارے لئے بھی چھوڑ گئے ہیں... میرا خیال یہ ہے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب لے گئے...

جان سے تو گئے ہی مال بھی لے گئے۔۔تمہیں خالی چھوڑ گئے۔۔تو بڑی صاحبزادی حضرت اسماء نے فوراً جواب دیا۔۔نہیں۔۔۔دادا جی وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔۔ابو قحافہ کچھ مطمئن نہیں ہوئے تو حضرت اسماء نے اس جگہ جہاں رقم رہا کرتی تھی کنکریاں تھیلی میں بھر کر رکھ دیں۔۔دادا کی بصارت جاتی رہی تھی۔۔ان کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں اور تھیلی پر ہاتھ رکھ کر بتادیا کہ یہ رقم محفوظ ہے۔۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ محض دادا کو مطمئن کرنے کے لئے کردیا۔۔ورنہ واقعہ یہ تھا کہ جو کچھ تھا۔۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب لے آئے تھے۔۔ہمیں خالی چھوڑ آئے تھے۔۔(سیرت مبارکہ)

غار ثور کی طرف روانگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے روانہ ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے۔۔۔پھر یہ دونوں مکان کی پشت کی طرف سے کھڑکی سے نکل کر کوہ ثور کی طرف روانہ ہو گئے جو مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور جس کی چوٹی پر یہ غار ہے جس نے غار ثور کے نام سے غیر فانی شہرت حاصل کی۔۔۔(سیرت مبارکہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حق رفاقت ادا کردیا

جب آپ غار کی طرف روانہ ہوئے تو اس یار غار اور ہمدم و جان نثار محب با اخلاص اور صدیق با اختصاص کی بیتابی اور بے چینی کا عجب حال تھا کبھی آپ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائی اور کبھی بائیں پھر آخر آپ نے دریافت فرمایا ابوبکر یہ کیا ہے کہ کبھی آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے ابوبکر نے عرض کیا۔۔۔

یارسول اللہ۔۔۔۔۔۔جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں پیچھے سے تو کوئی آپ کی تلاش میں نہیں آرہا تو پیچھے چلتا ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی گھاٹ میں نہ بیٹھا ہو تو آگے چلتا ہوں۔۔۔آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر کیا اس سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤ۔۔۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں۔۔۔یارسول اللہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔۔۔یہی چاہتا ہوں کہ آپ بچ جائیں اور میں قتل ہو جاؤں۔۔۔جب غار پر پہنچے تو عرض کیا یارسول اللہ ذرا ٹھہریئے میں اندر جا کر آپ کیلئے غار کو صاف کرلوں۔۔۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے اور قریش ہمیں تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آ کھڑے ہوئے اس وقت میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں سے اگر کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے تو یقیناً ہم کو دیکھ پائے گا... آپ نے ارشاد فرمایا...

...اے ابوبکر ان دو کے ساتھ تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے... یعنی ہم دونوں تنہا نہیں بلکہ تیسرا ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ ہے جو ہم کو ان اعداء کے شر سے محفوظ رکھے گا......

جب آپ نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت حزیں اور غمگین ہیں تو یہ ارشاد فرمایا...

لا تحزن ان الله معنا تو بالکل غم نہ کھا... یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ابوبکر کی تسکین کے لئے دعا بھی فرمائی... پس اللہ کی طرف سے ابوبکر پر ایک خاص سکینت اور خاص طمانیت نازل ہوئی...

معجزۂ نبوی

اعمیت ابصارهم لما اتوا غارثورفی شقاء ودغل

وراوازوج الحمام قائماً فی فم الغاربعید ان دخل

وراو اللعنكبوت نسجه فاستكانوا بهوان و فشل

لوراواماتحت اقدام راوا اكرم الخلق نزيلاًمارحل

یہ واقعہ ماخوذ اس حدیث شریف سے ہے جس کو شیخین نے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا غار ثور میں میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر ان کفار میں سے جو کہ ہماری تلاش میں یہاں پھر رہے ہیں کسی کی نظر اپنے قدم کی طرف پڑی تو وہ ہم کو دیکھ لے گا... آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تم ایسے دو شخصوں (صدیق اکبر اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے خیال میں کیوں پریشان ہو رہے ہو جو صرف دو نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ خدا بھی تیسرا ہے اور اس حدیث سے بھی ماخوذ ہے جس کو ابن سعد اور ابن مردویہ اور بیہقی اور ابونعیم نے بروایت ابی مصعب المکی بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک

مرتبہ انس بن مالک اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں روپوش تھے خداوند عالم نے درخت کو حکم دیا تھا کہ وہ اس طرح اُگے کہ آپ کے سامنے ہو جاوے اور آپ اس کی وجہ سے چھپ جاویں اور مکڑی کو حکم دیا کہ وہ اپنا جال آپ کے چہرے کے سامنے تنے اور جنگلی کبوتروں کو حکم دیا تو انہوں نے غار کے منہ پر اپنا آشیانہ بنالیا... اس کے بعد جوانان قریش جن میں کسی کے پاس لاٹھی... کسی کے پاس تلوار تھی آپ کی تلاش میں آئے... حتیٰ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ گئے... اس وقت ان میں سے ایک شخص نے غار میں جھانک کر دیکھا تو غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر موجود ہیں... وہ یہ دیکھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا... انہوں نے کہا کہ تو ہمارے پاس کیوں آیا؟ تو نے غار میں تلاش کی ہوتی... وہ بولا کہ میں نے غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتروں کو بیٹھے ہوئے پایا اس لئے مجھے یقین ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غار کے اندر نہیں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس باہمی گفتگو کو سنا اور سمجھ لیا کہ خداوند عالم نے ان لوگوں کو کبوتروں کی وجہ سے دفع کر دیا تو آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان پر نزول رحمت کی دعا بھی خصوصیت سے فرمائی اور حکم دیا کہ جو انکو قتل کرے اس کو ان کا بدلہ دینا پڑے گا... اور ان کبوتروں نے حرم میں اقامت کی... اس وقت جس قدر کبوتر حرم میں ہیں وہ ان ہی دو کبوتروں کی نسل سے ہیں... (جدید سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اہل اسلام کے سفر ہجرت کی تفصیلات

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اس کی اجازت فرمادی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی... حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی... چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی

طرف ہجرت کی مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جا سکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے...وہاں پہنچ کران کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہوگئے اور اسلام کو غلبہ ہوگیا...اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آ گئے لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی...ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے...یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے...

اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو تراسی ۸۳ مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے...بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک...کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بھی بہت سے تحفے لیکر گیا اور اس کے خواص اور پادریوں کے لئے بھی بہت سے ہدیے لیکر گیا...جا کر اول حکام اور پادریوں سے ملا اور ہدیے دے کر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا...اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حکام نے تائید کی...انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں...اور آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے...ہم کو شرفائے مکہ نے اور ان لوگوں کے باپ... چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں...آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں... بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالہ نہیں کر سکتا...اول ان سے بُلا کر تحقیق کرلوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالہ کر دوں گا...

چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا...مسلمان اول بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہیے... بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آدابِ شاہی کے موافق سجدہ

نہیں کیا... ان لوگوں نے کہا ہم کو ہمارے نبی نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی... اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کئے...

حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے... نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے... پتھروں کو پوجتے تھے... مردار کھاتے تھے برے کام کرتے تھے... رشتے ناتوں کو توڑتے تھے... ہم میں قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا... ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو... اس کی سچائی کو... اس کی ایمانداری کو... پرہیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں... اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا... اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا... برے کاموں سے منع کیا... اُس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا... امانت داری کا حکم دیا... صلہ رحمی کا حکم کیا... پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا... نماز... روزہ... صدقہ... خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے... زنا... بدکاری... جھوٹ بولنا... یتیم کا مال کھانا... کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے برے اعمال سے منع فرمایا... ہم کو قرآنِ پاک کی تعلیم دی... ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی... جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی... اور ہم کو ہر طرح ستایا... ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آئے ہیں... بادشاہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ... حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں... اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰ لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا... وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانا پڑی... آپس میں صلاح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے... ساتھیوں نے کہا ابھی ایسا نہیں چاہیے...

یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا... دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی

کرتے ہیں... ان کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے... بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا...

صحابہؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی... بہرحال گئے... بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ کے بارہ میں کیا کہتے ہو... انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں... اس کے رسول ہیں... اس کی روح ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریم کی طرف ڈالا... نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے...

پادری لوگ آپس میں چخ چخ کرنے لگے... نجاشی نے کہا تم جو چاہو کہو... اس کے بعد نجاشی نے ان کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو... جو تمہیں کو ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا... (خمیس) اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا... تو پھر کفار مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا... ظاہر ہے اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے... (فضائل اعمال)

شعب ابی طالب میں قید و بند کی برداشت

سردارانِ مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے... لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا... اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اُونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے... وہ اگرچہ مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے... اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بائیکاٹ کیا جاوے... نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے... نہ ان سے خرید و فروخت کرے... نہ بات چیت کرے... نہ ان کے گھر جائے... نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے... اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں... یہ معاہدہ زبانی گفتگو پر ختم نہیں

ہوا... بلکہ یکم محرم ۷ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا... تا کہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے... نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے... اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا... معمولی سا سامان غلہ وغیرہ جوان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا... آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے پریشان ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں... آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا... اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی... تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گذری ہوں گی وہ ظاہر ہے... لیکن اس کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے...

فائدہ: یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اٹھائیں ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا متبع بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں... لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ان حضرات نے قربانیاں کتنی فرمائیں... اور ہم نے دین کی خاطر... اسلام کی خاطر... مذہب کی خاطر کیا کیا... کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے... ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش و آرام... بددینی اور دنیا طلبی میں کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو... یہ کیسے ہو سکتا ہے... (فضائل اعمال)

مدینہ منورہ ہجرت کی تفصیل

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے بعد

ذی الحجہ کے بقیہ دن اور محرم اور صفر مکہ میں ٹھہرے رہے اور جب مشرکین قریش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مدینہ میں ٹھکانہ اور حفاظت کی جگہ بنا دی ہے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انصار مسلمان ہو گئے ہیں اور مہاجرین ان کے پاس جا رہے ہیں تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر رہیں گے... پھر (نعوذ باللہ من ذلک) یا تو ان کو قتل کر دیں گے یا قید کر دیں گے... عمرو بن خالد راوی کو شک ہے کہ قید کرنے کا ذکر ہے یا زمین پر گھسیٹنے کا... (بظاہر قید کرنے کا ذکر ہے) یا آپ کو مکہ سے نکال دیں گے یا آپ کو باندھ رکھیں گے...

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سازش سے باخبر کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ الانفال: ۳۰)

ترجمہ:......اور جب فریب کرتے تھے کافر، کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا، اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے......

جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اس دن آپ کو یہ خبر لگی کہ آپ رات کو جب اپنے بستر پر لیٹ جائیں گے تو وہ کافر رات کو آپ پر حملہ کر دیں گے... چنانچہ رات کے اندھیرے میں آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے نکل کر غار ثور تشریف لے گئے اور یہ وہی غار ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آ کر لیٹ گئے تاکہ جاسوسوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کا پتہ نہ چلے (اور وہ یہ سمجھتے رہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی لیٹے ہوئے ہیں) اور مشرکین قریش ساری رات ادھر ادھر پھرتے رہے اور مشورے کرتے رہے کہ بستر پر لیٹے ہوئے آدمی کو ایک دم پکڑ لیں گے... وہ یونہی مشورے کرتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور باتوں ہی باتوں میں صبح ہو گئی...

جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھ رہے ہیں...

مشرکین نے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہے...اس وقت انہیں پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو جا چکے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں وہ مشرک سوار ہو کر ہر طرف چل پڑے اور آس پاس کے چشمے والوں کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لیں انہیں بڑا انعام ملے گا اور وہ تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے...حتیٰ کہ وہ غار کے اوپر بھی چڑھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آوازیں بھی سن لیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو اس وقت بہت ڈر گئے اور ان پر خوف اور غم طاری ہو گیا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (سورۃ التوبۃ:۴۰)

ترجمہ:......غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے......

اور آپ نے دعا مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً آپ پر سکینہ نازل ہوئی (جیسے کہ قرآن مجید میں ہے)

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ؕ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورۃ التوبۃ ۴۰)

ترجمہ:......پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں، اور نیچے ڈالی بات کافروں کی، اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا......

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ دودھ والی بکریاں تھیں جو روزانہ شام کو ان کے اور ان کے گھر والوں کے پاس مکہ آ جاتی تھیں (اور یہ ان کا دودھ پی لیا کرتے تھے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما بڑے امانت دار، دیانت دار اور بڑے پکے مسلمان تھے، انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (کسی رہبر کو اجرت پر لینے کیلئے) بھیجا... چنانچہ انہوں نے بنو عبد بن عدی کا ایک آدمی اجرت پر لے لیا جسے ابن الاریقط کہا جاتا تھا جو کہ قریش کے بنو سہم یعنی بنو عاص بن وائل کا حلیف تھا یہ عدوی آدمی اس وقت مشرک تھا...اور وہ

لوگوں کوراستہ بتانے کا کام کرتا تھا...ان دنوں وہ ہماری سواریاں لے کے چھپا رہا...

شام کے وقت مکہ کے تمام حالات لے کر حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کے پاس آتے اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ہر رات بکریاں لے آتے... یہ حضرات ان کا دودھ نکال کر پی لیتے اور ذبح کر کے گوشت کھا لیتے... پھر صبح صبح حضرت عامر رضی اللہ عنہ بکریاں لے کر لوگوں کے چرواہوں میں جا ملتے اور ان کا کسی کو بھی پتہ نہ چلتا... یہاں تک کہ جب ان حضرات کے بارے میں شور وغل بند ہو گیا اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما نے آ کر ان حضرات کو بتایا کہ ان کے بارے میں لوگ خاموش ہو گئے ہیں تو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما اور ابن اریقط ان حضرات کی دو اونٹنیاں لے کر آ گئے اور یہ حضرات غار میں دو رات اور دو دن گزار چکے تھے... پھر یہ حضرات وہاں سے چلے اور ان کے ساتھ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما تھے جو ان حضرات کی اونٹنیوں کو ہانکتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کی (مختلف کاموں میں) اعانت کرتے... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو اپنے پیچھے باری باری بٹھا لیتے... حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما اور بنوعدی کا قبیلہ کے راستہ بتانے والے کے علاوہ اور کوئی ان حضرات کے ساتھ نہ تھا...(اخرجہ الطبرانی مرسلا)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں روزانہ ہمارے پاس دو دفعہ تشریف لاتے تھے... ایک دن آپ عین دوپہر کے وقت تشریف لائے میں نے کہا اے ابا جان! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں... میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس وقت کسی خاص بات کی وجہ سے آئے ہیں...(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کیساتھ جانا چاہتا ہوں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس دو سواریاں ہیں جنہیں میں اتنے عرصہ سے آج کے انتظار میں گھاس کھلا رہا ہوں ان میں سے ایک آپ لے لیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیمت دے کر لوں گا...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ اسی میں خوش ہیں تو قیمت دے کر لے لیں... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ان دونوں حضرات کے لئے سفر کا کھانا تیار کیا اور اپنے کمر بند کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑے سے زاد سفر کو باندھ دیا... پھر وہ دونوں حضرات چلے اور ثور پہاڑ کے غار میں جا ٹھہرے... جب وہ دونوں حضرات اس غار تک پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس غار کے اندر گئے اور ہر سوراخ میں انگلی ڈال کر دیکھا کہ کہیں اس میں کوئی موذی جانور تو نہیں ہے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائے) جب کفار کو یہ دونوں حضرات (مکہ میں) نہ ملے تو وہ ان کی تلاش میں چل پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ کر لانے والے کے لئے سو اونٹنیوں کا انعام مقرر کیا اور مکہ کے پہاڑوں پر پھرتے پھرتے اس پہاڑ پر پہنچ گئے جہاں یہ دونوں حضرات تھے...

ان میں سے ایک آدمی غار کی طرف منہ کئے ہوئے تھا... اس کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ یہ آدمی تو ہمیں دیکھ رہا ہے... آپ نے فرمایا ہر گز نہیں... فرشتے ہمیں اپنے پروں سے چھپائے ہوئے ہیں... چنانچہ وہ آدمی بیٹھ کر غار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگا... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ ہمیں دیکھ رہا ہوتا تو ایسے نہ کرتا... وہ دونوں حضرات وہاں تین رات رہے... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما شام کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں لے آتے اور آخر رات میں ان کے پاس سے بکریاں لے کر چلے جاتے اور چراگاہ میں جا کر چرواہوں کے ساتھ مل جاتے... شام کو چرواہوں کے ساتھ واپس آتے (لیکن) آہستہ آہستہ چلتے (اور پیچھے رہ جاتے) جب رات کا اندھیرا ہو جاتا تو اپنی بکریاں لے کر ان دونوں حضرات کے پاس پہنچ جاتے... چرواہے یہ سمجھتے کہ وہ انہی کے ساتھ ہیں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن کو مکہ میں رہ کر حالات معلوم کرتے رہتے اور جب رات کا اندھیرا ہوتا تو وہ ان دونوں حضرات کو جا کر سارے حالات بتا دیتے پھر آخر رات میں ان حضرات کے پاس سے چل پڑتے اور صبح کو مکہ پہنچ جاتے (تین راتوں کے بعد) یہ دونوں حضرات غار سے نکلے اور ساحل

سمندر کا راستہ اختیار کیا... کبھی حضرت ابو بکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنے لگتے جب ان کو پیچھے سے کسی کے آنے کا خطرہ ہوتا تو آپ کے پیچھے چلنے لگتے...

سارے سفر میں یونہی (کبھی آگے کبھی پیچھے) چلتے رہے... چونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں مشہور تھے اس وجہ سے راستہ میں انہیں کوئی (پہچاننے والا) ملتا اور یہ پوچھتا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو آپ کہتے، یہ راستہ دکھا رہا ہے... ان کا مطلب یہ ہوتا کہ مجھے دین کا راستہ دکھا رہا ہے اور دوسرا یہ سمجھتا کہ انہیں سفر کا راستہ دکھا رہا ہے... جب یہ حضرات قدید کی آبادی پر پہنچے جو ان کے راستہ میں پڑتی تھی تو ایک آدمی نے بنومدلج کے پاس آ کر بتایا کہ میں نے سمندر کی طرف جاتے ہوئے دو سواروں کو دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ قریش کے وہی دو آدمی ہیں جنہیں تم ڈھونڈ رہے ہو تو سراقہ بن مالک نے کہا یہ دو سوار تو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے لوگوں کے کسی کام کے لئے بھیجا ہے (سراقہ سمجھ تو گئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں لیکن لوگوں سے چھپانے کے لئے یہ کہہ دیا) پھر سراقہ نے اپنی باندی کو بلا کر اس کے کان میں یہ کہا کہ وہ ان کا گھوڑا (آبادی سے) باہر لے جائے... پھر وہ ان دونوں حضرات کی تلاش میں چل پڑے... سراقہ کہتے ہیں کہ میں ان دونوں کے قریب پہنچا اور پھر انہوں نے اپنا قصہ بیان کیا جیسے کہ آگے آئے گا... (اخرجہ الطبرانی)

حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چند لوگوں کا تذکرہ ہوا اور لوگوں نے ایسی باتیں کیں جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ابو بکر کی ایک رات عمر کے سارے خاندان (کی زندگی) سے بہتر ہے اور ابو بکر کا ایک دن عمر کے سارے خاندان (کی زندگی) سے بہتر ہے... جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر غار ثور تشریف لے گئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کچھ دیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے اور کچھ دیر پیچھے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سمجھ گئے اور آپ نے فرمایا اے ابو بکر تمہیں کیا ہوا کچھ دیر میرے پیچھے چلتے ہو اور کچھ دیر میرے آگے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب مجھے خیال آتا ہے کہ

پیچھے سے کوئی تلاش کرنے والا نہ آجائے تو میں پیچھے چلنے لگتا ہوں اور پھر مجھے خیال آتا ہے کہ آگے کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے چلنے لگتا ہوں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر! اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آئے تو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ میرے بجائے تمہیں پیش آئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے... یہی بات ہے... جب یہ دونوں حضرات غار تک پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ذرا یہاں ٹھہریں میں آپ کے لئے غار کو صاف کرلوں...

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر غار کو صاف کیا... پھر باہر آئے تو خیال آیا کہ انہوں نے سوراخ ابھی صاف نہیں کئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی آپ ذرا اور ٹھہریں میں سوراخ بھی صاف کرلوں... چنانچہ اندر جا کر غار کو اچھی طرح صاف کیا پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ اندر تشریف لے آئیں... آپ اندر تشریف لے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی) یہ ایک رات عمر کے پورے خاندان سے بہتر ہے... (اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ ۳/۱۸۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (میرے والد) حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے تیرہ درہم میں ایک زین خریدی.. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ (اپنے بیٹے) براء سے کہو کہ وہ یہ زین میرے گھر پہنچا دے.. حضرت عازب نے کہا پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے) ہجرت کر کے چلے تھے اور آپ ان کے ساتھ تھے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ پھر میں براء سے کہوں گا...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم (غار سے) شروع رات میں نکلے اور ساری رات چلتے رہے پھر اگلے سارے دن تیزی سے چلتے رہے پھر اگلی رات چلتے رہے حتیٰ کہ اس سے اگلا دن ہو گیا اور دوپہر ہوگئی اور گرمی تیز ہوگئی پھر میں نے اپنی نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آجائے جہاں ہم ٹھہر جائیں تو مجھے ایک چٹان نظر آئی میں جلدی سے وہاں گیا تو وہاں ابھی کچھ سایہ باقی تھا... میں

نے اس جگہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برابر کیا اور آپ کے لئے ایک پوستین بچھادی اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا لیٹ جائیں... چنانچہ آپ لیٹ گئے پھر میں نکل کر دیکھنے لگا کہ کوئی تلاش کرنے والا ادھر تو نہیں آ رہا تو مجھے بکریوں کا ایک چرواہا نظر آیا... میں نے کہا اے لڑکے تم کس چرواہے کے لڑکے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جسے میں نے پہچان لیا...

میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا، ہے میں نے کہا کچھ دودھ مجھے نکال کر دے سکتے ہو؟ (یعنی کیا تمہیں یوں دودھ دینے کی اجازت ہے) اس نے کہا ہاں دے سکتا ہوں میرے کہنے پر اس نے ایک بکری کی ٹانگیں باندھیں... پھر اس نے اس کے تھن سے غبار کو صاف کیا پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے غبار کو صاف کیا... میرے پاس ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اس نے مجھے تھوڑا سا دودھ نکال کر دیا... میں نے پیالہ میں پانی ڈالا جس سے نیچے تک کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا... پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ دودھ پی لیں... آپ نے اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا... پھر میں نے کہا چلنے کا وقت ہو گیا...

چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے مکہ والے ہمیں تلاش کر رہے تھے... سراقہ بن مالک بن جعشم کے علاوہ اور کوئی ہم تک نہ پہنچ سکا... یہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ڈھونڈنے والا ہم تک پہنچ گیا... آپ نے فرمایا غم نہ کرو... بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے... پھر وہ سراقہ جب ہمارے اور قریب آ گیا... یہاں تک کہ ایک یا دو یا تین نیزوں تک کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ یہ ڈھونڈنے والا ہمارے بالکل قریب آ گیا ہے اور میں رو پڑا...

آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا میں اپنی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں... بلکہ آپ کی وجہ سے رو رہا ہوں... آپ نے اس کے لئے یہ بددعا کی اے اللہ! آپ ہمیں اس سے جیسے چاہیں بچالیں... تو ایک دم اس کے گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے اور وہ اپنے گھوڑے سے کودا... اور کہا اے محمد! مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کا کام ہے... آپ اللہ سے دعا کریں کہ میں جس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں وہ مجھے اس سے نکال دے اللہ کی قسم! مجھے پیچھے جتنے ڈھونڈنے والے ملیں گے میں ان سب کو آپ کے بارے میں مغالطہ میں

ڈال دوں گا... (اور آپ کے پیچھے کسی کو نہیں آنے دوں گا) اور یہ میرا ترکش ہے آپ اس میں سے ایک تیر لے لیں... فلانی جگہ آپ میرے اونٹوں اور بکریوں کے پاس سے گزریں گے ... (آپ یہ تیر دکھا کر) جتنی بکریوں کی آپ کو ضرورت ہو لے لیں...

آپ نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے... پھر آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی... وہ اس مصیبت سے خلاصی پا کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چل دیئے (اور میں آپ کے ساتھ تھا) یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے... لوگوں نے آپ کا استقبال کیا... لوگ راستے کے دونوں طرف چھتوں پر چڑھ گئے اور راستے میں خادم اور بچے دوڑے پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اللہ اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے...

مدینہ کے لوگ آپس میں جھگڑنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کے مہمان بنیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات تو میں عبدالمطلب کے ماموں بنونجار کے ہاں ٹھہروں گا... اس طرح میں ان کا اکرام کرنا چاہتا ہوں... (چنانچہ آپ وہاں ٹھہرے) جب صبح ہوئی تو آپ کو (اللہ کی طرف سے) جہاں ٹھہرنے کا حکم ملا وہاں تشریف لے گئے...

(اخرجه احمد واخرجه الشيخان فی الصحيحين كما فی البداية ۱۸۷/۳، ۱۸۸)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی... حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ میں مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر سن لی تھی مدینہ کے مسلمان روزانہ صبح کو حرہ تک آپ کے استقبال کے لئے آتے اور آپ کا انتظار کرتے اور جب دوپہر کو گرمی تیز ہو جاتی تو مدینہ واپس چلے جاتے... ایک دن بہت دیر انتظار کر کے مسلمان واپس ہوئے...

جب یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچے تو ایک یہودی ایک قلعہ پر کسی چیز کو دیکھنے کے لئے چڑھا... اس کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر پڑی جو کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے... اور ان حضرات کے آنے کی وجہ سے سراب ہٹتا جا رہا تھا... (گرمی کی وجہ سے

ریگستان میں جو ریت پانی کی طرح نظر آتی ہے اسے سراب کہتے ہیں) اس یہودی سے نہ رہا گیا اس نے بلند آواز سے کہا اے عرب والو! یہ تمہارے حضرت ہیں جن کا تم انتظار کر رہے تھے تو مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے (اس زمانے میں استقبال کے لئے ہتھیار بھی لگائے جاتے تھے) اور (ہتھیار لگا کر) مسلمانوں نے حرہ مقام پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا... آپ ان سب کو لے کر حرہ کے داہنی جانب مڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے ہاں جا کر ٹھہرے... وہ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو لوگوں کے استقبال میں کھڑے ہو گئے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے تو انصار میں سے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اب تک نہیں دیکھا تھا تو وہ آ آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے لگے... یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ کر اپنی چادر سے آپ پر سایہ کرنے لگے تب لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ چلا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس راتوں سے زیادہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (سورۃ التوبۃ:۱۵۸)

ترجمہ:......البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر......

اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی مدینہ میں اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں مسجد نبوی ہے... اور ان دنوں وہاں مسلمان مرد نماز پڑھا کرتے تھے... اور وہ جگہ دو یتیم لڑکوں (حضرت سہیل اور حضرت سہل رضی اللہ عنہما) کی تھی جہاں کھجوریں سکھایا کرتے تھے... یہ دونوں حضرات اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے... جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان شاء اللہ یہی ہمارے ٹھکانے کی جگہ ہے...

پھر آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور مسجد بنانے کے لئے ان سے اس جگہ کا سودا کرنا چاہا تو ان بچوں نے کہا یا رسول اللہ (ہم بیچنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ) ہم یہ زمین آپ کو

ہدیہ کردیتے ہیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں سے یہ زمین بطور ہدیہ لینے سے انکار کردیا اور ان سے وہ جگہ خریدی (کیونکہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی زمین کو ہدیہ نہیں کر سکتے تھے) پھر اس جگہ مسجد بنائی...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد کی تعمیر کے لئے کچی اینٹیں اٹھانے لگے اور آپ اینٹیں اٹھاتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ترجمہ:......یہ اٹھائی جانے والی اینٹیں خیبر میں اٹھائی جانے والی کھجور اور کشمش کی طرح نہیں ہیں...اے ہمارے رب! بلکہ یہ تو ان سے زیادہ بھلی اور زیادہ پاک ہیں......

اور یہ شعر بھی پڑھ رہے تھے:

ترجمہ:......اے اللہ اصل اجر وثواب تو آخرت کا اجر وثواب ہے...تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما......

پھر آپ نے ایک مسلمان کا شعر پڑھا لیکن اس مسلمان کا نام مجھے نہیں بتایا گیا ابن شہاب کہتے ہیں ہمیں حدیثوں میں یہ کہیں نہیں ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کے علاوہ اور کسی کا پورا شعر پڑھا ہو...(اخرجہ البخاری)

دین کیلئے مشکلات

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے (سواریاں اتنی کم تھیں کہ) ہم چھ آدمیوں کو صرف ایک اونٹ ملا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے... (پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے کی وجہ سے) ہمارے پیروں میں چھالے پڑ گئے اور ہمارے پاؤں گھس گئے اور میرے دونوں پیروں میں بھی چھالے پڑ گئے اور میرے ناخن جھڑ گئے تو ہم اپنے پیروں پر پٹیاں باندھتے تھے، اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا... (ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل و برداشت

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے کہ تم جتنا چاہتے ہو کھاتے پیتے ہو؟ (یعنی اپنی مرضی کے مطابق کھاتے پیتے ہو) میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کو ردی اور خراب کھجور اتنی بھی نہیں ملتی تھی کہ جس سے وہ اپنا پیٹ بھر لیں... (مسلم ترمذی)

مصائب کا تحمل و برداشت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا... آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں... آپ کو کیا ہوا؟ (کیونکہ افضل یہ ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھی جائے اور آپ ہمیشہ افضل پر عمل کرتے ہیں) آپ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے... یہ سن کر میں رو

پڑا... آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! مت رو کیونکہ جو آدمی دنیا میں ثواب کی نیت سے بھوک کو برداشت کرے گا... قیامت کے دن اس کے ساتھ حساب میں سختی نہیں کی جائے گی... (حلیۃ الاولیاء)

دین کیلئے مصائب اور فقر کا تحمل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر ایک چاند گزر جاتا پھر دوسرا چاند گزر جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی گھر میں کچھ آگ نہ جلائی جاتی، نہ روٹی کے لئے اور نہ سالن کے لئے... لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! پھر وہ کس چیز پر گزارہ کیا کرتے تھے؟ فرمایا دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر... یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی انصار تھے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے... ان کے پاس دودھ والے جانور ہوتے تھے جن کا کچھ دودھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے... (بزار)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا... آپ نے میرے لئے کھانا منگایا اور فرمایا میں جب بھی پیٹ بھر لیتی ہوں اور رونا چاہوں تو روسکتی ہوں... میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا مجھے وہ حال یاد آ جاتا ہے جس حال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو چھوڑا تھا... اللہ کی قسم! آپ نے کبھی بھی ایک دن میں روٹی اور گوشت دو مرتبہ پیٹ بھر کر نہیں کھایا... (اخرجہ الترمذی کذافی الترغیب ۵/۱۴۸)

بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھایا... اگر ہم چاہتے تو ہم بھی پیٹ بھر کر کھاتے لیکن آپ دوسروں کو کھلا دیا کرتے... (کذافی الترغیب ۵/۱۴۹)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے لوگوں کی

مدد کیا کرتے تھے... یہاں تک کہ اپنی لنگی میں چمڑے کا پیوند لگا لیا کرتے اور آپ نے انتقال تک کبھی تین دن تک صبح اور شام کا کھانا مسلسل نہیں کھایا...(اخرجہ ابن ابی الدنیا مرسلا)

فقر و تنگدستی کا تحمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرم کھانا لایا گیا... آپ نے اسے نوش فرمایا اور کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا الحمدللہ! میرے پیٹ میں اتنے اتنے دنوں سے گرم کھانا نہیں گیا تھا...(بیہقی)

فقیرانہ طرز زندگی

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے لے کر انتقال تک کبھی میدہ نہیں دیکھا... حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ لوگوں کے پاس چھلنی ہوتی تھیں؟ تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے لے کر انتقال تک کبھی چھلنی نہیں دیکھی تھی... تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ جو کا آٹا بغیر چھانے ہوئے کیسے کھا لیتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم جو کو پیس کر اس پر پھونک مارتے... جو اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا... باقی کو ہم گوندھ لیتے...(بخاری)

برداشت کا مثالی واقعہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور (بھوک کی وجہ سے ہم لوگوں نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا چنانچہ) ہم نے کپڑا ہٹا کر اپنا اپنا پیٹ دکھایا تو ہر ایک کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا اٹھایا تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے...(ترمذی)

عہد رسالت کا حال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (جانے کے

بعد) اس امت میں سب سے پہلے جو مصیبت پیدا ہوئی وہ پیٹ بھرنا ہے... کیونکہ جب کوئی قوم پیٹ بھر کر کھاتی ہے تو ان کے بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور ان کے دل کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی خواہشات بے قابو ہو جاتی ہیں... (اخرجہ البخاری فی کتاب الضعفاء)

اہل بیت کا تحمل و برداشت

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھوک کی وجہ سے پریشان دیکھ کر) فرمایا تم صبر سے کام لو اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں سات دن سے کوئی چیز نہیں ہے اور تین دن سے تو ان کی کسی ہانڈی کے نیچے آگ نہیں جلی ہے... اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کروں کہ وہ تہامہ کے تمام پہاڑوں کو سونے کا بنا دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور بنا دیں گے... (اخرجہ الطبرانی کذافی الکنز ۴/۴۲)

کفار کی ایذاؤں پر تحمل و برداشت

نبوت کے چوتھے سال جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو اعلانیہ حق کی طرف بلانا شروع کیا تو گنتی کی چند سعادت مند روحوں کے سوا سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ایذا رسانی پر کمر باندھ لی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہمسایوں ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور حکم بن عاص وغیرہ نے کمینگی کی انتہا کر دی... یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے... کبھی صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے... کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ اوپر سے بکری کا اوجھ یا کوئی اور چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیتے... ابولہب کی بیوی ام جمیل ہر روز رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ باہر نکلیں تو ان کے پاؤں میں کانٹے چبھ جائیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سات سال تک ان لوگوں کی یہ ذلیل اور گھٹیا حرکتیں نہایت صبر و تحمل کے ساتھ

برداشت کرتے رہے...ان کے جواب میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کچھ کیا تو زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ باہر نکل کر ان لوگوں سے فرمایا:

...اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے!...(یعنی تم لوگ ہمسائیگی کا حق خوب ادا کر رہے ہو) (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب اسلام کا بدترین دشمن اور نہایت گھٹیا ذہن کا مالک تھا...آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے کیلئے تشریف لے جاتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں سے کہتا کہ یہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو لات و عزیٰ سے پھیر کر اس نئے دین اور گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جسے یہ لے کر آیا ہے اس کی بات ہرگز نہ مانو اور اس کی پیروی نہ کرو...

ایک اور روایت میں ہے کہ تبلیغ حق کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باآواز بلند پکارتے جاتے تھے کہ لوگو...لا الہ الا اللہ...کہو فلاح پاؤ گے...ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارتا جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئی تھیں ساتھ ہی وہ کہتا جاتا یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ مانو...رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ظالمانہ اور گھٹیا حرکتوں کا کبھی کوئی جواب نہ دیتے تھے سب کچھ نہایت صبر و تحمل سے برداشت کرتے اور اپنے کام (تبلیغ حق) میں مصروف رہتے تھے...(طبرانی)

کفار مکہ کی ایذاؤں پر تحمل و برداشت

ابولہب کی طرح بنو مخزوم کا سردار ابوجہل بھی دین حق کا سخت دشمن تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا...۶ھ بعد بعثت کا ذکر ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا (بروایت دیگر حجون) کے پاس سے گزر رہے تھے (بعض روایتوں کے مطابق اس جگہ کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ توحید دے رہے تھے) کہ ابوجہل کا گزر اس طرف ہوا آپ کو دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ آپ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا ساتھ ہی اس نے دین حق کے بارے میں نہایت برے الفاظ

استعمال کیے بعض روایتوں میں ہے کہ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی اور گوبر بھی پھینکا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر بکتا جھکتا چلا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے بن تیم کے ایک رئیس عبداللہ بن جُدعان کی آزاد کردہ ایک لونڈی قریب ہی اپنے گھر میں بیٹھی یہ سارا واقعہ دیکھ رہی تھی اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور دودھ شریک بھائی حضرت حمزہؓ شکار سے واپس آتے ہوئے اس کے گھر کی طرف سے گزرے تو اس نے کہا:...ابوعمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم یہاں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا...نہایت سخت گالیاں دیں اور بری طرح ستایا لیکن ابن عبداللہ نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے...حضرت حمزہؓ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن اس واقعہ کا حال سن کر وہ غضبناک ہوگئے اور حرم میں پہنچ کر ابوجہل کو خوب زدوکوب کیا پھر گھر جا کر رات بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر غور کرتے رہے صبح اٹھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ گفتگو کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوگئے یہ آپ کا صبر و تحمل ہی تھا جس نے حضرت حمزہؓ کو غیرت دلائی اور آستانہ اسلام پر جھکا دیا... (اصابہ)

کفار مکہ کی طرف سے ایذائیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے احباب بھی وہاں موجود تھے...ابوجہل نے کہا کوئی ایسا نہیں جو فلاں اونٹ کی اوجھ اٹھا لائے تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جائیں تو وہ اوجھ آپ کی پشت پر رکھ دے اس وقت قوم میں جو سب سے زیادہ شقی تھا یعنی عقبۃ بن ابی معیط وہ اٹھا اور ایک اوجھ اٹھا کر آپ کی پشت پر ڈال دی...عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں اور کچھ نہیں کرسکتا اور مشرکین ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں اور ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرے جاتے ہیں...اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء جو اس وقت چار پانچ سال کی تھیں دوڑی ہوئی آئیں اور آپ سے اوجھ کو ہٹایا...آپؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور قریش

کے لئے تین بار بد عا کی قریش کو آپ کی بدعا بہت شاق گزری.. اس لئے کہ قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے اس کے بعد آپ نے خاص طور پر ابو جہل اور عقبۃ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبۃ بن ابی معیط اور عمارۃ بن الولید کے لئے نام بنام بد دعا کی جن میں سے اکثر جنگ بدر میں مقتول ہوئے...(سیرۃ المصطفیٰ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی جاتی تھی آپ اس کا انتقام تو کیا لیتے کبھی بد دعا بھی نہیں کرتے تھے...البتہ حقوق اللہ کی توہین کی جاتی تھی تو آپ بے چین ہو جاتے تھے اور اس وقت بد دعا کے الفاظ بھی زبان مبارک پر آ جاتے تھے... یہاں اس وقت جو کچھ کیا گیا اُس میں اول حرم کعبہ کی توہین تھی جو خود عقیدہ قریش کے بموجب بھی حق اللہ کی توہین تھی... دوم یہ کہ بارگاہ خدا میں سجدہ ریزی کی توہین تھی جس کو ہر ایک سلیم الفطرت انسان کی فطرت حق اللہ کی توہین سمجھتی ہے... چنانچہ اس موقع پر ان سرداران قریش کے حق میں آپ کی زبان سے بد دعائیہ کلمات نکلے اور وہ اس طرح پورے ہوئے کہ یہ سب سردار جنگ بدر میں مارے گئے.... بخاری شریف ص ۳۷ وغیرہ...(سیرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

دروازہ پر نجاست ڈال دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بدترین پڑوسیوں کے مابین رہتا تھا...ابولہب اور عقبۃ بن ابی معیط یہ دونوں میرے دروازے پر نجاستیں لا کر ڈالا کرتے تھے...

عوام الناس کی کارستانیاں

جب حرم پاک میں رہنماؤں اور سرداروں کی یہ حرکتیں تھیں تو مکہ کے عوام مکہ کی گلیوں کوچوں میں جو کچھ کر گزرتے کم تھا چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ اوپر سے کوڑا کرکٹ...جسد اطہر... پہ ڈالا گیا...اور ایک پڑوسی عورت کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھا دیا کرتی تھی...

اس قسم کی حرکتیں خدا جانے کتنی ہوئیں اور لطف یہ ہے کہ یہ حرکتیں اصل پروگرام سے زائد تھیں...(سیرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص دشمن

اعلان توحید اور اعلان دعوت کے بعد عام طور پر سارے ہی اہل مکہ آپ کے دشمن ہو چکے تھے مگر جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عداوت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے ان میں سے اکثر و بیشتر آپ کے ہمسایہ تھے اور صاحب عزت و وجاہت تھے... آپ کی دشمنی میں سرگرم تھے... لیل و نہار یہی مشغلہ اور یہی دھن تھی... ابوجہل اور ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط یہ تین شخص سب سے بڑھے ہوئے تھے... ان میں سے بعض کے مفصل حالات آئندہ کے صفحات میں مذکور ہیں...

ابوجہل بن ہشام

ابوجہل کا اصل نام ابوالحکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا لقب عطا فرمایا کمافی فتح الباری... ابوجہل کہا کرتا تھا میرا نام عزیز کریم ہے یعنی عزت والا اور سردار اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ اِنَّ هٰذَا مَا کُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ

تحقیق زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا... گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو... پھر گھسیٹتے ہوئے ٹھیک بیچ جہنم کے لے جا کر اس کو ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی چھوڑو اور اس سے کہو کہ چکھ اس عذاب کو تو بڑا معزز و مکرم ہے... (سیرت المصطفیٰ)

خانہ کعبہ کے قریب اکثر سرداران قریش کی نشست رہتی تھی ایک روز آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے...ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا...فلاں محلّہ میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے...ایسا کرو کہ اس کا بچہ دان اٹھالاؤ اور...محمد...کے سر پر رکھ دو...یہی بدبخت عقبہ بن ابی معیط ...کھڑا ہو گیا اس محلّہ میں گیا...بچہ دان اٹھوا کر لایا اور جب آپ سربسجود تھے... پورا ملغوبہ سر مبارک پر ڈال دیا...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حرکت کرنی مشکل ہو گئی...(یا بارگاہ خداوندی میں مظلومانہ شکایت کے لئے قصداً حرکت نہیں کی) مگر یہ بدبخت اپنی اس بدمستی پر خوش تھے اور قہقہے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھلک رہے تھے...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو خبر ہوئی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور گندگی کے اس بوجھ کو سر مبارک سے ہٹایا...(محمد رسول اللہؐ)

ابولہب

ابولہب کنیت تھی نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا...سب سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے اللہ کا پیام پہنچایا تو سب سے پہلے ابولہب نے ہی تکذیب کی اور یہ کہا...

تبالک سائر الیوم الھٰذا جمعتنا

اللہ تجھ کو ہلاک کرے کیا ہم کو اسی لئے جمع کیا تھا...اس پر سورت تبت نازل ہوئی... ابولہب چونکہ بہت مال دار تھا...اس لئے جب اس کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو یہ کہتا اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا فدیہ دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا...مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ میں اسی کی طرف اشارہ ہے...

ام جمیل

اس کی بیوی، ام جمیل بنت حرب یعنی ابوسفیان بن حرب کی بہن کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ضد اور دشمنی تھی...شب کے وقت آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی...(تفسیر ابن کثیر وروح المعانی)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب ام جمیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر

کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کے مارنے کے لئے دوڑی آپ اور ابوبکر صدیق اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے... ام جمیل جس وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ شانہ نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ صرف ابوبکر نظر آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے... ام جمیل نے ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت اور ہجو کرتے ہیں... خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی خدا کی قسم میں بڑی شاعرہ ہوں اور اس کے بعد یہ کہا...

مذمماً عصینا و امرہ ابینا و دینہ قلینا

مذمم کی ہم نے نافرمانی کی اور اسکا حکم ماننے سے انکار کیا اور اسکے دین کو مبغوض رکھا

دشمنی اور عداوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے محمدؐ کے مذمم کہتے تھے... محمدؐ کے معنی ستودہ کے ہیں اور مذمم کے معنے مذموم اور برے کے ہیں... اور یہ کہہ کر واپس ہوگئی...

قریش جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہہ کر برا کہتے تو آپ فرماتے کہ اے لوگو تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے سب وشتم کو مجھ سے پھیر دیا وہ مذمم کو برا کہتے ہیں... اور میں محمد ہوں... (ابن ہشام ص۱۲۴ ج۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے جب ام جمیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ ام جمیل سامنے سے آرہی ہے مجھے آپ کا ڈر ہے... آپؐ نے فرمایا...

انھالن ترانی وہ مجھ کو ہرگز نہیں دیکھے گی...

اور کچھ آیتیں قرآن کی آپ نے تلاوت فرمائیں... (تفسیر ابن کثیر... سورۂ تبت)

مسند بزار میں عبداللہ بن عباس سے باسناد حسن مروی ہے کہ جب ام جمیل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تو ان کی تصدیق ہی کرنے والا ہے... جب ام جمیل چلی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام جمیل نے آپ کو دیکھا نہیں... آپ نے فرمایا اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپائے رہا...

ابولہب کی ہلاکت

واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے ایک زہریلا دانہ نمودار ہوا اسی میں ہلاک

ہوا... گھر والوں نے اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے اس کو ہاتھ تک نہ لگایا اسی طرح تین دن لاش پڑے پڑے سڑ گئی عار اور بدنامی کے خیال سے چند حبشی مزدوروں کو بلا کر لاشہ اٹھوایا... مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاشہ کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس کو بھر دیا یہ تو دنیا کی ذلت اور رسوائی ہوئی اور آخرت کی رسوائی کا پوچھنا ہی کیا ہے... **اجارنا اللہ تعالیٰ من ذلک** ... (سیرت المصطفیٰ)

ابولہب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا بھی تھا اور ہمیشہ مخالفت میں پیش پیش رہا اس کا سودی لین دین وسیع پیمانے پر تھا اور اسکے حرص وطمع کی یہ حالت تھی کہ اس نے خانہ کعبہ کے خزانہ سے سونے کا ہرن چوری کر کے بیچ ڈالا تھا... یہ ہرن بہت عرصہ سے محفوظ چلا آتا تھا... (محمد رسول اللہؐ)

عتیبہ کی ہلاکت

ابولہب کے تین بیٹے تھے عتبہ... معتب اور عتیبہ دونوں اول الذکر فتح مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور عتیبہ جس نے ابولہب کے کہنے سے آپ کی صاحبزادی کو طلاق دی اور مزید برآں اس پر گستاخی بھی کی وہ آپ کی بددعا سے ہلاک ہوا... فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں کہیں نظر نہیں پڑے... حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں... آپ نے فرمایا ان کو ڈھونڈ کر لاؤ تلاش سے عرفات کے میدان میں ملے... حضرت عباس دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے... آپ نے اسلام پیش کیا فوراً اسلام قبول کیا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی... آپ نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا... اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے... (سیرت المصطفیٰ)

امیہ بن خلف جمحی

امیہ آپؐ کو علی الاعلان گالیاں دیتا اور جب آپ کے پاس سے گزرتا تو آنکھیں مٹکاتا... اس پر یہ سورت نازل ہوئی...

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ

اَخْلَدَهٗ کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالے اور رو در رو طعن کرے مال کو جمع کرتا ہو اور بار بار اس کو شمار کرتا ہو (جیسا کہ ہندو لذت اور مسرت کے ساتھ روپوں کو شمار کرتا ہے) کیا اس کو یہ گمان ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا ہر گز نہیں... البتہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا اور تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ حطمہ کیا چیز ہے وہ حطمہ اللہ کی ایک دہکتی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی تحقیق وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی اور آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں جکڑ دیے جائیں گے... امیہ بن خلف جنگ بدر میں حضرت خبیب یا حضرت بلال کے ہاتھ سے مارا گیا... (سیرت المصطفیٰ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو ان کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور ایک بڑا پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیا جاتا کہ حرکت نہ کرنے پائیں اور ان سے کہا جاتا کہ اسلام سے باز آئیں مگر ان کی زبان سے... احد... ہی نکلتا یعنی معبود ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے... جب دھوپ میں تیزی نہ رہتی تو گلے میں رسی بندھوا کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا کہ مکہ کے اس سرے سے اس سرے تک گھسیٹتے پھریں... (محمد رسول اللہؐ)

ابی بن خلف

ابی بن خلف بھی اپنے بھائی امیہ بن خلف کے قدم بقدم تھا ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کو ہاتھ میں مل کر اور اس کی خاک کو ہوا میں اڑا کر کہنے لگا کیا خدا اس کو پھر دوبارہ زندہ کرے گا... آپ نے فرمایا ہاں اس کو اور تیری ہڈیوں کو ایسا ہی ہو جانے کے بعد خدا پھر زندہ کرے گا اور تجھ کو آگ میں ڈالے گا... اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ. قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ. وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ نِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ

عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُم بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اور ہمارے لئے ایک مثال پیش کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ ان پرانی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا... آپ کہہ دیجئے کہ جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا وہی ان کو دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ہر مخلوق کو جاننے والا ہے... جس خدا نے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس درخت سے آگ سلگاتے ہو... کیا جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو دوبارہ پیدا کر سکے کیوں نہیں وہ تو بڑا خلاق اور علیم ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ جس چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے... پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے... (سیرت المصطفیٰ)

ابی بن خلف کی موت

ابی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمن اسلام تھا... ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا... احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا رہا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں... چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضورؐ کے قریب پہنچ گیا... صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نمٹا دیں... حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو... جب وہ قریب ہوا تو حضورؐ نے ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اس کے مارا جو اس کی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آ گیا مگر اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا... کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں... مگر وہ کہتا تھا کہ محمدؐ نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا... خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا... لکھتے ہیں کہ اس

کے چلانے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے... ابوسفیان جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے... اس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے... یہ محمد کی مار ہے... مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں... محمدؐ نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا... میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا... میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا... اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مرجاتا... چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا... (شیخ الحدیثؒ)

عقبہ ابن ابی معیط

عقبہ ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا... ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کچھ دیر بیٹھا اور آپ کا کلام سنا... ابی کو جب خبر ہوئی تو فوراً عقبہ کے پاس آیا اور کہا مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تو محمد کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور ان کا کلام سنا ہے خدا کی قسم! جب تک محمد کے منہ پر جا کر نہ تھوک آئے اس وقت تک تجھ سے بات کرنا اور تیری صورت دیکھنا مجھ پر حرام ہے... چنانچہ بدنصیب عقبۃ اٹھا اور چہرۂ انور پر تھوکا... اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ. وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

اور اس دن کو یاد کرو کہ جس دن حسرت اور ندامت سے اپنے ہاتھ منہ میں کاٹے گا اور یہ کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ اپنی راہ بناتا اور کاش فلانے کو اپنا دوست نہ بناتا اس کمبخت نے مجھ کو اللہ کی نصیحت سے گمراہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا... اے ہمارے نبی آپ رنجیدہ نہ ہوں... ہر نبی کے لئے اسی

طرح مجرمین میں سے دشمن پیدا کیئے ہیں اور تیرا رب ہدایت ونصرت کے لئے کافی ہے...

عقبہ جنگ بدر میں اسیر ہوا اور مقام صفراء میں پہنچ کر اس کی گردن ماری گئی... (سیرت المصطفیٰ)

گستاخی و بدبختی

ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے... عقبہ بن ابی معیط نے چادر گردن میں ڈال دی اور اتنی زور سے اس کو اینٹھا کہ محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سانس گھٹ گیا... آنکھیں باہر کو آنے لگیں... اتفاق سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے... عقبہ کو دھکیل کر پیچھے کیا... چادر گردن مبارک سے ڈھیلی کی اور ان دشمنان حق سے کہا...

اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ يَّقُوۡلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدۡ جَآءَكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ مِنۡ رَّبِّكُمۡ

کیا تم ایک آدمی کو اس پر قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ روشن دلیلیں لایا ہے (جن کا تم انکار نہیں کر سکتے) (محمد رسول اللہ)

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ یہ کہا کرتا تھا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد پر تو وحی نازل ہو اور میں اور ابو مسعود ثقفی چھوڑ دیئے جائیں حالانکہ ہم دونوں اپنے اپنے شہر کے بڑے معزز ہیں... میں قریش کا سردار ہوں اور ابو مسعود قبیلہ ثقیف کا سردار ہے... اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا... کیا یہ لوگ اللہ کی خاص رحمت نبوت کو اپنی منشاء کے مطابق تقسیم کرنا چاہتے ہیں ہم نے تو ان کی دنیوی معیشت کو بھی اپنی ہی منشا سے تقسیم کیا ہے اور اپنی ہی منشا سے ایک کو دوسرے پر رفعت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کو اپنا مسخر اور تابع بنائے اور اخروی نعمت تو دنیاوی نعمت سے بدرجہ بہتر ہے پس جب دنیوی معیشت کی تقسیم ان کی رائے پر نہیں تو اخروی نعمت کی تقسیم ان کی رائے پر کیسے ہو سکتی ہے...

یعنی نبوت ورسالت کا مدار مال ودولت اور دنیاوی عزت ووجاہت پر نہیں چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور ابو جہل اور عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور

دیگر سرداران قریش اسلام کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے... آپ ان کے سمجھانے میں مشغول تھے کہ عبداللہ بن ام مکتوم آپ کی مسجد کے نابینا مؤذن کچھ دریافت کرنے کے لئے آ پہنچے... آپ نے یہ سمجھ کر کہ ابن ام مکتوم تو مسلمان ہیں ہی پھر کسی وقت دریافت کرلیں گے لیکن یہ لوگ ذی اثر ہیں اگر اسلام لے آئیں تو ان کی وجہ سے ہزاروں آدمی مسلمان ہو جائیں گے... اس لئے آپ نے ابن ام مکتوم کی طرف التفات نہ فرمایا... اور ان کے اس بے محل سوال سے چہرۂ انور پر کچھ انقباض کے آثار نمودار ہوئے... اس لئے کہ ان کو چاہیئے کہ سابق گفتگو کے ختم ہونے کا انتظار کرتے مگر خداوند ذوالجلال کی رحمت جوش میں آ گئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں...

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَ هُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی وَ اَمَّا مَنْ جَآءَ کَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی کَلَّآ اِنَّهَا تَذْکِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَهٗ (الیٰ آخر السورۃ)

آپ ایک نابینا کے آنے سے چین بجبیں ہوئے اور بے التفاتی برتی آپ کو کیا معلوم شاید یہی نابینا آپ کی تعلیم سے پاک وصاف ہو جائے یا آپ کی نصیحت اسکو کچھ نفع پہنچائے اور جس شخص نے بے پرواہی کی اس کی طرف متوجہ ہوئے حالانکہ وہ اگر پاک و صاف نہ ہو تو آپ پر کوئی الزام نہیں اور جو شخص دین کے شوق میں آپ کے پاس دوڑتا ہوا اور خدا سے ڈرتا ہوا آتا ہے اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں...

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی عبداللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوتے تو آپ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے اور یہ فرماتے مرحبا بمن فیه عاتبنی ربی مرحبا ہو اس شخص کو جس کے بارے میں میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا... (سیرت المصطفیٰ)

پروپیگنڈہ مہم کا سربراہ

ایک دفعہ سرداران قریش نے عوام الناس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھنے

خصوصاً حج کے موسم میں آپ کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلانے کے لئے میٹنگ کی تو بحث و مباحثہ کے بعد طے کیا گیا کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ گفتگو کر لی جائے...ولید بن مغیرہ کو گفتگو کے لئے منتخب کیا گیا ولید بن مغیرہ مکہ کا سب سے بڑا دولت مند تھا...بہترین خطیب... بلند پایہ شاعر... جہاندیدہ...عمر رسیدہ ... تجربہ کار اور ایسا سلیقہ مند کہ شاہان ایران...افریقہ اور شام کے درباروں میں جاتا رہتا تھا اور وہاں اس کی عزت کی جاتی تھی...

(ولید بن مغیرہ کا آسان تعارف اب یہ ہے کہ اسلام کے مشہور اور کامیاب ترین جرنیل حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے نامور فرزند تھے جو اس واقعہ سے تقریباً پندرہ سال بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے)

ولید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا گفتگو کی...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقصد کی وضاحت کی اور چند آیتیں قرآن پاک کی پڑھ کر سنائیں...ولید آیتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے منع تو کیا کرتا خود گم ہو گیا... خاموشی سے مجلس سے اٹھا اور جب مجلس قریش میں واپس پہنچا تو حالت عجیب تھی...لوگوں کو خیال ہوا ولید بہک گیا...محمد کا ہو گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر ولید باہمہ عقل و دانش حیران تھا کہ جو کلام سنا ہے اس کے بارہ میں اور خود محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں کیا فیصلہ کرے... پورے غور وفکر اور موازنہ کے بعد ولید نے ارکان مجلس سے کہا...

...محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب نہیں کہہ سکتے...اس کو کاہن بھی نہیں کہہ سکتے...شعر و سخن کا میں ماہر ہوں...اس کا کلام شعر بھی نہیں ہے...کاہنوں کی تک بندیوں کو بھی میں جانتا ہوں...محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام پیش کرتے ہیں وہ ان سب سے بہت بلند ہے...اس کا کوئی جواب نہیں...اس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ مجھ جیسا پختہ اور ٹھوس آدمی بھی چکرا گیا...

اصل سوال کے متعلق ولید نے رائے دی کہ محمد... صلی اللہ علیہ وسلم کی شائستہ اور شیریں گفتگو اور اس کلام کی غیر معمولی تاثیر کا توڑ یہی ہو سکتا ہے کہ پوری قوت سے پروپیگنڈہ کرو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہے...وہ ایسے منتر پڑھتا ہے کہ گھر گھر میں پھوٹ پڑ جاتی ہے...لہٰذا اس کی بات نہ سنو...وہ دین سے پھر گیا ہے...وہ کہتا ہے کہ تم سب...تمہارے

باپ دادا... اور تمہارے وہ دیوتا جن کی پوجا کرتے ہو... یہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں... تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دماغ خراب ہو گیا ہے... (محمد رسول اللہؐ)

ابو قیس بن الفاکہ

یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذاء پہنچاتا تھا... ابو جہل کا خاص معین اور مددگار تھا... ابو قیس جنگ بدر میں حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا... (سیرت المصطفیٰ)

نضر بن حارث

نضر بن حارث سرداران قریش سے تھا.. تجارت کے لئے فارس جاتا اور وہاں شاہان عجم کے قصص اور تواریخ خرید کر لاتا اور قریش کو سناتا اور یہ کہتا کہ محمد تو تم کو عاد اور ثمود کے قصے سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں لوگوں کو یہ افسانے دلچسپ معلوم ہوتے تھے (جیسے آج کل کے ناول ہیں) لوگ ان قصوں کو سنتے اور قرآن کو نہ سنتے...

ایک گانے والی لونڈی بھی خرید رکھی تھی لوگوں کو اس کا گانا سنواتا جس کسی کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ یہ اسلام کی طرف راغب ہے اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور کہتا کہ اس کو کھلا اور پلا اور گانا سنا پھر اس سے کہتا کہ بتلا یہ بہتر ہے یا وہ شے بہتر ہے کہ جس کی طرف محمد بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور خدا کے دشمنوں سے جہاد کرو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں...

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا. فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (روح المعانی ص ۶۹ ج ۲۱)

بعضا آدمی خدا سے غافل کرنے والی باتوں کو خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کرے اور خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے اور اس کے سامنے جب ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو از راہ تکبر ان سے منہ موڑ لیتا ہے جیسا کہ سنا ہی نہیں گویا کہ کانوں میں ثقل ہے... اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے...

نضر بن حارث جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی نے اس کی گردن ماری (سیرت المصطفیٰ)

مکہ کے سرمایہ داران

حرب بن امیہ ولید بن مغیرہ...عاص بن وائل...عتبہ بن ربیعہ...ابولہب...ابوجہل...امیہ...بن خلف...ابی بن خلف...عقبہ بن ابی معیط...نضر بن حارث...اسود بن عبد یغوث بڑے بڑے دولتمند تھے...یہ تاجر بھی تھے...صاحب جائیداد بھی...سودی کاروبار بھی بڑے پیمانہ پر کرتے تھے اور ان تمام خصوصیتوں کے مالک تھے جو سرمایہ داروں میں ہوا کرتی ہیں (محمد رسول اللہؐ)

عاص بن وائل سہمی

عاص بن وائل بہت بڑا دولت مند قبیلہ کا مشہور سردار تھا (محمد رسول اللہ)

عاص بن وائل سہمی حضرت عمرو بن العاص کے والد ہیں یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ استہزا اور تمسخر کیا کرتے تھے...حضورؐ کے جتنے بیٹے ہوئے وہ سب آپ ہی کی زندگی میں وفات پا گئے تو عاص بن وائل نے کہا...

ان محمدا ابتر لا یعیش له ولد محمدؐ تو ابتر ہیں ان کا کوئی لڑکا زندہ ہی نہیں رہتا...

ابتر دم کٹے جانور کو کہتے ہیں...جس شخص کا آگے پیچھے کوئی نام لیوا نہ رہے گویا وہ شخص دم کٹا ہوا جانور ہے...اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ آپ کا دشمن ہی ابتر ہے

آپ کے نام لیوا تو لاکھوں اور کروڑوں ہیں ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے عاص کے پیر میں کاٹا جس سے پیر اس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا...اس میں عاص کا خاتمہ ہو گیا...(سیرت المصطفیٰ)

نبیہ و منبہ پسران حجاج

نبیہ اور منبہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے جب کبھی آپ کو دیکھتے

تو یہ کہتے کہ کیا خدا کو ان کے سوا اور کوئی پیغمبر بنانے کے لئے نہیں ملا تھا... دونوں جنگ بدر میں مارے گئے... (سیرت المصطفیٰ)

اسود بن مطلب

اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے تو آنکھیں مٹکاتے اور یہ کہتے کہ یہی ہیں وہ لوگ جو روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور قیصر وکسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کریں گے یہ کہہ کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو نابینا فرما (تا کہ آنکھ مارنے کے قابل ہی نہ رہے) اور اس کے بیٹے کو ہلاک فرما... چنانچہ اسود تو اسی وقت نابینا ہو گیا اور بیٹا جنگ بدر میں مارا گیا... قریش جس وقت جنگ احد کی تیاری کر رہے تھے اسود اس وقت مریض تھا... لوگوں کو آپ کے مقابلہ کے لئے آمادہ کر رہا تھا... جنگ احد سے پہلے ہی انتقال کر گیا... (سیرت المصطفیٰ)

اسود بن عبد یغوث

اسود بن عبد یغوث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کا بیٹا تھا جس کا سلسلہ نسب یہ ہے... اسود بن عبد یغوث بن وہب بن مناف بن زہرہ یہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا... جب فقراء مسلمین کو دیکھتا تو یہ کہتا یہی روئے زمین کے بادشاہ بننے والے ہیں... جو کسریٰ کی سلطنت کے وارث ہوں گے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو یہ کہتا آج آسمان سے کوئی بات نہیں ہوئی اور اس قسم کے بیہودہ کلمات کہتا... (سیرت المصطفیٰ)

حارث بن قیس سہمی

جس کو حارث بن عیطلہ بھی کہا جاتا ہے... عیطلہ ماں کا نام ہے... قیس باپ کا نام تھا... یہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھا کہ جو آپ کے اصحاب کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ محمدؐ نے اپنے اصحاب کو یہ سمجھا کر دھوکہ دے رکھا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے...

واللہ مایھلکنا الا الدھر خدا کی قسم ہم کو زمانہ ہی ہلاک اور برباد کرتا ہے...

جب ان لوگوں کا استہزاء اور تمسخر حد سے گزر گیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں...

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (الحجر... ۹۴)

جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان کریں اور مشرکین اگر نہ مانیں تو ان سے اعراض فرمائیں اور جو لوگ آپ کی ہنسی اور مذاق اڑاتے ہیں ان کے لئے ہم کافی ہیں...

زیادہ ہنسی اور مذاق اڑانے والے یہ پانچ شخص تھے...

(۱) اسود بن عبد یغوث (۲) ولید بن مغیرہ (۳) اسود بن عبد المطلب (۴) عاص بن وائل (۵) حارث بن قیس...

ایک بار آپؐ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ جبرئیل امین آ گئے... آپ نے جبرئیل امین سے ان لوگوں کے استہزاء اور تمسخر کی شکایت کی اتنے میں ولید سامنے سے گزرا آپ نے بتلایا کہ یہ ولید ہے... جبرئیل نے ولید کی شہ رگ کی طرف اشارہ کیا آپؐ نے دریافت کیا یہ کیا کیا؟ جبرئیل نے کہا آپ ولید سے کفایت کئے گئے... اس کے بعد اسود بن مطلب گزرا آپ نے بتلایا کہ یہ اسود بن مطلب ہے... جبرئیل نے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا آپ نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کیا کیا جبرئیل نے کہا تم اسود بن مطلب سے کفایت کئے گئے... اس کے بعد اسود بن عبد یغوث ادھر سے گزرا جبرئیل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا... اور حسب سابق آپ کے سوال پر جواب دیا کہ آپ کفایت کئے گئے اس کے بعد حارث گزرا جبرئیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کفایت کئے گئے اس کے بعد عاص بن وائل ادھر سے گزرا... جبرئیل نے اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشاہ کیا اور کہا کہ آپ اس سے کفایت کئے گئے... چنانچہ ولید کا قصہ یہ ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص پر گزرا جو تیر بنا رہا تھا... اتفاق سے اس کے کسی تیر پر ولید کا پیر پڑ گیا جس سے خفیف سا زخم پڑ گیا... اس زخم کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں مر گیا... اسود بن عبد المطلب کا یہ قصہ ہوا کہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے جا

کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی مجھ کو بچاؤ مجھ کو بچاؤ میری آنکھوں میں کوئی شخص کانٹے چبھا رہا ہے... لڑکوں نے کہا ہمیں کوئی نظر نہیں آتا... اسی طرح کہتے کہتے اندھا ہو گیا ... اسود بن عبد یغوث کا قصہ یہ ہوا کہ جبرئیل امین کا اس کے سر کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ تمام سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکل پڑیں اور اسی تکلیف میں مر گیا... حارث کے پیٹ میں دفعۃً ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آنے لگا اور اسی میں مر گیا... عاص بن وائل کا یہ حشر ہوا کہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا راستہ میں گدھے سے گرا اور کسی خار دار گھانس پر جا گرا جس سے پیر میں ایک معمولی سا کانٹا لگا مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی میں مر گیا... (سیرت المصطفیٰ)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمثال صبر

حضرت عمار کی والدہ اور والد کی اس جگر شگاف حالت کو دیکھ کر زبان میں اضطراراً حرکت پیدا ہوئی لیکن اس حرکت میں جو آواز آئی وہ صرف یہ تھی...

عمار کے گھر والو! اللہ تم پر رحم فرمائے... تنگی کے بعد کچھ دور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فراخی پیدا کرے... (النبی الخاتم)

نہایت عجیب بات یہ ہے کہ ان تمام مظالم کے مقابلہ میں رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک اگر متحرک ہوتی تو صرف دعائے خیر کیلئے... یہی حضرت خباب جن کو انگاروں پر لٹایا گیا تھا... انہوں نے ایک روز درخواست کی کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ظالموں کے لئے بددعا فرما دیں:...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ بنائے ہوئے اس کے سہارے تشریف فرما تھے... جیسے ہی حضرت خباب کے الفاظ سنے سیدھے بیٹھ گئے... روئے انور سرخ ہو گیا فرمایا پہلی امتوں میں یہاں تک ظلم ہوئے ہیں کہ لوہے کے کنگھے سے ہڈیوں اور پٹھوں تک گوشت کھرچ دیا جاتا تھا... کسی داعی حق کے سر پر آرا رکھ کر بیچ سے چیر دیا گیا مگر ان حضرات کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی... پھر فرمایا... یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا یہاں تک کہ ایک مسافر تنہا صنعاء یمن سے حضر موت تک پہنچ

جایا کرے گا... راستہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہیں ہوگا... بہت سے بہت بھیڑیئے کا خطرہ ہوگا جو اس کے گلہ پر حملہ کر سکے گا... (محمد رسول اللہؐ)

دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و استقلال سے شکست کھا گئے

جب آپؐ کے دشمن آپؐ کی دلیل سے عاجز ہوئے اور شاہی فرمان کی نقل اتارنے کی اپنے اندر طاقت نہ دیکھ کر آپؐ کے دعوے کا جواب نہ دے سکے تو اپنی ندامت وخفت اتارنے یا خجالت رفع کرنے کو ایذا دہی پر تل گئے اور جی توڑ کر کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے آپؐ کے لائے ہوئے عقائد اور قائم کی ہوئی شریعت کا گویا گلا گھونٹ دیں... آپ کو مسجد الحرام میں باوجود اس کے وقف اور تساوی حقوق عامہ کے عبادت کرنے سے روک دیا... گلی کوچوں میں چلنا پھرنا مشکل کر دیا... گھر میں رہنا اور کھانا پینا دشوار بنا دیا... چولھے پر چڑھی ہوئی ہانڈیوں میں گرد اور خاک ڈالی... خود آپؐ کے جسم اطہر پر نجاستیں پھینکیں... ڈرایا دھمکایا... انگوٹھے مٹکائے... تلواریں دکھائیں... سخت الفاظ کہے اور ہر قسم کی دشمنی اور عداوت کے برتاؤ برتے... مگر آپ مایوس ومتوحش نہ ہوئے اور نہ اپنے ارادے کی تکمیل میں جھجکے... آپ کا باعظمت دعویٰ اس فتنہ ہائلہ میں بھی اسی زور وشور کے ساتھ قائم رہا اور آپ کی عالی ہمت اس مخاصمت کے وقت بھی اسی پیمانہ پر رہی جس پر شروع زمانہ سے قائم ہوئی تھی... آپ نے اپنی خاندانی آبرو اور قومی عزت کو اپنی خدمت پر قربان کر دیا... اپنی نزاکت طبعی وسیادت نسبی کو مخلوق کی اصلاح کے نام وقف بنا دیا... اور حیران کن استقلال کے ساتھ سخت سے سخت مزاحمت کا مقابلہ فرماتے رہے... یہاں تک کہ اہل عرب نے باہمی اتفاق سے آپ کو اور آپؐ کے خاندان کو گویا برادری سے گرا دیا... اور باہم عہد وپیمان کر لیا کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچو نہیں... ان سے کوئی شے خرید و نہیں... ان کو اپنے خاندان کی بیٹی نہ دو... ان کی بیٹی اپنے خاندان میں نہ لو...

غرض معاشرت اور تمدن میں اس درجہ ضیق اور تنگی میں مبتلا کرو کہ پناہ مانگنے لگیں... اپنے دعوے اور خیال سے باز آویں یا زندگی کو خیر باد کہیں... کامل تین سال تک آپؐ اس تکلیف میں مبتلا رہے کہ شیر خوار بچے ماں کی پستان میں دودھ کو ترس گئے... اطفال بھوک

کے مارے ایڑیاں رگڑنے لگے اور عام طور پر آپؑ کے ساتھ آپ کا خاندان فاقہ اور قید کی تکلیف سے بلبلا اٹھا... مگر آپؑ اس سے بھی متاثر نہ ہوئے... بے زبان اور معصوم بچوں کی آہ وزاری سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبر کرو... صبر کا انجام بہتر ہے...

آپؑ کی دو صاحبزادیوں کو محض اسی جرم میں طلاق دے کر آپ کے گھر پہنچا دیا گیا کہ آپ اصلاح و رفع بغاوت کے دعویدار کیوں بنے؟ اس پر بھی آپ از جا رفتہ نہیں ہوئے اور بیٹیوں کو چھاتی سے لگا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ خاوندوں نے چھوڑ کر راحت پہنچائی... تیسری صاحبزادی کو طلاق کی بدنامی سے دشمنوں نے بچایا مگر اس کے ساتھ ہی باپ سے ملنے کی بندش کر دی گئی اور گویا زندگی میں بیٹی کی مفارقت کا صدمہ آپ کو برداشت کرنا پڑا جو کامل بارہ سال تک قائم رہا مگر اس کو بھی آپؑ نے برداشت کیا اور ایسی عالی ظرفی کے ساتھ برداشت کیا کہ کبھی رنج یا افسوس کے ساتھ اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا... قوم آپؑ کی صورت دیکھ کر بھڑکتی... گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی اور ایذاؤں کے نئے نئے پہلو اختیار کرتی تھی... مگر آپؑ اسی شوق و رغبت کے ساتھ ان کی طرف بڑھتے... اصلاح کی امید پر ناصحانہ گفتگو میں پیش قدمی فرماتے... محبت کے ساتھ نرم الفاظ میں باغیانہ حرکات پر متنبہ کرتے اور شاہی فرمانبرداری کے صلہ میں صلاح و فلاح کامل کا متوقع بنایا کرتے تھے... قوم آپ سے بھاگتی اور آپؑ اس کا پیچھا کرتے... لوگ آپ کو ستاتے اور آپ حسن مدارات کے ساتھ ان کی مکافات فرماتے تھے...

اسی حالت میں پورے بارہ برس گزر گئے کہ نہ آپؑ نے قومی و ملکی بہبودی میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور نہ قوم نے آپؑ کی مخالفت و دشمنی کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے دیا... آپ کی اولاد ہوئی اور بحالت طفولیت انتقال کر گئی تو آپ کی قوم نے لاولدی کا طعن دیا اور اس نازک دل پر جو قوم کی جفا سے مصدوم ہونے کے بعد لخت جگر کی موت سے غمگین بنا تھا یوں کہہ کہہ کر صدمہ دوبالا کیا کہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین و بے ادبی کی سزا میں بچے مر رہے ہیں اور مدعی سفارت کو بے نام و نشان بنا رہے ہیں... آپؑ اپنی قوم کے تمام خطابات سنتے اور بلا خیال انتقام صرف محزون ہو کر رہ جاتے تھے...

قوم چاہتی تھی کہ آپ شب و روز غم میں مبتلا رہیں اور آپ چاہتے تھے کہ قوم کے

غلام اور باندیاں بھی امن وراحت کی زندگی گزاریں... دن کو آفتاب نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا تھا... کبھی گرمی ہوتی تھی کبھی سردی... کہیں غم لاحق ہوتا تھا اور کہیں خوشی... عالم میں سب کچھ انقلاب جاری تھا زمانہ پلٹ رہا تھا مگر ایک آپ کا دم تھا کہ اسی یکساں حالت پر گویا پہاڑ میں پاؤں جمائے ہوئے اپنی قوم کو پکار رہا تھا کہ جس خدمت کو انجام دینے کے لئے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش میں جان دے دوں گا مگر ٹلوں گا نہیں... سب کچھ سہوں گا مگر اپنی پکار سے باز نہ آؤں گا نہ تھکوں گا... یہاں تک کہ یا تمہاری فلاح آنکھوں سے دیکھ لوں اور یا اسی سعی میں شہید ہو جاؤں...(ماہتاب عرب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کو صبر کی تلقین

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور چل چلاؤ کا وقت ہے... لہٰذا آپ اس وقت تشریف لے آئیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور پیام دیا کہ بیٹی! اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ واپس لے لیں وہ بھی اسی کا ہے اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے...

الغرض! ہر چیز ہر حال میں اسی کی ہے (اگر کسی کو دیتا ہے تو اپنی چیز دیتا ہے اور کسی سے لیتا ہے تو اپنی چیز لیتا ہے) اور ہر چیز کے لیے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے (اور اس وقت پر وہ چیز اس دنیا سے اُٹھالی جاتی ہے) پس چاہیے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے اجر و ثواب کی طالب بنو... صاحبزادی صاحبہ نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیام بھیجا اور قسم دی کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تشریف لے آئیں... پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چل دیئے اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت سعد بن عبادہ... حضرت معاذ بن جبل... حضرت ابی بن کعب... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور بعض اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لئے... پس وہ بچہ اُٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا گیا اور اس کا سانس اُکھڑ رہا تھا... اس کے اس حال کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے

آنسو بہنے لگے... اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! یہ کیا؟!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رحمت کے اس جذبہ کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ کی رحمت ان ہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا جذبہ ہو (اور جن کے دل سخت اور رحمت کے جذبہ سے بالکل خالی ہوں... وہ اللہ کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے)...... (بخاری ومسلم)

فائدہ:...... حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ سے دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا صبر کے منافی نہیں... صبر کا مقتضیٰ صرف اتنا ہے کہ بندہ مصیبت اور صدمہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت یقین کرتے ہوئے اس کو بندگی کی شان کے ساتھ انگیز کرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور اس کا شاکی نہ ہو اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کا پابند رہے...

باقی طبعی طور پر دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا قلب کی رقت اور اس جذبہ رحمت کا لازمی نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے اور جو دل اس سے خالی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے محروم ہے ...... حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر تعجب کے ساتھ سوال اس لیے کیا کہ اس وقت ان کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ دل کا یہ تاثر اور آنکھوں سے آنسو گرنا صبر کے منافی نہیں ہے... (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

ماتحت افراد کیساتھ نرمی کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر روز ستر دفعہ... (جامع ترمذی)

فائدہ: سوال کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت! اگر میرا خادم: غلام یا نوکر بار

بار قصور کرے تو کہاں تک میں اس کو معاف کروں اور کتنی دفعہ معاف کرنے کے بعد میں اس کو سزا دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر بالفرض روزانہ ستر دفعہ بھی وہ قصور کرے تو تم اس کو معاف ہی کرتے رہو...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ قصور کا معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ حسن اخلاق اور ترحم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر دفعہ بھی قصور کرے تو اس کو معاف ہی کر دیا جائے...

فائدہ: جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے ستر کا عدد ایسے موقعوں پر تحدید کیلئے نہیں ہوتا بلکہ صرف تکثیر کیلئے ہوتا ہے اور خاص کر اس حدیث میں یہ بات بہت ہی واضح ہے... (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی دن کا فاقہ

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے... بھوک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہونے لگی... آپ اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی! تمہارے پاس کچھ ہے کہ میں کھالوں؟ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے... وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کچھ بھی نہیں... اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے لے کر لگن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں: گو مجھے... میرے خاوند اور بچوں کو بھی بھوک ہے لیکن ہم سب فاقہ سے گزار دیں گے اور اللہ کی قسم! آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دوں گی...

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائیں... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں تھے لوٹ آئے... کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں... خدا تعالیٰ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھپا کر رکھ دیا ہے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیاری بچی! لے آؤ...اب جو کونڈا کھولا تو دیکھتی ہیں کہ برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ہے...دیکھ کر حیران ہوگئیں...لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہوگئی ہے...اللہ کا شکر ادا کیا...خدا تعالیٰ کے نبی پر دُرود پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر پیش کر دیا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے دیکھ کر خدا کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی! یہ کہاں سے آیا ہے؟ جواب دیا کہ ابا جان! خدا تعالیٰ کے پاس سے وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی! تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار (یعنی حضرت مریم علیہا السلام) جیسا کر دیا...انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے ہے...اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے...

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت علی...حضرت فاطمہ...حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا...پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا...جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا...یہ تھی خیر کثیر اور برکت خدائے تعالیٰ کی طرف سے...(تفسیر ابن کثیر اُردو: جلد ا صفحہ ۴۰۶)

فائدہ: اس واقعے سے ایک طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوک کی شدت اور فاقہ برداشت کرنے کا سبق ملا...دوسری طرف نیک اور دین دار عورتوں کے لیے یہ سبق بھی ہے کہ جب کہیں سے اللہ کی نعمت ملے اور کوئی پوچھے کہ کس نے دیا؟ تو جواب میں کہیں:

...هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ... (آل عمران آیت ۳۷)

ترجمہ:......یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے...بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے......

ساتھیوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کہیں کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس لشکر کے امیر کو

تاکید سے یہ ہدایت فرماتے تھے کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، ان کو تنگی میں مبتلا نہ کرنا... ان کو بشارت اور خوشخبری دیتے رہنا... اسی طرح جب کسی کو کسی علاقہ یا قوم کا گورنر اور امین بنا کر بھیجتے تو ان کو ہدایت فرمادیتے کہ قوم کے ساتھ عدل و انصاف اور ہمدردی کا معاملہ کرنا، اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، انہیں تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کرنا ان کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت دینا اور آخرت کی رغبت دلاتے رہنا اور ان میں نفرت نہ پھیلانا... اور ان کے درمیان موافقت اور اتحاد پیدا کرانا ور اختلاف نہ پھیلانا... حدیث شریف کے الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے... حضرت ابو بردہ ابن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ فرمایا، اور روانگی کے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ تم دونوں نرمی اور آسانی کا معاملہ کرتے رہنا اور لوگوں کے ساتھ تنگی اور سختی کا معاملہ نہ کرنا اور لوگوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی بشارت دیتے رہنا، اور لوگوں میں تنفر نہ پیدا کرنا کہ جس سے لوگ فرار کا راستہ اختیار کریں اور آپس میں محبت و شفقت کا معاملہ کرتے رہنا اور اختلاف و پھوٹ کی باتیں نہ کرنا... (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۴۲۶ حدیث نمبر ۲۹۴۲)

نوٹ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کلام میں نرمی اختیار کیجئے، کیونکہ الفاظ کی بنسبت لہجہ کا اثر زیادہ پڑتا ہے... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حرام کتنا ہی تھوڑا ہو حلال پر ہمیشہ غالب رہے گا صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی اے اللہ جو میری امت کا والی ہو اگر وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا اور اگر وہ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا... اس لئے ہر جگہ ذمہ دار اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں... (سیرۃ عائشہ سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۲۲)

خانہ نبوی کا زہد و فقر بھرا ماحول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل وعیال سے کامل محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم ان کا پورا پورا خیال رکھتے تھے... اس کا تقاضا یہ ہوسکتا تھا کہ آپ خود تنگی و پریشانی کے ساتھ گزر اوقات کر لیتے مگر اپنے گھر والوں کے لیے تو کم از کم رفاہیت اور آرام کے انتظام کر ہی دیتے... انسان کے لیے خود پریشانیاں برداشت کرنا آسان ہوتا ہے مگر اپنے اہلِ خانہ اور بچوں کے چہروں پر وہ فقر کے سائے نہیں دیکھ سکتا... لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل اس سلسلہ میں بالکل ممتاز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت کے مطابق ہے... آپ کے گھر کا ماحول اور عمومی نقشہ ویسا ہی تھا جو:

...اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ... اور **...اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ... مَلْعُوْنَۃٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہٗ...**

(یعنی اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے اور رہی دُنیا تو یہ لعنتی ہے سوائے ان چیزوں کے جن کا اللہ سے کچھ تعلق ہے)... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کی فکر نہیں کی کہ آپ کے گھر والوں کو دُنیا کی زندگی میں رفاہیت حاصل ہو... آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا اکثر فرماتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا... (بخاری... کتاب الرقاق... باب کیف کان عیش النبی)

...اے اللہ! محمد کے گھر والوں کو بقدرِ ضرورت رزق عطا فرما دیجئے......

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی محبوب تھیں... فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی کئی دن چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی... پوچھا گیا: اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر کیسے بسر ہوتی تھی؟ کہا بس کھجور اور پانی سے... (بخاری... کتاب الرقاق... باب کیف کان عیش النبی)

ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ کبھی ہم کو دو وقت لگاتار باقاعدہ کھانا نہیں ملا... ایک وقت ضرور صرف کھجور پر بسر کرتے... (بخاری... کتاب الرقاق... باب کیف کان عیش النبی)

ازواجِ مطہرات کے پاس صرف ایک ہی جوڑا کپڑا رہتا۔ (بخاری۔ کتاب الحیض۔ باب تصلی المراۃ فی ثوب)

گھر میں آٹا چھانے بغیر پکتا... کبھی چپاتی پکنے کی نوبت نہیں آتی... راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے... (بخاری... کتاب الصلوٰۃ... باب الصلوٰۃ علی فراش) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کی یہ حالت ہوتی کہ ایسی چٹائی پر لیٹتے کہ جسم مبارک پر اس

کے نشان پڑ جاتے... (حوالہ بالا و ترمذی... کتاب الزہد)

کبھی چمڑے کے اندر بھوسا بھر کر گدا بن جاتا... بس یہی بستر تھا... (بخاری کتاب الرقاق)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کے اندر نظر دوڑائی تو گھر کی کل متاع چند کلو جو اور چمڑے کے چند ٹکڑے ہی نظر آئے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے سروسامانی کی زندگی پر ان کا یہ فدائی رو پڑا... عرض کیا: اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا یہ حال ہے... قیصر و کسریٰ اللہ کے باغی کیسے کیسے عیش لوٹتے ہیں؟ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور جلالی شان کے ساتھ فرمایا: عمر کچھ شک ہے... اُن لوگوں کو سارے مزے دُنیا میں لوٹ لینے ہیں... (طبقات ابن سعد)

حجراتِ نبوی کی تعمیر کا یہ حال تھا کہ تعمیر کچی اینٹ کی تھی... کچھ حجرے کھجور کی ٹٹوں کے تھے... چھت اتنی نیچی کہ کھڑے ہو کر ہاتھ لگتا... چوڑائی چھ سات گز اور لمبائی دس ہاتھ تھی... دروازوں کو قاعدے کا پردہ بھی میسر نہ تھا... بوسیدہ کمبل ہی ڈال دیا جاتا تھا...

ازواجِ مطہرات بھی اس طرزِ عمل پر نہایت قانع تھیں اور صبر و شکر سے گزر کرتی تھیں... جب اللہ کی طرف سے فتوحات کے بعد غذائی اشیاء اور مال و دولت کی کچھ فراوانی ہوئی تو اُن کو اُمید ہوئی کہ عام انسانوں کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے معیار میں کچھ بہتری لائیں گے... کم از کم دو وقت کی روٹی کی حد تک تو ان کو بھی اُمید تھی کہ یہ میسر ہو ہی جائے گی اور انہوں نے اس کا مطالبہ کیا مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایسا ناپسند کیا کہ ایک ماہ تک گھر کے اندر تشریف نہیں لے گئے اور اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنی بیویوں سے صاف کہہ دیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت تو اسی حال اور فقر و فاقہ کے ساتھ ہی ممکن ہے اس گھر کا تو یہی حال رہے گا... اگر تم میں سے کسی کو دُنیا کی زندگی کی رفاہیت و زینت کی طلب ہے تو وہ مجھ سے بحسن و خوبی الگ ہو سکتی ہے اور اگر تم کو اللہ کی رضا رسول خدا کی رفاقت اور آخرت زیادہ محبوب ہے تو اللہ نے تمہارے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے... یہ حکم قرآن کی آیات کی شکل میں نازل ہوا... (سورۂ احزاب: ۲۸...۲۹)

آپ نے ازواجِ مطہرات کو اس فیصلہ سے مطلع کر دیا... ان سب نے بیک زبان اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو اختیار کیا...(مسلم کتاب الطلاق...باب بیان ان تخییر المرأۃ لا یکون طلاقا)

جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ یہ فقر و زبوں حالی اس وقت بھی قائم رہی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال و دولت کے ڈھیر آ کر لگنے لگے تھے جس دن مال آ تا... آپ اس وقت تک گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے جب تک وہ تقسیم نہ ہو جاتا...فدک سے کچھ غلہ آیا...حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچ کر وہ قرض ادا کیا جو ایک یہودی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دینی ضرورت کے لیے لیا تھا...آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو گھریلو امور کی نگرانی کرتے تھے) پوچھا کہ کچھ بچا تو نہیں؟انہوں نے کہا: کچھ بچ رہا...فرمایا: جب تک کچھ بچ رہے گا میں گھر کے اندر نہیں جا سکتا...انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا کروں...کوئی سائل بھی تو نہیں...مگر آپ نے رات مسجد ہی میں بسر کی...دوسرے دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطلاع دی... اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا...یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم کر دیا گیا...آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر گھر کے اندر گئے...(ابوداؤد...باب ہدایات المشرکین)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کو جیسا تعلق تھا اس کا کچھ تذکرہ گزر چکا ہے...ان کا یہ حال تھا کہ گھر کے سارے کام کاج کرتے کرتے کپڑے غبار میں اَٹ جاتے...چکی پیسنے سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے...مشک بھر بھر کر لانے سے گردن میں نشان پڑ گیا تھا...ایک موقع پر کہیں سے کچھ غلام و باندیاں آئیں...حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی اور ایک خادمہ مانگی...آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا: فاطمہ اللہ سے ڈرو! گھر کا کام خود کرو...اللہ کے حقوق و فرائض ادا کرو اور سوتے وقت ٣٣ مرتبہ سبحان اللہ...٣٣ مرتبہ الحمدللہ اور ٣٤ مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سویا کرو...یہ تمہارے لیے باندی سے بہتر ہے...بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدر کے یتیموں کا حق تم سے پہلے ہے...دوسری روایات میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اہل صفہ کے پیٹ بھوک سے پچکے جا رہے ہیں...میں تم کو کیسے دے دوں...(ابوداؤد)

ازلی دشمن سے برتاؤ

حضرت اسمٰعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ کے لئے بلایا گیا جب آپ اس کا جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو میں مڑا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی بن سلول کا جنازہ پڑھائیں گے جو فلاں دن میں فلاں فلاں بات کہنے والا تھا؟ اور میں اس کی کارگزاریاں شمار کرنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا اے عمر! مجھ سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے لہٰذا میں نے اس کا جنازہ پڑھنے کو اختیار کر لیا ہے ان کے بارے میں کہا گیا ہے او لا تستغفر لھم (خواہ تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو) اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے ستر سے زیادہ دفعہ ان کی بخشش کی دعا سے انہیں بخش دیا جائے گا تو میں ستر سے زیادہ دفعہ بھی ان کے لئے استغفار کرتا... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اس کے ساتھ گئے حتیٰ کہ اس کی تدفین سے فراغت تک اس کی قبر پر تشریف فرما رہے... مجھے اپنے اوپر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جرات پر بہت تعجب ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں... پس اللہ تعالیٰ کی قسم کہ تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ...... (التوبہ:۸۴)

(اور ان میں کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا...

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخلوق سے جدا رہنے میں اپنی ہمت صرف کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق کے ساتھ موافق ہونے کی

وحی نازل فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر جنازہ پڑھنے سے اور جن سے فدیہ لیا انہیں چھوڑنے سے اپنے قدیم علم اوران پر اپنی قدرت کے سبب منع فرمایا اور جو لوگ مخلوق سے جدائی (اور وصولی الی اللہ) کی مستی میں ہوتے ہیں ان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنی اکثر باتوں میں اجتماعیت کے حامی رہتے ہیں اور اپنے سب احوال و افعال میں افتراق سے محفوظ رہتے ہیں...

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں بھی اور موت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس لئے کہ آپ اپنی بیداری میں اور نیند میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تابعدار رہے ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی... تمام افعال میں تابعداری کی اور کہا گیا ہے کہ تصوف شریعت کے طریقوں پر استقامت اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش کا نام ہے...

انبیاء علیہم السلام کی قوت برداشت.....ایک جھلک

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا حضور کو بخار کی کیفیت تھی آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی میں نے چادر کے اوپر سے ہاتھ رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کتنا تیز بخار ہے؟ حضور نے فرمایا ہم (انبیاءؑ) پر اسی طرح سخت تکلیف و آزمائش آیا کرتی ہے اور ہمارا اجر و ثواب بھی دگنا ہوتا ہے.....

میں نے کہا یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کن پر آئی ہے؟ آپ نے فرمایا نبیوں پر میں نے کہا پھر کن پر؟ آپ نے فرمایا علماء پر میں نے کہا پھر کن پر؟ آپ نے فرمایا نیک بندوں پر.....

بعض نیک بندوں کے جسم میں اتنی جوئیں پڑ جاتی تھیں کہ اسی میں ان کا انتقال ہو جاتا تھا اور بعضوں پر اتنی تنگدستی آتی تھی کہ انہیں چوغہ کے علاوہ کوئی اور چیز پہننے کو نہ ملتی تھی لیکن تمہیں دنیا ملنے سے جتنی خوشی ہوتی ہے انہیں آزمائش اور تکلیف سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی تھی... (ابن ماجہ)

صلۂ رحمی کا ایک عجیب قصہ

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی خیرات کریں، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو، اگر کچھ حرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے وہ میں تمہیں کو دے دوں، تم بھی تو محتاج ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خود تم جا کر پوچھو...

یہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر حاضر ہوئیں، وہاں دیکھا کہ ایک بی بی اور کھڑی تھیں اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں، ہیبت کے مارے ان دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جا کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتیں... حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت سے جا کر کہو، دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں، اور یتیم بچوں پر، جو ہماری گود میں ہوں، صدقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں...

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک قبیلۂ انصاری کی بی بی ہے، اور ایک زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون زینب؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہہ دو کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کرنے کا علیحدہ... (بخاری ومسلم)

رئیس المنافقین سے برتاؤ

حضرت اسمٰعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ کے لئے بلایا گیا جب آپ اس کا جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو میں مڑا اور

عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی بن سلول کا جنازہ پڑھائیں گے جو فلاں دن میں فلاں فلاں بات کہنے والا تھا؟ اور میں اس کی کارگزاریاں شمار کرنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرار ہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ ؐ نے فرمایا اے عمر! مجھ سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے لہٰذا میں نے اس کا جنازہ پڑھنے کو اختیار کرلیا ہے ان کے بارے میں کہا گیا ہے او لا تستغفر لھم (خواہ تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو) اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے ستر سے زیادہ دفعہ ان کی بخشش کی دعا سے انہیں بخش دیا جائے گا تو میں ستر سے زیادہ دفعہ بھی ان کے لئے استغفار کرتا.....

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اسی کے ساتھ گئے حتیٰ کہ اس کی تدفین سے فراغت تک اس کی قبر پر تشریف فرما رہے..... مجھے اپنے اوپر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جرات پر بہت تعجب ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ؐ بہتر جانتے ہیں..... پس اللہ تعالیٰ کی قسم کہ تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ......(التوبہ:۸۴)

(اوران میں کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا.....

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخلوق سے جدا رہنے میں اپنی ہمت صرف کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق کے ساتھ موافق ہونے کی وحی نازل فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر جنازہ پڑھنے سے اور جن سے فدیہ لیا انہیں چھوڑنے سے اپنے قدیم علم اور ان پر اپنی قدرت کے سبب منع فرمایا اور جو لوگ مخلوق سے جدائی (اور وصول الی اللہ) کی مستی میں ہوتے ہیں ان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنی اکثر باتوں میں اجتماعیت کے حامی رہتے ہیں اور اپنے سب احوال وافعال میں افتراق سے محفوظ رہتے ہیں...

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں بھی اور موت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس لئے کہ آپ اپنی بیداری میں اور نیند میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تابعدار رہے ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی..... تمام افعال میں تابعداری کی اور کہا گیا ہے کہ تصوف شریعت کے طریقوں پر استقامت اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش کا نام ہے..... (۳۱۳ روشن ستارے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی کیساتھ مشفقانہ معاملہ

غزوہ حنین کے موقع پر ایک عجیب افراتفری کا عالم تھا.... لوگوں کا اژدھام اور بھیڑ بہت زیادہ تھی..... ایک صحابی پیر میں موٹا جوتا پہنے ہوئے تھے..... اتفاق ایسا ہوا کہ ان کا پیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر پڑا اور اس سے آپ کا پیر مبارک روندا گیا.... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کوڑا تھا.... آپ نے اس کوڑے کے کنارے سے ان کو مارا اور فرمایا... اوجھنی... تم نے مجھے تکلیف دی ہے.... وہ صحابی فرماتے ہیں میں نے رات کس طرح گزاری... فبت بليلة كما يعلم الله... صبح ہوئی دیکھا ایک شخص میرا نام لے کر آواز لگا رہا ہے کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ شخص میں ہی ہوں.... انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں.... میں چل دیا اور دل میں گھبراہٹ تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے...... فانطلقت وانا متخوف... چنانچہ میں پہنچا.... آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو روند دیا تھا اور میں نے تم کو کوڑا مارا تھا.... یہ اسی (۸۰) اونٹنیاں ہیں تم اس کے عوض ان کو لے لو اور جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اس کو درگزر کردو.....

مذکورہ واقعہ پر غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر کس قدر شفقت تھی کہ محض اس معمولی کوڑے کے ماردینے سے اس قدر آپ کو احساس ہوا اور اس کے عوض اسی اونٹنیاں آپ نے ان کو دیں... اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کس قدر دلجوئی فرمایا کرتے تھے اور ان کو خوش کرنے کی کس قدر کوشش

کرتے تھے ہمیں بھی یہ معاملہ اپنے اہل تعلق کے ساتھ کرنا چاہئے کہ کسی کو اگر کوئی ناگواری اور تکلیف ہم سے پہنچ جائے تو پھر اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی جائے....(ماہنامہ المحمود)

خُلق عظیم کا شاہکار واقعہ

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہجرت کا حکم ہوگیا تو آپ نے چاہا کہ میں بیت اللہ میں دو رکعت نماز پڑھوں... یہ تو ظاہر تھا نہیں کہ آپ ہجرت فرما رہے ہیں... مگر اجازت آ چکی تھی... اس زمانہ میں عثمان شیبی کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں رہتی تھیں آپ نے فرمایا کہ شیبی! ایک دو منٹ کے لئے بیت اللہ کھول دو... میں دو رکعت پڑھ لوں... اس نے آپ کو ڈانٹ دیا اس لئے کہ حکومت تو اسی کی تھی... آپ کی تو تھی نہیں... آپ نے کچھ نرمی سے فرمایا کہ دو ہی رکعتیں پڑھنی ہیں اس نے کہا کہ نہیں نہیں... بہر حال اس نے اجازت نہیں دی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیبی! ایک وقت آنے والا ہے میں تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوگا جہاں میں کھڑا ہوا ہوں... اس وقت تیرا کیا حشر ہوگا... اس نے کہا کہ یہ سب تخیلات ہیں... شیخ چلی کی باتیں ہیں غرض اجازت نہ دی... بلا نماز پڑھے آپ واپس تشریف لائے... رات کو ہجرت فرمائی... یہ تیرہ برس کی زندگی آپ نے انتہائی پریشانیوں میں گزاری پھر ہجرت کیساتھ آٹھ سال بعد مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ ہوا... اور آپ نے مسجد حرام سے ابتداء کی وہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی... کعبہ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دی گئیں... آپ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بلاؤ شیبی کو شیبی حاضر ہوا... آپ نے فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ میں نے منت سماجت کی تھی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو... مگر تم نے اجازت نہیں دی تھی... اس نے کہاں ہاں یاد ہے اور فرمایا کہ یہ بھی یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے... میں وہاں کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تم یہاں کھڑے ہوگے جہاں میں کھڑا ہوں... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں کھڑا ہوں تیری جگہ اور تم کھڑے ہو میری جگہ... اس نے کہا ہاں وہ

وقت آ گیا ہے فرمایا کہ اب تیرا کیا حشر ہونا چاہئے اس نے ایک ہی لفظ کہا کہ اخ کریم و نبی کریم میں کریم پیغمبر اور کریم بھائی کے سامنے ہوں...

اس برائی کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ کعبہ کی کنجیاں سپرد کیں اور فرمایا کہ نسلاً بعد نسل قیامت تک تیرے ہی خاندان کو یہ کنجیاں دیتا ہوں تو آج تک وہ شیبی کا خاندان ہے جو برابر کلید بردار کعبہ ہے اور آدھے مکہ پر اس کی حکومت ہے لاکھوں کروڑوں کا سامان اس کی دکانوں میں پڑا ہوا ہے اور جسے چاہے اجازت دے اور جسے چاہے بیت اللہ کے داخلہ کی اجازت نہ دے... تو اس نے دو رکعت نہیں پڑھنے دی جواب میں آپ نے کنجیاں سپرد کر دیں اور فرمایا کہ لے یہ تیرے خاندان کو قیامت تک کے لئے دیتا ہوں یہ خلق عظیم نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ ادھر سے زیادتی اور ادھر سے یہ کچھ لطف و کرم... (خطبات طیب)

کفار مکہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

فتح مکہ کے بعد جب اعلان ہوا کہ سارے اہل مکہ مسجد حرام میں جمع ہو جائیں تو سب لرزتے اور کانپتے ہوئے آئے... اس لئے کہ تیرہ برس تک تکلیفیں پہنچائیں وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھیں... کوئی ان کہنی ایسی نہ تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کہی گئی ہو... کوئی ان کرنی ایسی نہ تھی جو آپ کے ساتھ نہ کی گئی ہو اس لئے سب کو خوف تھا کہ اب قتل عام کا حکم ہوگا کہ سارے اہل مکہ کو قتل کر دیا جاوے گا... جب سب جمع ہو گئے اور مسجد حرام بھر گئی تو آپ نے بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ تم نے اللہ کے رسول کیساتھ کیا کیا معاملات کئے... تم نے یہ برا کام کیا... تم نے یہ بری حرکت کی... یہ تکلیفیں پہنچائیں...

آپ نے سب کو یاد دلایا اور سب نے اقرار کیا... اب تو ان کو کامل یقین ہو گیا کہ اب حکم ہوگا کہ ان سب کی گردنیں ماردی جائیں... جب آپ پوچھ چکے اور سب نے اقرار کیا... انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی... اس کے بعد آپ نے فرمایا اذھبوا انتم الطلقاء سب جاؤ آزاد ہو... اور مکہ میں امن سے رہو... تمہارے اوپر کوئی گرفت نہیں...

پھر اس کے بعد سب دین میں داخل ہوئے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا یہ تو

خلق عظیم تھا کہ جس نے زیادہ ستایا اس کے ساتھ زیادہ بھلائی اور معافی کا معاملہ اختیار کیا اور کبھی کسی سے انتقام لینے کا ارادہ تک نہ فرمایا...

یہودی کے قرض کا واقعہ

یہود کا ایک بہت بڑا عالم تھا... زید بن سونہ جو اپنے زمانہ کا حبر اور بہت بڑا عالم سمجھا جاتا تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دس یا بیس کلو کی مقدار میں جو قرض لئے اور طے یہ ہوا کہ چھ مہینے بعد بدلے میں اتنی کھجوریں ہم تمہیں دے دیں گے معاملہ طے ہو گیا وہ گھر کا رئیس تھا اس نے مطلوبہ تعداد میں جو لا کر حضور کی خدمت میں پیش کئے اور چھ مہینے کا وعدہ ہو گیا کہ چھ ماہ بعد کھجوروں کی صورت میں ادا کیا جائے گا...

اس نے تیسرے دن آ کر مطالبہ کیا کہ لاؤ میرا قرضہ ادا کر دو آپ قانونی طور پر فرما سکتے تھے کہ بھائی چھ ماہ کی مدت طے ہوئی تھی تو تیسرے ہی دن آ گیا... مگر یہ نہیں فرمایا بلکہ حیا سے گردن جھکالی اور فرمایا کہ بھائی میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں... کہنے لگا کہ ہو یا نہ ہو ابھی کر دو... اسی وقت ادا کرنے پڑیں گے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بہت نرمی سے فرمایا کہ بھائی میرے پاس ہوتے تو میں دے دیتا مگر یہ نہ فرمایا کہ کم بخت تو وعدہ شکنی کر رہا ہے معاہدہ ہوا تھا چھ ماہ کا اور آ گیا تو تیسرے ہی دن گویا قانونی گرفت نہیں فرمائی... وہی خلق کا معاملہ فرمایا کہ بھائی میرے پاس کچھ ہے نہیں... جب ہو گا میں دیدوں گا اس نے سخت کلامی شروع کی اور یہ کہا کہ تم ہی نہیں بلکہ تمہارے خاندان اور بنی ہاشم کی عادت یہ ہی ہے کہ قرضے لے کے دبا بیٹھتے ہیں... اور کسی کو واپس نہیں دیتے ہیں اور سخت سست کہنا شروع کیا...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی نازیبا حرکت پر غصہ آیا... عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس کافر کی گردن قلم کر دوں... کہ اللہ کے رسول کی شان میں یہ شخص گستاخی کر رہا ہے مگر آپ بجائے اس کے کہ زید بن سونہ پر خفا ہوتے حضرت عمر پر خفا ہوئے کہ اے عمر! تم سے یہ توقع مجھے بالکل نہ تھی کہ تم ایسی بات کہو گے... تمہیں مجھے سمجھانا چاہئے تھا... مدد کرنی چاہئے تھی... مگر تم اس کے قتل کی فکر کر رہے ہو... یہ اپنا حق مانگ رہا ہے تم اسے حق مانگنے سے روک

رہے ہو... یہ نہیں فرماتے کہ وہ بدعہدی کر رہا ہے... بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس کا جو قرضہ میرے ذمہ ہے وہ مانگنے آیا ہے... بجائے اس کے تم مجھے سمجھاتے نصیحت کرتے تم اس کی گردن مارنے کی فکر میں ہو... یہ تمہارے لئے زیبا نہیں ہرگز مناسب نہیں...

عرض کیا یا رسول اللہ! پھر میں اس کی بدکلامی کو کیسے برداشت کروں... اچھا آپ اجازت دیں میں اس کے قرضہ کو ادا کردوں فرمایا کہ ہاں اس کی اجازت ہے... ادا کردو... مگر جتنے جو ہم نے لئے تھے اتنی کھجوریں دے دو... اور کچھ زائد دو کیونکہ ہم نے اسے پریشان کیا... یہ مانگنے آیا اور ہم نے وقت پر ادا نہ کیا... حضرت عمرؓ گئے مقررہ کھجوریں دیں اور اوپر سے کچھ زائد بھی دیں...

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے غور سے دیکھا اور پوچھا کہ تو زید بن سونہ ہے اس نے کہا ہاں حضرت عمر نے فرمایا کہ یہود کا عالم! اس نے کہا ہاں... فرمایا کہ تجھ پر کیا مصیبت آئی ہے کہ تو نے ایسی بدتہذیبی کی اس نے کہا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ میں نے قصداً ایسا کیا ہے اور وہ یہ کہ میں تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری شانیں پڑھ چکا ہوں اور سب کو آزما چکا ہوں... اور یہ وہی پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کی خبر دی گئی ہے ایک وصف رہ گیا تھا جس کا امتحان باقی تھا... اور وہ یہ تھا کہ ان کے سامنے جو شخص جتنی بدتہذیبی کرتا ہے اتنا ہی ادھر سے رحم وکرم کا معاملہ ہوتا ہے... اس لئے میں نے قصداً ایسے کیا تاکہ مجھے اس وصف کے آزمانے کا موقع ملے... تو آج واضح ہوگیا کہ یہ وہی نبی ہیں میں نے انتہائی گستاخیاں کیں مگر آپ کی زبان مبارک سے نرم الفاظ اور محبت ہی کے کلمے نکلتے رہے کوئی انتقامی کلمہ نہیں نکلا... تو جو وصف میں نے پڑھا تھا آج اس کا یقین ہوگیا...

لہٰذا فیصلہ ہوگیا **اشهد ان لا الله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله** میں مسلمان ہوتا ہوں اور میری لاکھوں روپیہ کی جائیداد ہے وہ سب اسلام کے کاموں کے لئے وقف ہے آج سے میں اسلام میں داخل ہوگیا اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق عالیہ سے مخلوق کے دلوں کو موہ لیا... یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا تھا آپ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں... نبی رحمت ہے خلق عظیم آپ کو دیا گیا علوم انتہائی طور پر دیئے گئے کہ عالم خلق میں اتنا علم کسی کو نہیں دیا گیا جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا... یہ ہی سیرت کا خلاصہ اور مفہوم ہے... (خطبات طیب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال حلم ودرگزر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر مشرکین کی ایذائیں اور سختیاں پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی یہاں تک کہ مسلمان سخت تنگی میں مبتلا ہوگئے اور ان پر شدائد ومصائب کے پہاڑ ٹوٹنے لگے...اُدھر قریش اس پر متفق ہوگئے کہ آپ کو کسی تدبیر سے کھلم کھلا قتل کردیں...

جب ابوطالب نے قوم کا یہ ظلم دیکھا تو انہوں نے بنوعبدالمطلب کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ٹھکانے میں لیجائیں اور جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کرے اس کو اس ارادۂ بد سے منع کریں...ابوطالب کے اس کہنے پر عبدالمطلب کا سارا قبیلہ کیا مسلمان اور کیا کافر سب کے سب متفق ہوگئے...

یہ دوسری بات تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حمایت کسی کی تو صرف حمیت قومی کی بناء پر تھی اور کسی کی ایمان ویقین کی بناء پر...اُدھر قریش نے جب یہ دیکھا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر متفق ہوچکے ہیں تو مشرکین قریش بنوعبدالمطلب کے مقابلے پر بائیکاٹ کے لیے متفق ہوگئے کہ نہ ان کے ساتھ نشست وبرخاست کریں گے اور نہ خرید وفروخت اور نہ اُن کے گھروں میں آمدورفت رکھیں گے یہاں تک کہ وہ قتل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد نہ کردیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایک عہدنامہ لکھا جس میں یہ ذکر کیا کہ بنوہاشم سے اس وقت تک ہرگز کوئی صلح نہ کریں گے اور نہ ان پر رحم کھائیں گے جب تک کہ وہ قتل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کردیں...

اس کے بعد بنوہاشم تین سال تک اسی طرح اپنی جگہ محبوس رہے سختیاں اور مصائب کا دوران پر زیادہ سے زیادہ شدید ہوتا رہا...مشرکین قریش نے ان کے لیے بازاروں کی آمدورفت بند کردی اور جب باہر سے کھانے کا کوئی سامان مکہ مکرمہ آتا تو فوراً لپک کر اس کو خرید لیتے اور مقصد یہ تھا کہ اس ایذاء رسانی کی تدبیر سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہانے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہوجائیں...

اس جگہ ابن اسحاق نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ بنو ہاشم پر بھوک کی شدت کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ ان کے بچوں کی آواز بنو ہاشم والی گھاٹی کے باہر سے کانوں میں آتی تھی کہ وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں...

دوسری طرف جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو باندھ کر ڈال دیا تھا اس پر ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے غرض کہ عظیم آزمائش کا وقت تھا اور مسلمانوں پر گویا قیامت برپا تھی...

یہاں موسیٰ بن عقبہ اس واقعہ کے تتمہ میں بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر چلے جاتے تو ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ وہ ان کے بچھونے پر جا لیٹیں یہاں تک کہ جو بدکردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ رکھتا ہو وہ یہ دیکھ لے... پھر جب لوگوں کو سلا دیتے تو اپنے کسی بچے یا بھانجے یا بھتیجے سے کہتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر جا سوئے جب اس دور پر تیسرا سال ہونے لگا تو بنو عبد مناف اور بنو قصی اور ان کے علاوہ قریش کے اور لوگوں نے جو بنو ہاشم کی اولاد تھے باہم ایک دوسرے کو ملامت کی اور انہوں نے سمجھا کہ انہوں نے باہم رشتہ داری کا تعلق ختم کر کے حق کے خلاف کیا اور قطع رحم کے جرم کے مرتکب ہوگئے اور اسی رات میں اُن کا یہ مشورہ ٹھہر گیا کہ غداری اور بائیکاٹ کے جو منصوبے انہوں نے گانٹھ رکھے تھے وہ یک لخت توڑ ڈالیں...

ادھر جس عہد نامے میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ بد کا ذکر کیا تھا اس کو قدرت نے دیمک لگا دی اور وہ اس عہد نامہ کو چاٹ گئی... بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عہد نامہ بیت اللہ کی چھت میں لٹکا ہوا تھا... دیمک نے اس عہد نامے میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا تمام جگہ سے اس کو چاٹ لیا تھا اور جو جو شرک یا ظلم یا قطع رحم کی باتیں تھیں وہ سب چھوڑ دی تھیں... عہد نامہ کا یہ سارا راز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر کھول دیا تھا... چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب ابو طالب سے ذکر کر دیا... ابو طالب نے قسم کھا کر کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جھوٹ نہیں فرمایا اور بنو عبد المطلب کی ایک جماعت ساتھ لے کر چل پڑے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگئے... اس وقت مسجد قریش سے بھری ہوئی تھی جب انہوں نے ابو طالب کو اپنی جماعت کے ساتھ اپنی طرف آتا دیکھا تو ان کو نئی سی بات معلوم ہوئی اور انہوں نے

گمان کیا کہ یہ لوگ اب تکالیف سے تنگ آ کر یہاں آئے ہیں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کردیں... اس پر ابو طالب بولے تمہارے معاملے میں کچھ جدید باتیں ایسی پیش آئی ہیں جو ابھی ہم نے تم کو نہیں بتائیں تو اب وہ کاغذ لاؤ جس پر تم نے باہم عہد کیا ہے شاید کہ ہمارے اور تمہارے مابین صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے...

انہوں نے یہ مجمل بات اس لیے فرمائی کہ کہیں وہ لوگ صحیفے کے لانے سے پہلے ہی پہلے اس کی دیکھ بھال نہ کرلیں... وہ بڑے فخر کے ساتھ اس صحیفے کو لے آئے اور ان کو اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ان کے حوالے کردیئے جائیں گے... انہوں نے اس کو لا کر درمیان میں رکھ دیا اور بولے وقت آ گیا کہ تم لوگ ہماری بات قبول کرلو اور اس راہ کی طرف لوٹ آؤ جو تمہاری قوم میں پھر اتفاق پیدا کردے کیونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہی شخص پھوٹ کا باعث ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم اور اپنے قبیلے کی بربادی اور باہمی فساد کا ذریعہ بنالیا ہے...

اس پر ابو طالب نے کہا دیکھو میں تمہارے سامنے انصاف کی صرف ایک بات پیش کرنے آیا ہوں میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور یقیناً اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا کہ جو صحیفہ تمہارے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اور اس نے جہاں جہاں اپنا نام تھا اس کو ہر ہر جگہ سے مٹا دیا ہے اور تمہاری غداری اور ہمارے ساتھ قطع رحمی اور ہمارے برخلاف ظلم پر تمہارے باہم اتفاق کو باقی رکھا ہے اب اگر حقیقت اسی طرح نکلے جس طرح میرے بھتیجے نے کہی ہے تو ہوش میں آ جاؤ... خدا کی قسم! ہم اس وقت تک ان کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کرسکتے جب تک کہ ہمارا بچہ بچہ موت کے گھاٹ نہ اُتر جائے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط نکلے تو ہم ان کو تمہارے حوالے کردیں گے... پھر خواہ ان کو تم قتل کردینا یا زندہ رہنے دینا... وہ بولے ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں...

اس کے بعد انہوں نے عہد نامہ کھولا دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے سچے تھے جو معاملہ تھا وہ پہلے بتا چکے تھے... جب قریش نے دیکھا کہ بات وہی نکلی جو ابو طالب فرما چکے تھے تو کہنے لگے... خدا کی قسم! یہ تو تمہارے ساتھی کا جادو معلوم ہوتا ہے اور

پھرلوٹ کراپنے کفراورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ایذاءرسانی میں اور دو نے بڑھ گئے اوراپنے پہلے عہد پراور پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے...

بنوعبدالمطلب کی اس جماعت نے کہا کہ جھوٹ بولنےاور جادوگری کے مستحق تو ہم سے پہلے کہیں اور لوگ نہ ہوں... یہ بات یقینی ہے کہ ہمارے ساتھ قطع رحمی کے جرم پر تم ہی لوگ متفق ہوئے ہو...اب اس بات کوخباثت یا جادو کہنا زیادہ مناسب ہے یا اُس صلح وآشتی جو ہمارا طرزِ عمل رہا ہے اگر تم لوگ متفق ہوکر جادو نہ چلاتے تو تمہارا عہد نامہ کبھی دیمک نہ کھاتی...اب دیکھتے ہو کہ یہ تمہارے ہی قبضہ میں تھا اوراس کے باوجوداس میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے اور جس جس جگہ تمہارے ظلم کی باتیں تھیں وہ سب رہنے دی ہیں... بولو! اب جادو چلانے والے تم ہوئے یا ہم... یہ سن کر کچھ لوگ قبیلہ بنوعبد مناف بنوقصی کےاورقریش کے وہ لوگ جو بنو ہاشم کی عورتوں سے پیدا شدہ تھے بولے جن میں ان کے بڑے بڑے مشاہیر شامل تھے جیسے ابوالبختری... مطعم بن عدی...زہیر بن ابی امیہ...زمعۃ بن الاسوداور ہشام بن عمرو...ان ہی کے قبضہ میں یہ عہد نامہ تھا اور یہ بنوعامر بن لوی کی اولاد تھے یہ اور دوسرے سر برآوردہ لوگ کہنے لگے کہ ہم سب لوگ اس عہد نامہ سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں...اس پرابوجہل بولا...اچھا یہ سازش رات میں کی گئی ہے...اس عہد نامہ کے بارے میں اوراس جماعت کی شان میں جنہوں نے اس عہد نامہ سے علیحدگی ظاہر کردی تھی اوراس میں جو عہد مذکور تھا اس کو توڑ دیا تھا...ابوطالب نے مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں اور نجاشی بادشاہ کے متعلق بھی مدحیہ اشعار کہے ہیں...(کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا)

موسیٰ ابن عقبہ (صاحب مغازی) بیان کرتے ہیں کہ جب اس عہد نامہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح محو واثبات کر کے خراب کردیا تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ پھر ملنے جلنے لگے...(معارف السنۃ)

ایک نوجوان سے مثالی برتاؤ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو زنا کرنے کی

اجازت دید یجئے...اس نازیبا سوال پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے چاروں طرف سے اس کوڈانٹ پھٹکار شروع کردی اور خاموش خاموش کا شور مچ گیا...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا...ذرا قریب آجا...وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر بیٹھ گیا...اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا بتا تو اپنی ماں کے ساتھ یہ فعل گوارا کرے گا؟ اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جاؤں بخدا ہرگز نہیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اچھا تو پھر اور لوگ اس کو اپنی ماؤں کے حق میں یہ کیسے گوارا کر سکتے ہیں...

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کے متعلق یہی سوال کیا اور اسی طرح بہنوں...پھوپھیوں اور خالاؤں...اس کے سب محارم کے متعلق یہی سوال کیا اور ہر ایک کے جواب میں وہ یہی کہتا رہا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہرگز نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی فرماتے رہے کہ جس عورت کے ساتھ بھی تو اس فعل کا ارادہ کرے گا وہ بھی ضرور کسی کی ماں...بیٹی...بہن...پھوپھی اور خالہ ہوگی تو پھر اور لوگ اس کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں؟ راوی کہتا ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا اور یہ دُعا کی... خداوندا اس کے گناہ بخش دے اور اس کا دل پاکیزہ بنادے اور اس کو پاک دامن بنادے...بس وہ دن تھا کہ پھر وہی نوجوان کسی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا...(مسند امام احمد)

تشریح: اس کا نام ہے نبوت...آپ نے دیکھا کہ ایک طرف کس حکیمانہ انداز میں اس کو نصیحت فرمائی اور دوسری طرف کیسی مستجاب دُعا دی...اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دُعا پر کفایت فرمالیتے تو یہ معجزہ صرف اسی کے حق میں معجزہ ہوکر رہ جاتا مگر اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ناصحانہ کلمات ہر ذی حس کے لیے تاقیامت معجزہ کا اثر دکھاتے رہیں گے...

دل چاہتا ہے کہ اس مرض میں مبتلا لوگ پورے اعتقاد کے ساتھ نمازوں کے بعد یہی دُعا کر کے شفایاب ہوتے رہیں...(معارف السنۃ)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر لطف کرم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ قتل میں وحشی

قاتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ مکہ کی طرف لوٹے تو میں بھی مکہ میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ (فتح مکہ کے بعد) اسلام پھیل گیا پھر میں طائف کی جانب نکل کھڑا ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کیے اور مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی قاصد کو پریشان نہ کرتے...

اتفاق سے ایک جماعت قاصد بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہی تھی... اس لیے میں بھی ان ہی کے ساتھ جا شامل ہوا... یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بھی دیکھا تو فرمایا کیا وہ... وحشی... تو ہی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس بے رحمی کے ساتھ تو نے ہی ان کو شہید کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کچھ خبر آپ کو میری جانب سے پہنچی... سچی سچی بات تو وہی ہے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اچھا کیا تو اتنی سی بات کر سکتا ہے کہ اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹا لے (تاکہ تجھے دیکھ کر میرا غم تازہ نہ ہو اور مجھ کو اپنے پیارے چچا یاد نہ آئیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ ٹھہر سکا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو مسیلمہ کذاب کا فتنہ شروع ہو گیا... میں نے دل میں کہا کہ میں بھی اس کے مقابلے کے لیے چلوں اور شاید اس کے قتل میں کامیاب ہو کر (کم از کم روز محشر میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں) اور اس عمل سے شاید حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی کچھ مکافات کر سکوں... چنانچہ میں نے جانچ کر اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا... بس وہ ٹھیک اس کے سینہ سے نکل کر اس کے پشت کی جانب سے نکل گیا... (بخاری شریف)

تشریح: آخر میں وہ کہا کرتے تھے کہ زمانہ کفر میں اگر ایک بہترین ہستی کو قتل کیا ہے تو اپنے اسلامی دور میں ایک بدترین شخص کو واصل جہنم کیا ہے شاید اس طرح اس عمل شر کا کچھ بدلہ ہو جائے... (معارف السنۃ)

عدی بن حاتم دربار رسالت میں

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دفعتہً ایک شخص آیا اور اس نے اپنی تنگدستی کی شکایت کی... اس کے بعد پھر دوسرا آیا اور اس نے راستوں کے غیر مامون ہونے کی شکایت کی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... عدی! تم نے مقام حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی دیکھا تو نہیں البتہ اس کے حالات مجھ کو ضرور معلوم ہیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کچھ دن زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شریف عورت مقام حیرہ سے روانہ ہوگی یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے ایک اللہ تعالیٰ کے اس کے دل میں کسی کا ذرہ برابر خوف نہ ہوگا...

عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلہ طئی کے ڈاکو جنہوں نے شہروں میں لوٹ کے آگ لگا رکھی ہے بھلا یہ کہاں چلے جائیں گے... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری زندگی اور دراز ہوئی تو تم شاہ کسریٰ کے خزانے بھی فتح کر لو گے... میں نے ازراہِ تعجب پوچھا کیا اس کسریٰ بن ہرمز بادشاہ کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں... اسی کسریٰ بن ہرمز کے... پھر فرمایا اگر تم نے کچھ اور عمر پائی تو تم دولت کا وہ دور بھی دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر کر سونا یا چاندی اس نیت سے لے کر نکلے گا کہ کوئی اس کو قبول کر لے مگر اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا... خوب یاد رکھو کہ قیامت میں تم میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے جبکہ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی دوسرا ترجمانی کرنے والا بھی نہ ہوگا...

اس سے سوال ہوگا... اے بندے بتا کیا میں نے تیرے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا تھا جس نے میرے احکام تجھ کو پہنچائے ہوں؟ کیا میں نے تجھ کو مال نہیں بخشا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہیں فرمایا تھا... وہ عرض کرے گا کیوں نہیں... تو نے یہ سب کچھ بخشا تھا... اس کے بعد وہ شخص اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا... پھر بائیں

جانب دیکھے گا تو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا...

عدی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے...دیکھو دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ذرا سا ٹکڑا صدقہ دے کر سہی اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو نصیحت کا ایک کلمہ کہہ کر ہی سہی...عدی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بیان فرمودہ پیشین گوئیوں میں امن کا وہ دور تو میں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ مقام حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت سفر کر کے آتی ہے اور کعبہ کا طواف کر کے چلی جاتی ہے اور راستے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوتا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے والوں میں تو میں خود بھی شریک تھا اور اگر تمہاری عمر ہوئی تو جو تیسری بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے وہ بھی تم لوگ دیکھ کر رہو گے یعنی مال کی وہ کثرت ہوگی کہ آدمی اپنی مٹھی بھر نقد لے کر گھر سے چلے گا مگر اس کا قبول کرنے والا اس کو کوئی نہ ملے گا...(بخاری شریف)

تشریح...حافظ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں مال کی اس کثرت کا زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں گزر چکا ہے...(الجواب الصحیح)(معارف السنۃ)

اہل اسلام پر مصائب کی جھلک

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے...ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان مصائب کی جو اس زمانے میں ہم مشرکین کی جانب سے جھیل رہے تھے شکایت کی اور کہا آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا نہیں فرماتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟

خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تمتمارہا تھا...اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...خدا کی قسم! تم میں سے پہلی اُمتوں میں ایسے مصائب بھی ٹوٹے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت اور پٹھے اتار دیئے جاتے تھے اور یہ بھی اس کو اپنے

دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا اور کسی شخص کے ساتھ یہ بھی کیا جاتا کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو دبایا جاتا پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن یہ بھی اس کے لیے اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا...

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو بلند کرے گا اور ایسا غالب کرے گا کہ ایک سوار شہر صنعاء سے چل کر مقام حضرموت تک سفر کرے گا راستے میں سوائے اللہ کی ذات پاک کے اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا حتیٰ کہ ایک بکری کے مالک کو اپنی بکریوں پر بھیڑیئے کا خطرہ بھی نہ رہے گا لیکن تم لوگ بہت جلد بازی کرتے ہو... (بخاری و مسلم)

عم بزرگوار سے معاملہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر کے لایا تھا وہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوالیسر اور نام کعب بن عمرو تھا ...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اے ابوالیسر! بتاؤ ان کو تم نے کس صورت سے قید کیا؟ انہوں نے عرض کی... ایک شخص نے اس میں میری مدد کی تھی جس کو میں نے نہ بعد میں دیکھا اور نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اس کی صورت ایسی ایسی تھی... یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... یہ امداد تیری ایک عظیم فرشتے نے کی تھی... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا... آپ اپنی جانب سے اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل بن حارث کی جانب سے بھی فدیہ دیدیں انہوں نے فرمایا میں تو اپنی اسیری سے پہلے ہی مسلمان تھا... یہ لوگ زبردستی گھسیٹ کر مجھ کو لے آئے تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے... اگر یہ بات جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں درست ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدلہ دے گا لیکن آپ کی ظاہری صورت تو یہی تھی کہ آپ ہمارے مقابلے ہی کے لیے آئے تھے... لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آپ فدیہ ادا کر ہی دیجئے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس اوقیہ سونا لے چکے تھے وہ بولے یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سونے کو میرے فدیہ کے حساب

میں شمار فرمالیجئے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... یہ سونا تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ سے دلوایا ہے... انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو اور کوئی مال نہیں ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ...اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو آپ نے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اس وقت تمہارے دونوں کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا اور تم نے کہا کہ اگر اس جنگ میں میں قتل ہو جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا حصہ اور قثم کے لیے اتنا اور عبداللہ کے لیے اتنا... انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے اس کی اطلاع میرے اور ان (ام الفضل) کے سوا لوگوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی نہیں ہے اور میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ کسی شبہ کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں... (مسند احمد)

تشریح: اس جگہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تو ہے ہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے راز کی اطلاع دیدی جس کا جاننے والا دو کے سوا مکہ مکرمہ میں بھی کوئی اور تیسرا نہ تھا مگر اس کی تہ میں یہاں اس معجزہ سے کم یہ اخلاقی معجزہ نہیں کہ عم بزرگوار کا معاملہ اور پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ ان کے بیان اسلام کے دعوے کی وجہ سے کچھ نرمی کا موقع بھی ہے... کچھ نہ سہی تو کم از کم اتنا ہی ہو جاتا کہ ان سے حاصل شدہ مال کو فدیہ میں شمار کرلیا جاتا... پھر حقیقت کی کسی کو خبر بھی نہیں ہے لیکن ان سب کے باوجود جس مال میں سب مسلمانوں کا حق قائم ہو چکا تھا اس میں حقوق عامہ کے بالمقابل یہاں عم بزرگوار کے حق کی کوئی رعایت نہیں کی گئی اور جب آپ کے اصرار پر اور اصرار کے بعد بھی انہوں نے اصل بات بتانے سے انحراف کیا تو پھر عم بزرگوار کے منہ پر سارا راز افشا کر دینا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قبضہ سے گو بیس اوقیہ کی دولت تو ضرور نکل گئی مگر اسلام حقیقی کی انمول دولت ان کے ہاتھوں میں آ گئی... سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اخبار غیبی پر کتنا جزم و یقین حاصل ہوتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا اس کا کتنا ہی انکار کرے مگر ان کے قلوب میں شک و تردد کا چھوٹا سا کانٹا بھی نہیں چبھتا...

اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں

اول تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے تا کہ جو مسلمان ہو چکے ہیں... وہ واپس آ جائیں اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں... قریش نے اسلام لانے

والوں پر جو مظالم کیے...انہیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں...ان کا مفصل بیان دشوار ہے...مختصر طور پر ان کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے...

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

بلال حبشی تھے...امیہ بن خلف کے غلام تھے....جب امیہ نے سنا کہ بلال رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں گوناگوں عذاب ان کے لیے ایجاد کیے گئے...

☆ گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انہیں لیے پھرتے...رسی کا نشان گردن میں نمایاں ہو جاتا...

☆ وادی مکہ کی گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیئے جاتے...

☆ مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا...

☆ دھوپ میں بٹھایا جاتا...

☆ بھوکا رکھا جاتا... حضرت بلال رضی اللہ عنہ اب سب حالتوں میں احد احد کے نعرے لگاتے رہتے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور اللہ کے لیے آزاد کر دیا...(20ھ میں بمقام دمشق بعمر 63 سال وفات پائی)...

عمار اور ان کے والد یاسر رضی اللہ...ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئے تھے...ابو جہل نے انہیں گوناگوں عذاب پہنچائے...ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عذاب سہتے دیکھا...فرمایا:...یاسر والو! صبر کرو...تمہارا مقام جنت ہے......(جنگ صفین میں بعمر 91-92 سال شہید ہوئے) کم بخت ابو جہل نے بی بی سمیہ کی اندام نہانی میں نیزہ مارا اور اسے جان سے مار ڈالا...(مدارج النبوۃ جلد 2 ص 50)

ابوفکیھہ جن کا نام افلح رضی اللہ عنہ تھا...کے پاؤں میں رسی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا...(اعجاز التنزیل ص 53)

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے...گردن مروڑی جاتی...گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا...(مدینہ میں بعمر 63 سال 19ھ میں وفات پائی)

یعنیہ...زنیرہ نہدیہ اور ام عبیس بے چاری لونڈیاں تھیں اور ان کے سنگ دل آقا ان کو ایسی

ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے...قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا... اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کیا کرتے...(اعجاز التنزیل ص53)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ کم بخت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا...

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا...اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے...(جنگ احد میں شہید ہوئے)

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش گائے...اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے بعض کو گرم گرم لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے...

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کرسکتی تھی...پہلی امتوں نے کھوٹے روپے لے کر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا...(زاد المعاد جلد 1...12...24/297)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں...گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو...(تاریخ طبری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فرمادیا کرتے کہ فرزندان عبد مناف! حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو...ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا...اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر رسی جیسا بنایا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کیے...گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی...تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے...اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے...انہوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی:

(اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَ کُمْ بِالْبَیِّنٰتِ)

(سورۃ غافر 28)(صحیح بخاری عن ابن عمرو ابن العاص باب مالقی النبی المشرکین)

...کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس روشن دلائل بھی لے کر آیا......

چند شریر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے...اور ان کو بہت زدوکوب کیا...

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے... قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے...ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے... اوجھڑی پڑی ہوئی ہے...کوئی جائے اٹھالائے اور اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر دھر دے... شقی عقبہ اٹھا...نجاست بھری اوجھڑی اٹھالایا...جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت کی جانب متوجہ تھے...کچھ خبر بھی نہ ہوئی کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے...

ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی بھی موجود تھے... کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا تو حوصلہ نہ پڑا... مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہرا آ گئیں انہوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا...اور ان سنگدل لوگوں کو سخت سست بھی کہا...

(صحیح بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم)

ایذا رسانی کی باقاعدہ جماعتیں

قریش مکہ نے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور و ستم ہو رہے تھے... اسے ہنوز ناکافی سمجھا...اس لیے بجائے متفرق کوششوں کے باقاعدہ جماعتیں بنائی گئیں...

مستہزئین کی جماعت

ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا امیر مجلس ابولہب تھا اور مکہ کے 25 سردار اس کے ممبر تھے... اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہا جائے تا کہ وہ لوگ اس کی باتوں میں نہ پھنسیں اور اس کی

عظمت کے قائل نہ ہوں...ایک نے کہا: ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے...

ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا: میں نے بہت سے کاہن دیکھے ہیں... لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام...ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں...

ایک نے کہا: ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے...

ولید بولا: محمد کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟

ایک بولا: اچھا ہم کہیں گے...وہ شاعر ہے...

ولید نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے...اصناف سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں..محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں...

ایک بولا: ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے...

ولید نے کہا: جس طہارت ولطافت ونفاست سے محمد رہتا ہے...وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں...

دشمنوں کا عجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف سے

اب سب نے عاجز ہو کر کہا: چچا تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کہا جائے...ولید نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں عجب شیرینی ہے...اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے... کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے...جس سے باپ بیٹے... بھائی بھائی... شوہر وزن میں جدائی ہو جاتی ہے...اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے...آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا: (سیرت ابن ہشام جلد نمبر 1 ص 90 وشفا قاضی عیاض ص 129)

دشمنوں کے ریزولیوشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح سے دق کیا جائے... بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے... تمسخر اور ایذاء سے اسے تکلیف دی جائے...محمد کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے...

ہجرت حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لیے حبش کو چلا جائے... اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ 12 مرد اور 4 عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا... (زاد المعاد جلد اول ص 24)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے... سیدہ رقیہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھیں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ اللہ میں ہجرت کی ہے... (رواہ حاکم 12)

یہودیوں کی شرارتیں... عہد شکنی... حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہئے... جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا نام یہی پڑ گیا ہے... اپنے ابتدائی زمانہ میں اللہ کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی... لیکن آخر میں وہ اللہ سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے...

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتایا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ اللہ کی بادشاہت اس قوم سے لے جا کر ایک دوسری قوم کو دے دی جائے گی... جو اس کے اچھے پھل لائے... (متی 21 باب 34... 44)

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسا ہی ظلم و ستم کی آماجگاہ بنایا جائے... جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو بنا چکے تھے...

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن

فطری شرارت نے زیادہ تک چھپا رہنا پسند نہ کیا... معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا جب مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے...

یہود کی پہلی شرارت بلوہ... قتل اور اخراج بنو قینقاع

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ بیچنے گئی... چند یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار برہنہ کر دیا... عورت کی چیخ و پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا... اس نے طیش میں آکر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا... اس پر سب یہودی جمع ہو گئے... اس مسلمان کو بھی مار ڈالا اور بلوہ بھی کیا...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آکر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بلایا... انہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا... اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے... یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی... اس لیے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا کر آباد ہوں...

یہود کی دوسری شرارت... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش اور جلاء بنو نضیر

4ھ کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنے کے لیے بنو نضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے... انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور تدبیر یہ کی کہ ابن حجاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بٹھانے کے بعد باعلام ربانی اس شرارت کا علم ہو گیا اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے...

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دی گئی کہ خیبر جا کر آباد ہو جائیں... انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا... اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا... باجے بجاتے ہوئے نکلے اور خیبر جا بسے...

یہود کی تیسری سازش...ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام جنگ احزاب یا غزوہ خندق

5ھ کا مشہور واقعہ جنگ خندق ہے... بنو نضیر خیبر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے... انہوں نے یہ عزم کیا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک متفقہ کوشش کی جائے... جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگ جو شامل ہوں...

انہوں نے بیس سردار مقرر کیے کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کے لیے آمادہ کریں... اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذی قعدہ 5ھ میں دس ہزار کا خونخوار لشکر جس میں بت پرست... یہودی وغیرہ سب ہی شامل ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوا... قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے... (زادالمعاد ص 367 جلد 1)

1... قریش... بنو کنانہ... اہل تہامہ زیر کمان ابوسفیان بن حرب تھے...

2... بنی فزارہ... زیر کمان عقبہ بن حصین...

3... بنی مرہ... زیر کمان حارث بن عوف...

4... بنی اشجع واہل نجد زیر کمان مسعود بن ذخیلہ... (طبری جلد 3 ص 3)

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے گرد خندق کھود لی... دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی... (طبری جلد 2 ص 2)

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا اَبَدًا

(صحیح بخاری عن براء)

...ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے...... خندق کھودنے... پتھر توڑنے... مٹی ہٹانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے... سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے... اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو بآواز بلند پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْ لاَ اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلاَ تَصَدَّقْنَا وَلاَ صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتْ الْاَقْدَامَ اِنْ لاَّ قَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

(صحیح بخاری عن انس رضی اللہ عنہ)

...اے اللہ! تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں کیسے پڑھتے ہم نمازیں... کیسے دیتے ہم زکوٰۃ اے اللہ! ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول دشمن آ جائے تو ہم کو کر عطا یا رب ثبات بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات......

مسلمان صرف تین ہزار تھے... اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح اترا کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت کوہ سلع ... بنو قریظہ کے یہودی جو مدینہ میں آباد تھے... اور جن پر پابندیٔ معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری ولابدی تھا... ان سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا اور انہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے مگر انہوں نے صاف صاف کہہ دیا...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے کہ ہم اس کی بات مانیں اس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں...... (طبری و سیرت ابن ہشام جلد 2 ص 141)

اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن و امان میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا... بنا چاری ان تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لیے علیحدہ کرنا پڑا...... بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دیں گے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی اس لیے آپ نے یہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے... لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی... سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک

کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے...ان دنوں بھی ہم نے ان کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا...آج جب اللہ نے ہمیں اسلام سے مشرف بہ اسلام فرمادیا ہے تو ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں...ان کے لیے تو ہمارے پاس تو تلوار کے سوااور کچھ نہیں ہے...

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا...کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا...عمر بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا...حیدر کرار علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا...نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا...اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لیے دس ہزار درہم مسلمانوں کے لیے پیش کیے...نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاش دے دو... قیمت درکار نہیں... جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر رفو چکر ہو گیا...(ابن ہشام)

بنو قریظہ کا انجام

اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی بلا بھیجا کہ وہ سامنے آ کر اپنے اس طرز عمل کی وجہ بیان کریں...اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی...اس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا...اب تک ان کے قلعے کے اندر موجود ہے...

بنو قریظہ کا یہ غدران کی پہلی حرکت ہی نہ تھی... بلکہ جنگ بدر میں انہوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) ہتھیاروں سے مدد دی تھی مگر اس وقت رحم دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ قصور معاف فرما دیا تھا...

بنی قریظہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا

اب ان کے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا... بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو 25 دن تک رہا...محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے...انہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے ان کا پہلے ربط وضبط تھا...بیچ میں ڈالا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منوالیا کہ بنو قریظہ کے معاملہ میں سعد بن معاذ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سرپنچ اور

منصف) تسلیم کیا جائے جو فیصلہ سعد کر دے اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو منظور کر لے...

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے اور مقدمہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا گیا... اللہ جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں ان پر لگائی ہوں گی مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا:

☆ بنو قریظہ کے جنگ جو مرد قتل کیے جائیں...

☆ عورتیں اور بچے مملوک بنائے جائیں... ☆ مال تقسیم کیا جائے...

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ آور مرد قتل کیے گئے تھے... لیکن اس حدیث میں عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے کا کچھ ذکر نہیں... اس فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو ان کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریبا وہی سزا دی تھی جو یہودی اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے اور جو ان کی شریعت میں ہے...

ہمارے پاس یہ امر باور کرنے کی وجوہات اور نظائر موجود ہیں کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیتے تو ان کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی وہ یہ ہوتی کہ جاؤ خیبر میں آباد ہو جاؤ... بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اس کی نظیر ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا... مثلاً زہیر یہودی کے لیے مع اہل وعیال وفرزند ومال رہائی کا حکم دے دیا تھا اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرما دی... (تاریخ طبری 58...57)

حملہ کرنے والے 80 دشمنوں کو معافی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جب مسلمان نماز میں مصروف تھے اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں... یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ازراہ رحم دلی وعفو چھوڑ دیا... اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا...

(وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ مِنْ م بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ) (سورة الفتح آیت 23)

...اللہ وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ بھی (ان پر قابو پانے کے بعد) ان سے روک دیئے......

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی... حزم... دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفواور رحمۃ للعالمینی کے انوار کاظہور دکھایا... حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے اسی معاہدہ کے بعد سورۃ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا... عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے؟ فرمایا ہاں... (بخاری عن ابی وائل)

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے زندان مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی... جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا... اللہ کی عظمت وجلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا اللہ کی قدرت کہ ابو جندل اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا... قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے...

الغرض! اس طرح ایک ابو جندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو اشخاص ایمان لے آئے...

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہد نامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی پھر انہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ عہد نامہ کی اس شرط سے دستبردار ہوتے ہیں... ان نو مسلموں کو اپنے پاس بلا لیجئے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا... (ابو جندل رضی اللہ عنہ کی طرح ایک شخص ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھا... وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا قریش نے اسے واپس لانے کے لیے دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے سپرد کر دیا... راستہ میں ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے

ان میں سے ایک کو دھوکہ دے کر مار دیا وہ دوسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کے لیے گیا... اس کے پیچھے ہی ابو بصیر بھی پہنچا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فساد انگیز فرمایا... اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگا... قریش نے ابو جندل رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا... ابو جندل رضی اللہ عنہ کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے اس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اسے لوٹ لیتا (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی اسی سے جا ملا... ایک دفعہ ابو العاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا... ابو جندل وغیرہ ابو العاص سے واقف تھے... سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے نکاح ہوا تھا ابو العاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ صحابہ کے مشورہ پر چھوڑ دیا... صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابو العاص کی تائید میں فیصلہ کیا جب ابو جندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سارا اسباب رسی اور مہار شتر تک ابو العاص کو واپس کر دیا... ابو العاص مکہ پہنچا سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب لوٹایا... پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتا دے... سب نے کہا تو بڑا امین ہے... ابو العاص نے کہا اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں... مجھے ڈر تھا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ بلا لیا تا کہ وہ قریش کو لوٹ نہ سکیں)

اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہراً ہم کو گوارا نہ تھی اس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا...... ابو جندل رضی اللہ عنہ کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟

ابو جندل رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی الٰہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی... اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری... اقارب کی جدائی... قید ذلت... بھوک... پیاس... خوف و طمع... تلوار... پھانسی... غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ ان کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا...

صلح کا حقیقی فائدہ

امام زہری رحمہ اللہ نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمدورفت کی روک ٹوک کے اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے بیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے...

مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لیے جانا اور اسکے نتائج

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے اس لیے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مکہ پہنچا... مکہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے... چلے گئے پہاڑ پر مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے... اللہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لیے مکہ میں رہا اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا...

ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش... سادہ اور موثر طریق عبادت کا اور ان کی اعلیٰ دیانت وامانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا) عجیب اثر ہوا جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا...

عدل ورحم

اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے:

☆ فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی... لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے... سفارش کرائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو... سن اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا... (صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا قلو... کتاب الحدود)

☆ سواد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک آنحضرت کے سامنے رنگین کپڑا پہن کر آ گئے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُط حُط فرمایا اور چھڑی سے ان کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا... میں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو قصاص لوں گا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا... (شفاء قاضی عیاض ص 311)

اعداء پر رحم

☆ مکہ میں سخت قحط پڑا... یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں... ابوسفیان بن حرب (ان دنوں دشمن عالی تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک با قرابتداراں) کی تعلیم دیا کرتے ہیں... دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے... اللہ سے دعا کیجئے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور خوب ہی بارش ہوئی...

☆ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا... اس لیے کہ اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا...

جود و کرم

سائل کو کبھی رد نہ فرماتے... زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے... اگر چہ کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا... سائل سے عذر کرتے... گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے...

☆ ایک شخص نے آکر سوال کیا... فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے... تم میرے نام پر قرض لے لو... میں پھر اسے اتار دوں گا... عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چپ سے رہ گئے... ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا... یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب دیجئے... رب العرش مالک ہے... تنگ دستی کا کیا ڈر ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے... چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے فرمایا: ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے... (شفاء ص 50 بحوالہ شمائل ترمذی شفاء ص 51 عن ابی ہریرۃ)

ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا... قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ایک وسق غلہ دے دو... آدھا تو قرض کا ہے آدھا ہماری طرف سے جود وسخا کا ہے... (عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری کتاب الفرائض)

فرمایا کرتے: اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور باقی مال نہ چھوڑے... تو ہم اسے ادا کریں گے اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ وارثوں کا حق ہے... (صحیح بخاری عن ابی سعید)

عفوورحم

☆ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا...

☆ جنگ احد میں کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت توڑے... سر پھوڑا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غار میں بھی گر گئے تھے... صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا... کہ ان پر بددعا فرمایئے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا... اللہ نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے اس کے بعد یہ دعا فرمائی... اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما... وہ (مجھے) نہیں جانتے ہیں... (شفاء عیاض 47)

☆ ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے... تلوار شاخ سے آویزاں کر دی... غورث بن الحراث آیا... تلوار نکال کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا بولا: اب تم کو کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ! وہ چکر کھا کر گر پڑا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی... فرمایا: اب تجھے کون بچا سکتا ہے... وہ حیران ہو گیا... فرمایا: جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا... (صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع وشفاء ص 47)

☆ فرمایا زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہم جنگ وجدل چلا آتا ہے... میں سب کو معدوم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کی رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں... (شفاء قاضی عیاض ص 49)

عفوو کرم

عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے... کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اور اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا...

1... صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو زور سے کھینچا... چادر کا کنارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا... وہ اعرابی بولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہ دو اونٹ ہیں ان کو لاد کر کچھ سامان مجھے بھی دو... کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چپ سے ہو گئے... پھر فرمایا: مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں پھر پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا: نہیں پوچھا: کیوں

اعرابی: مجھے معلوم ہے کہ تم برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے ہو... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو... ایک کی کھجوریں دی جائیں...

2... حضور نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا وہ تقاضا کے لیے آیا... حضور کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا: کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

...عمر تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا تم مجھے کہتے کہ ادائی ہونی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے......

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا: ...ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں......

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا... کیونکہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا... (رواہ البیہقی مفصلاً کتاب الشفاء ص 45 واضح ہو

کہ وزن صاع ہمارے 80 تولہ سیر کے حساب سے دو سیر ساڑھے تین چھٹانک کا ہوتا ہے یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب ہوا اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا حلم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے حلم کی فراوانی کا سبب ہوگی... اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی تھیں)

4... ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا... جس نے احد... احزاب وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں گرفتار ہوگیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

(ویحک یا ابا سفیان الم یان لک ان تعلم ان لا الہ الا للہ)

...افسوس ابھی... وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں...... ابوسفیان بولا: **(بابی انت وامی ماا حملک واوصلک واکرمک)**

...میرے ماں باپ حضور پر قربان آپ کتنے بردبار کتنے قربت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں......

☆ زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلایا اور اس نے اقبال جرم بھی کرلیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اسے معاف فرمادیا...

امہات المؤمنین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی رعایت

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا دل بھی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھوں... ویسے تو خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے... خواتین کو اعتکاف کرنا ہو تو اپنے گھر میں کریں... لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ اس لحاظ سے مختلف تھا کہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا... اب اگر ان کے گھر کے دروازے کے ساتھ ہی ان کی اعتکاف کی جگہ بنا دی جاتی... اور اس کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی جگہ ہوتی تو کسی

بے پردگی کا احتمال نہ ہوتا... جب ضرورت ہوتی تو گھر میں چلی جاتیں اور پھر واپس آ کر اپنے اعتکاف میں بیٹھ جاتیں... اس لیے اگر وہ مسجد میں اعتکاف فرماتیں تو کوئی خرابی لازم نہ آتی... اسی وجہ سے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں آپ کے ساتھ اعتکاف کرنا چاہتی ہوں تو آپ نے اجازت دے دی...

لیکن جب 20 رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو اس دن آپ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے... جب واپس تشریف لائے اور مسجد نبوی میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں بہت سارے خیمے لگے ہوئے ہیں... آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ امہات المؤمنین کے خیمے ہیں... جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اعتکاف کرنے کی اجازت مل گئی تو دوسری ازواج مطہرات نے چاہا کہ ہم بھی یہ سعادت حاصل کرلیں... لہٰذا انہوں نے بھی اعتکاف کے لیے اپنے اپنے خیمے لگا دیئے اب اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ احساس ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو مختلف تھا اس لیے کہ ان کا گھر تو مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا اور دوسری ازواج مطہرات کے مکان تو مسجد نبوی سے دور ہیں... اگر انہوں نے بھی اعتکاف کیا تو ان کا بار بار آنا جانا رہے گا... اس میں بے پردگی کا احتمال ہے اور اس طرح خواتین کا مسجد کے اندر اعتکاف کرنا مناسب بھی نہیں ہے... اس لیے آپ نے ان کے خیمے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

(آلبر یردن؟)... کیا یہ خواتین کوئی نیکی کرنا چاہتی ہیں؟...

مطلب یہ تھا کہ اس طرح خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا کوئی نیکی کی بات نہیں...

اس سال ہم بھی اعتکاف نہیں کریں گے

لیکن اب مشکل یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ اعتکاف کی اجازت دے چکے تھے... اگرچہ ان کو اجازت دینے کی وجہ واضح تھی اور دوسری امہات المؤمنین میں وہ وجہ موجود نہیں تھی... لیکن آپ نے سوچا کہ اگر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ باقی رکھوں گا اور دوسری امہات المؤمنین کو منع کردوں گا تو ان کے مزاج پر بار ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو اجازت دے دی اور ہمیں اجازت نہ ملی... لہٰذا جب آپ نے

دوسری امہات المؤمنین کے خیمے اٹھوائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بھی اپنا خیمہ اٹھالو... لیکن پھر خیال آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ پہلے صراحۃً اجازت دیدی گئی تھی اب اگر اچانک ان سے خیمہ اٹھانے کو کہا جائے گا تو ان کی طبیعت پر بار ہوگا... اس لیے ان کا خیال کرتے ہوئے آپ نے یہ اعلان فرمادیا کہ اس سال ہم بھی اعتکاف نہیں کریں گے... چنانچہ اس سال آپ نے اعتکاف ہی نہیں فرمایا...

اعتکاف کی تلافی

بہرحال امہات المؤمنین کے مزاجوں کی رعایت کے نتیجے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ اٹھوادیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اپنے ساتھ یہ معاملہ فرمایا کہ وہ معمول جو ساری عمر کا چلا آرہا تھا کہ ہر رمضان المبارک میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے... محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل شکنی کے اندیشہ میں اس معمول کو توڑ دیا... پوری حیات طیبہ میں یہ سال ایسا تھا جس میں آپ نے اعتکاف نہیں فرمایا لیکن بعد میں اس کی تلافی اس طرح فرمائی کہ اس سے اگلے سال دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا...

یہ بھی سنت ہے

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی کیسی رعایتیں اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی فرمائیں اور ایک شرعی حکم کی وضاحت کے معاملے میں بھی ایسا طریقہ اختیار فرمایا جس سے دوسرے کی طبیعت پر بار نہ ہو... حکم کی وضاحت بھی فرمادی... اس پر عمل بھی کرلیا اور دوسروں کی دل شکنی سے بھی بچ گئے... اور ساتھ میں آپ نے اپنے عمل سے یہ تعلیم بھی دے دی کہ جو عمل فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے... اگر آدمی کسی کی دل شکنی سے بچنے کے لیے اس مستحب کام کو مؤخر کردے یا چھوڑ دے تو یہ عمل بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا حصہ ہے...

معاف کرنا باعث اجر وثواب ہے

آج کل ہمارے گھروں میں... خاندانوں میں... ملنے جلنے والوں میں... دن رات یہ مسائل پیش آتے رہتے ہیں کہ فلاں نے میرے ساتھ یہ کردیا اور فلاں نے یہ کردیا... اب اس

سے بدلہ لینے کی سوچ رہے ہیں... دوسروں سے شکایت کرتے پھر رہے ہیں... اس کو طعنہ دے رہے ہیں... دوسروں سے اس کی برائی اور غیبت کر رہے ہیں... حالانکہ یہ سب گناہ کے کام ہیں... لیکن اگر تم معاف کردو اور درگزر کردو تو تم بڑی فضیلت اور ثواب کے مستحق بن جاؤ گے...

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ الشوریٰ: آیت 43)

جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بیشک یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے...

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

(سورۃ حم السجدہ: آیت 34)

دوسرے کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو... اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جن کے ساتھ عداوت ہے... وہ سب تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے... لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ (سورۃ حم السجدہ: آیت 35)

یعنی یہ عمل ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو حاصل ہوتی ہے...

حضرات انبیاء علیہم السلام کے انداز جواب

حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ طعنہ نہیں دیتے ... حتیٰ کہ اگر کوئی سامنے والا شخص طعنہ بھی دے تو بھی جواب میں یہ حضرات طعنہ نہیں دیتے...

غالباً حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا کہ:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ (سورۃ الاعراف: آیت 66)

نبی سے کہا جا رہا ہے کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ تم انتہا درجے کے بیوقوف ہو... احمق ہو اور ہم تمہیں کاذبین میں سے سمجھتے ہیں... تم جھوٹے معلوم ہوتے ہو... وہ انبیاء علیہم السلام جن پر حکمت اور صدق قربان ہیں... انکے بارے میں یہ الفاظ کہے جا رہے ہیں... لیکن دوسری طرف جواب میں پیغمبر فرماتے ہیں:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ الاعراف: آیت 60)
اے قوم! میں بیوقوف نہیں ہوں بلکہ میں اللہ رب العالمین کی طرف سے ایک پیغام لیکر آیا ہوں۔
ایک اور پیغمبر سے کہا جارہا ہے کہ: اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ الاعراف: آیت 60)
ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں کہ تم گمراہی میں پڑے ہوئے ہو...
جواب میں پیغمبر فرماتے ہیں:
يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الاعراف: آیت 61)
اے قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں اللہ رب العالمین کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہوں.
آپ نے دیکھا کہ پیغمبر نے طعنہ کا جواب طعنہ سے نہیں دیا...

رحمۃ للعالمین کا انداز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا... ان پر پتھروں کی بارش ہورہی ہے... گھٹنے خون سے لہولہان ہورہے ہیں... لیکن زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں:

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون...

اے اللہ! میری اس قوم کو ہدایت عطا فرما... کیونکہ یہ جاہل ہے اور اس کو حقیقت کا پتہ نہیں ہے... اس وجہ سے میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے... گالی کا بدلہ گالی سے نہیں دیتے... وہ اہل مکہ جنہوں نے مکہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی عذاب کر دی تھی... ان صحابہ کرام کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جارہا ہے... پتھر کی سلیں ان کے سینوں پر رکھی جارہی ہیں... ان کا بائی کاٹ کیا جارہا ہے... ان کا کھانا پانی بند کیا جارہا ہے... ان کے قتل کے منصوبے بنائے جارہے ہیں... 13 سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ظلم کی چکی میں پیسا... لیکن اسی شہر مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فاتح بن کر داخل ہوئے تو اس موقع کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں اس

شان سے داخل ہو رہے ہیں کہ آپ کی گردن جھکی ہوئی ہے...کوئی دوسرا فاتح ہوتا تو اس کی گردن تنی ہوئی ہوتی...لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن جھکی ہوئی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور زبان مبارک پر یہ آیات جاری ہیں:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا... (سورۃ الفتح: آیت 1)

یعنی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مبین عطا فرمائی...

عام معافی کا اعلان

اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے وہ مامون ہے...جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امن ہے...جو شخص حرم میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے...جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے...پھر آپ نے تمام اہل مکہ کو جمع کر کے فرمایا:

لاتثریب علیکم الیوم وانتم الطلقاء...

آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں اور تم سب آزاد ہو...

یہ سلوک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا جو آپ کے خون کے پیاسے تھے...

ان سنتوں پر بھی عمل کرو

بہرحال! انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ برائی کا جواب برائی سے مت دو...گالی کا جواب گالی سے مت دو بلکہ اپنے مقابل کے ساتھ احسان کرو...حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے جتنے طریقے ہیں وہ سب سنت ہیں...ہم نے صرف چند ظاہری چیزوں کا نام سنت رکھ لیا ہے...مثلاً داڑھی رکھ لینا...خاص طریقے کا لباس پہن لینا...جتنی سنتوں پر بھی عمل کی توفیق ہو جائے...وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے...لیکن سنتیں صرف ان کے اندر منحصر نہیں...بلکہ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دو گالی کا جواب گالی سے نہ دو...اگر اس سنت پر عمل ہو جائے تو ایسے شخص کے بارے میں قرآن شریف کا ارشاد ہے...

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ الشوریٰ آیت 43)

جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو البتہ یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے...

یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ آدمی کو غصہ آ رہا ہے اور خون کھول رہا ہے... اس وقت آدمی ضبط کر کے حدود پر قائم رہے اور سامنے والے کو معاف کر دے اور راستہ بدل دے... قرآن کریم ارشاد ہے...

وَاِذَامَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا... (سورۃ الفرقان: آیت 72)

یعنی جو لغو باتوں سے کنارہ کش رہنے والے ہیں...

اس سنت پر عمل کرنے سے دنیا جنت بن جائے

آپ حضرات ذرا سوچیں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت حاصل ہو جائے تو پھر دنیا میں کوئی جھگڑا باقی رہے گا؟ سارے جھگڑے... سارے فسادات... ساری عداوتیں ساری دشمنیاں اس وجہ سے ہیں کہ آج اس سنت پر عمل نہیں ہے... اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سنت پر عمل کی توفیق عطا فرما دیں تو یہ دنیا جو آج جھگڑوں کی وجہ سے جہنم بنی ہوئی ہے... جس میں عداوتوں کی آگ سلگ رہی ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر علم کرنے کے نتیجے میں جنت بن جائے... گل وگلزار بن جائے...

جب تکلیف پہنچے تو یہ سوچ لو

جب بھی آپ کو کسی سے تکلیف پہنچے تو یہ سوچو کہ میں بدلہ لینے کے کس چکر میں پڑوں... ہٹاؤ اس کو اور اللہ اللہ کروں اور اس کو معاف کر دوں... اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ کے ساتھ زیادتی کر لی... آپ نے اس سے زیادہ زیادتی کر لی... اب دوسرا شخص اس زیادتی کا بدلہ لے گا اور پھر آپ اس سے بدلہ لیں گے... اس طرح عداوتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا جس کی کوئی انتہاء نہیں لیکن بالآخر تمہیں کسی مرحلے پر ہار ماننی پڑے گی اور اس جھگڑے کو ختم کرنا ہوگا... لہٰذا تم پہلے دن ہی معاف کر کے جھگڑا ختم کر دو...

چالیس سالہ جنگ کا سبب

زمانہ جاہلیت میں ایک طویل جنگ ہوئی ہے جو... جنگ بسوس... کہلاتی ہے... اس جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک شخص کی مرغی کا بچہ تھا... وہ کسی دوسرے شخص کے کھیت میں چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے پودے خراب کر دیئے... بس اس پر لڑائی شروع ہو گئی... ان دونوں کے قبیلے اور خاندان والے آ گئے... پہلے لاٹھیاں نکلیں اور پھر تلواریں نکل آئیں... پھر یہ لڑائی چالیس سال تک جاری رہی... جب باپ کا انتقال ہوتا تو وہ اپنے بیٹے کو وصیت کر جاتا کہ بیٹا اور سب کام کر لینا لیکن میرے قاتلوں کو معاف نہ کرنا... صرف ایک مرغی کے بچے کی وجہ سے چالیس سال تک لڑائی چلتی رہی... اگر پہلے دن ہی قرآن کریم کی اس آیت:

والذین هم عن اللغو معرضون...

پر عمل کر لیتے تو یہ لڑائی اسی دن ختم ہو جاتی... اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے یہ بات ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرما دے... آمین...

حضرات خلفائے راشدین
صحابہ کرام صحابیات رضی اللہ عنہم
کے وہ درخشنداں واقعات
جو مزاج نبوی کا پَرتو ہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صبر وتحمل کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرد صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد اڑتیس ہوگئی تو وہ ایک دفعہ اکٹھے ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا اصرار کیا کہ اب کھل کر اسلام کی دعوت دی جائے...

آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلم کھلا دعوت دینے کی اجازت دے دی... چنانچہ مسلمان مسجد (حرام) کے مختلف حصوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے پہلے بیان کرنے والے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف (کھلم کھلا کھڑے ہو کر) دعوت دی تو مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد (حرام) کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو مارا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے روندا بھی گیا... عتبہ بن ربیعہ فاسق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب آ کر ان کو کئی تلے والے دو جوتوں سے مارنے لگا... جن کو ان کے چہرے پر ٹیڑھا کر کے مارتا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیٹ پر کودتا بھی تھا (زیادہ مار کھانے کی وجہ سے اتنا ورم آ گیا تھا) کہ ان کا چہرہ اور ناک پہچانا نہیں جا رہا تھا (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ) بنو تیم والے دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشرکین کو ہٹایا... اور ان کو ایک کپڑے میں ڈال کر ان کے گھر لے گئے اور انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مر جانے میں کوئی شک نہیں تھا پھر قبیلہ

بنوتمیم نے مسجد (حرام) میں واپس آ کر کہا کہ اللہ کی قسم! اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مر گئے تو ہم (ان کے بدلے میں) عتبہ بن ربیعہ کو مار ڈالیں گے... پھر قبیلہ والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد) ابوقحافہ اور قبیلہ بنوتیم والے ان سے بات کرنے کی کوشش کرتے رہے... (لیکن وہ بیہوش تھے... انہوں نے سارا دن کوئی جواب نہ دیا) تو دن کے آخر میں (ہوش آنے پر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ تو وہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے اور انہیں ملامت کرنے لگے اور اٹھ کر چل دیئے اور ان کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کا دھیان رکھیں اور انہیں کچھ کھلا پلا دیں...

جب وہ لوگ چلے گئے اور ان کی والدہ اکیلی رہ گئیں تو وہ (کھانے پینے کے لئے) اصرار کرنے لگیں مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہی پوچھتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟

ان کی والدہ نے کہا... اللہ کی قسم! مجھے تمہارے حضرت کی کوئی خبر نہیں... تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ام جمیل رضی اللہ عنہا بنت الخطاب کے پاس جائیں اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھ کر آئیں... چنانچہ وہ ام جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابوبکر تم سے محمد بن عبداللہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا میں نہ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانتی ہوں اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کو... ہاں اگر تم کہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلی چلتی ہوں...

انہوں نے کہا ٹھیک ہے... چنانچہ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ان کے گھر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زمین پر لیٹے ہوئے ہیں (ان میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے) اور سخت بیمار ہیں... حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا ان کے قریب جا کر زور زور سے رونے لگیں اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ کو جن لوگوں نے یہ تکلیف پہنچائی ہے وہ بڑے فاسق اور کافر لوگ ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کا بدلہ ضرور لے گا...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنا؟ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا یہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ان سے تمہیں کوئی خطرہ

نہیں ہے... حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ٹھاک ہیں...

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں... انہوں نے کہا کہ دار ارقم میں (حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! جب تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود حاضر نہ ہو جاؤں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا... حضرت ام خیر رضی اللہ عنہا اور حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا دونوں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ (کافی رات ہوگئی اور) لوگوں کا چلنا پھرنا بند ہو گیا پھر یہ دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سہارا دیتے ہوئے لے کر چلیں... یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان پر جھک گئے اور ان کا بوسہ لیا اور سارے مسلمان بھی ان پر جھک گئے اور ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی رقت طاری ہو گئی...

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اور تو کوئی تکلیف نہیں ہے بس اس فاسق نے میرے چہرے کو بڑی تکلیف پہنچائی ہے اور یہ میری والدہ ہیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہیں اور آپ بہت برکت والے ہیں...

آپ میری والدہ کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور ان کے لئے اللہ سے دعا کریں... شاید اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ذریعہ آگ سے بچا دے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس گھر میں ٹھہرے رہے اور ان کی تعداد انتالیس تھی جس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مارا گیا اس دن حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حلم کا واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل بن

ہشام (کی ہدایت) کے لئے دعا مانگی تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی...
آپ نے بدھ کے دن دعا کی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ جمعرات کو مسلمان ہوئے تھے...(ان کے مسلمان ہونے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور گھر میں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس زور سے اللہ اکبر کہا کہ جس کی آواز مکہ کے اوپر والے حصہ میں بھی سنائی دی...

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے والد نابینا کافر تھے وہ یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ اے اللہ! میرے بیٹے اور اپنے چھوٹے سے غلام ارقم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ کافر ہو گیا (یعنی انہوں نے اسلام کا نیا دین اختیار کر لیا ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنا دین کیوں چھپائیں جبکہ ہم حق پر ہیں اور ان کافروں کا دین کھلم کھلا ظاہر ہو جبکہ وہ ناحق پر ہیں...

آپ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! ہم تھوڑے ہیں ہمیں جو تکلیف اٹھانی پڑی ہے وہ تم نے دیکھ ہی لی ہے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں جتنی مجلسوں میں کفر کی حالت میں بیٹھا ہوں میں ان تمام مجلسوں میں جا کر ایمان کو ظاہر کروں گا... چنانچہ وہ (دار ارقم سے) باہر نکلے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر قریش کے پاس سے گزرے جو ان کا انتظار کر رہے تھے ابو جہل بن ہشام نے (دیکھتے ہی) کہا فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ تم بے دین ہو گئے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مشرکین (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف جھپٹے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے عتبہ کو نیچے گرا لیا اور اس پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور اسے مارنے لگے اور اپنی انگلی اس کی دونوں آنکھوں میں ٹھونس دی عتبہ چیخنے لگا... لوگ پرے ہٹ گئے... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے... جب بھی کوئی سورما آپ کے قریب آنے لگتا تو آپ قریب آنے والوں میں سب سے زیادہ باعزت آدمی کو پکڑ لیتے (اور اس کی خوب پٹائی کرتے) یہاں تک کہ سب لوگ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) عاجز آ گئے اور وہ جن مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے ان تمام

مجلسوں میں جا کر انہوں نے ایمان کا اعلان کیا اور یوں کفار پر غالب آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اب آپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے اللہ کی قسم! میں جتنی مجلسوں میں حالت کفر میں بیٹھا کرتا تھا میں ان تمام مجلسوں میں جا کر بے خوف وخطر اپنے ایمان کا اعلان کر کے آیا ہوں...

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب تھے یہاں تک کہ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور اطمینان سے ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دارارقم واپس تشریف لائے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکیلے واپس چلے گئے اور انکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس تشریف لے گئے...

صحیح قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ سال کے بعد اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت فرما کر حبشہ جا چکے تھے...(بدایہ۔اصحاب)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صبر کا دوسرا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو اسی دین اسلام پر پایا اور روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام دونوں وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے جب مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم ہونے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے ارادے سے چل پڑے... جب آپ برک الغماد پہنچے تو وہاں قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں کا ارادہ ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا... مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اب میرا ارادہ ہے کہ میں زمین کی سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں... ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہئے اور نہ اس کو نکالنا چاہئے کیونکہ تم نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو... ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتے ہو اور مہمان نوازی کرتے ہو اور مصائب میں مدد

کرتے ہو... میں تمہیں پناہ دیتا ہوں.. تم واپس چلو اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو...

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور ابن دغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا اور شام کے وقت ابن دغنہ نے قریش کے سرداروں کے پاس چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی کو نہ خود (مکہ سے) جانا چاہئے اور نہ کسی کو ان کو نکالنا چاہئے... کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں مدد کرتا ہے...

قریش ابن دغنہ کے پناہ دینے کا انکار نہ کر سکے اور انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں... وہاں ہی نماز پڑھا کریں اور وہاں جتنا چاہیں قرآن شریف پڑھیں اور علی الاعلان عبادت کر کے اور بلند آواز سے قرآن پڑھ کر ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں... کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے...

ابن دغنہ نے یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دی... کچھ عرصہ تک تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے رہے کہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرتے اور اپنی نماز میں آواز اونچی نہ کرتے اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں بھی اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھتے...

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور قرآن اونچی آواز سے پڑھنے لگے تو مشرکوں کی عورتیں اور بچے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے وہ انہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رونے والے آدمی تھے جب وہ قرآن پڑھا کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا (اور بے اختیار رونے لگ جاتے) تو اس سے قریش کے مشرک سردار گھبرا گئے... انہوں نے ابن دغنہ کے پاس آدمی بھیجا...

چنانچہ ابن دغنہ ان کے پاس آئے تو مشرکین قریش نے ان سے کہا ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر تمہاری پناہ میں دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے لیکن انہوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے جس میں علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور قرآن اونچی آواز سے پڑھتے ہیں... ہمیں ڈر

ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے آپ ان کو ایسا کرنے سے روک دیں اگر وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنا چاہیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ علی الاعلان سب کے سامنے عبادت کرنے پر مصر ہوں تو آپ ان سے کہیں کہ وہ آپ کی پناہ آپ کو واپس کر دیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہم آپ کے عہد کو توڑیں اور یوں علی الاعلان اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی ہم ابوبکر کو اجازت نہیں دے سکتے ہیں...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ جس شرط پر میں نے تم کو اپنی پناہ میں لیا تھا وہ شرط تمہیں معلوم ہے... یا تو آپ وہ شرط پوری کریں... یا میری پناہ مجھے واپس کر دیں کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ سنیں کہ میں نے جس آدمی کو پناہ دی تھی وہ پناہ توڑ دی گئی... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری پناہ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں...آگے ہجرت کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کی ہے...(اخرجہ البخاری ۵۵۲)

مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے فتنوں کا مقابلہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ میں نفاق سر اٹھا کر دیکھنے لگا اور عرب کے لوگ مرتد ہونے لگے اور عجم کے لوگ ڈرانے دھمکانے لگے اور انہوں نے آپس میں نہاوند میں جمع ہونے کا معاہدہ کر لیا اور یہ کہا کہ یہ آدمی مر گیا ہے جس کی وجہ سے عربوں کی مدد ہو رہی تھی... چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کر کے فرمایا عربوں نے زکوٰۃ کی بکریاں اور اونٹ روک لئے ہیں اور اپنے دین سے منہ موڑ گئے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی وجہ سے تمہاری مدد کی جارہی تھی وہ دنیا سے رخصت ہو گئی...اب آپ لوگ مجھے مشورہ دیں (کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے) کیونکہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں اور اس آزمائش کا تم سب سے زیادہ بوجھ مجھ پر ہے...

چنانچہ وہ حضرات بہت دیر تک گردن جھکا کر سوچتے رہے...پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے اللہ کی قسم! اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا خیال یہ ہے کہ آپ عربوں سے نماز قبول کر لیں اور زکوٰۃ کو ان پر چھوڑ دیں...کیونکہ وہ ابھی ابھی جاہلیت چھوڑ

کر آئے ہیں... اسلام نے ان کو ابھی پوری طرح تیار نہیں کیا (ان کی دینی تربیت کا پورا موقع نہیں مل سکا) پھر یا تو اللہ تعالیٰ انہیں خیر کی طرف واپس لے آئیں گے، یا اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت عطا فرمائیں گے تو ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت پیدا ہو جائے گی... ان بقیہ مہاجرین اور انصار میں تمام عرب اور عجم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے...

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف التفات فرمایا... انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا... حضرات مہاجرین نے بھی ایسی ہی رائے دی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرات انصار کی طرف التفات فرمایا انہوں نے بھی یہی رائے دی... یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا اما بعد! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو اس وقت حق بہت کم اور بے سہارا تھا اور اسلام بالکل اجنبی اور ٹھکرایا ہوا تھا... اس کی رسی کمزور ہو چکی تھی، اس کے ماننے والے بہت کم تھے... ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جمع فرمایا اور ان کو باقی رہنے والی سب سے افضل امت بنایا... اللہ کی قسم! میں اللہ کی بات کو لے کر کھڑا رہوں گا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہوں گا... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرما دے اور اپنے عہد کو ہمارے لئے وفا فرما دے...

چنانچہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہو کر جنت میں جائے گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا خلیفہ بن کر اور اللہ کی عبادت کا وارث بن کر رہے گا... اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا...

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۃ النور: ۵۵)

...وعدہ کر لیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے، جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام... البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں... جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو (اگر یہ لوگ مجھے وہ رسی دینے سے انکار کریں جسے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے اور پھر درخت اور پتھر اور تمام انسان اور جنات ان کے ساتھ مل کر مقابلہ پر آ جائیں تو بھی میں

ان سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ میری روح اللہ سے جا ملے... اللہ تعالیٰ نے ایسے نہیں کیا کہ پہلے نماز اور زکوٰۃ کو الگ الگ کر دیا ہو پھر ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہو... (لہٰذا میں یہ کیسے کر سکتا ہوں کہ عرب کے لوگ صرف نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں اور میں انہیں کچھ نہ کہوں)

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں ان (مانعین زکوٰۃ) سے جنگ کرنے کا پختہ عزم پیدا فرما دیا ہے تو اب مجھے بھی یقین ہو گیا ہے کہ یہی حق ہے... (اخرجہ الخطیب فی رواۃ مالک کذا فی کنز العمال ۳/۱۴۲)

وفات نبوی کے صدمہ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تحمل واستقامت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے عمر! بیٹھ جاؤ انہوں نے بیٹھنے سے انکار کیا تو فرمایا اے عمر! بیٹھ جاؤ، پھر آپ نے شہادت کی گواہی کے بعد فرمایا

أما بعد! فمن كان منكم يعبد محمد افان محمدا قدمات، ومن كان منكم يعبد الله فان الله حي لايموت، ان الله تعالىٰ قال: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّارَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ الآية (آل عمران: ۱۴۴)

...حمد وصلوٰۃ کے بعد (یہ ہے کہ) تم میں سے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ فوت ہو چکے اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ زندہ ہیں کبھی نہیں مریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں... اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے......

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ کی قسم! گویا کہ لوگوں کو علم ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سب لوگوں نے سنی پس ہم میں سے جس نے بھی سنی تو وہ اسے پڑھنے لگا... ابن شہابؒ کہتے ہیں

مجھے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس آیت کو تلاوت کرتے سنا تو میرے پاؤں کٹ گئے یہاں تک کہ میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے حتیٰ کہ میں زمین پر بیٹھ گیا اور جب میں نے آپ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو میں نے یقین کر لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما چکے ہیں...

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفاداری کے غلبہ کے سبب صفاء کے انتہائی مقام تک پہنچ گئے تھے، اور بعض نے کہا ہے کہ بندہ کا اکیلے اللہ تعالیٰ کا ہو رہنے کا نام تصوف ہے...

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب قریشیوں نے ابن الدغنہ کے ذمہ کو توڑا تو اس سے کہا: ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرو، اپنے گھر میں جو چاہے کرے اور جو چاہے پڑھے، ہمیں تکلیف نہ دے اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں اعلانیہ نماز نہ پڑھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا ... پھر آپ کو خیال آیا تو اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی، چنانچہ آپ اسی میں نماز پڑھتے اور قرأت کرتے، مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ پر ٹوٹ پڑتے، وہ آپ پر تعجب کرتے اور آپ کو دیکھتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت رونے والے آدمی تھے جب قرآن کریم پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکتے تھے، اس چیز نے قریشیوں کو بہت پریشان کیا تو انہوں نے ابن الدغنہ کے پاس پیغام بھیجا تو ابن الدغنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا اے ابو بکر آپ کیلئے جس شرط پر میں نے ذمہ داری لی ہے وہ آپ کو معلوم ہی ہے لہٰذا یا تو آپ اسی پر کاربند رہیں یا میرے ذمہ کو چھوڑ دیں کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے اس آدمی سے بے وفائی کی ہے جس کی میں نے ذمہ داری لی تھی... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تیری ذمہ داری تجھے لوٹاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پناہ پر راضی ہوتا ہوں، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ ہی میں تھے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اذیت اٹھانا

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آل ابی بکر کی آواز آئی تو آپ سے کہا گیا کہ اپنے صاحب کے پاس پہنچو... آپ ہم سے روانہ ہوئے تب آپ کی زلفیں تھیں... پس آپ مسجد حرام میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے تم برباد ہو جاؤ کیا تم ایک آدمی کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ اپنے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح نشانیاں لایا ہے؟ مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ہٹ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹوٹ پڑے...

پھر جب آپ ہمارے پاس واپس لوٹے تو (یہ حالت تھی کہ) آپ اپنی زلفوں کو جہاں سے چھوتے تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی آجاتیں اور آپ یہ کہتے جارہے تھے کہ تبارکت یا ذالجلال والاکرام (اے ذوالجلال والاکرام آپ بڑی برکت والے ہیں)۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم (مقصد) کے لئے حقیر (چیزوں) کو قربان کر دیتے تھے اور کہا گیا ہے کہ تصوف نام ہے نعمتوں کے مالک کے لئے اپنی ہمتیں وقف کرنے کا...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلانِ اسلام اور تکلیف

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ اُن کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفا کی تلقین ہوتی تھی... جب مسلمانوں کی مقدار انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لیکر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا... یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ اُسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے ہیں...

خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں اُن کی عام طور سے عظمت و شرافت مسلم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرۂ مبارک خون میں بھر گیا... ناک کان سب لہولہان ہو گئے تھے... پہچانے نہ جاتے تھے... جوتوں سے... لاتوں سے مارا... پاؤں میں روندا اور جو نہ کرنا تھا سب ہی کچھ کیا... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے... بنو تیم یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اُٹھا کر لائے... کسی کو بھی اس میں شک نہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وحشیانہ حملے سے زندہ نہ بچ سکیں گے... بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے... عتبہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا... شام تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بیہوشی رہی... باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی...

شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے... لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ اُنہیں کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا جذبہ اور اُن ہی کی رٹ... لوگ پاس سے اُٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپؓ کی والدہ اُم خیر سے کہہ گئے کہ انکے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کر دیں... وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گذری... اُنکی والدہ نے فرمایا کہ مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے... آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُم جمیل رضی اللہ عنہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ کیا حال ہے... وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُم جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا... وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے

تھیں.. فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کون ابوبکر رضی اللہ عنہ... تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا... اگر تو کہے تو چل کر اس کی حالت دیکھوں... اُم خیر نے قبول کرلیا... اُن کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں... بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بد کرداروں نے کیا حال کر دیا... اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کیے کی سزا دے... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے... اُم جمیل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں... آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُن سے خوف نہ کرو تو اُم جمیل رضی اللہ عنہا نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں... آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اسوقت کہاں ہیں... اُنہوں نے عرض کیا کہ ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف رکھتے ہیں...

آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اسوقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلوں... اُنکی والدہ کو تو بیقراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور اُنہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا... اسلئے والدہ نے اسکا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہو جائے... مبادا کوئی دیکھ نہ لے اور کچھ اذیت پہنچائے... جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی... اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے ہدایت کی دُعاء بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دُعا فرمائی... اس کے بعد اُن کو اسلام کی ترغیب دی... وہ بھی اسی وقت مسلمان ہوگئیں... (خمیس)

فائدہ: عیش وعشرت... نشاط فرحت کے وقت محبت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں... محبت وعشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے... (فضائل اعمال)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صبر و تحمل کا دوسرا واقعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی ہے... چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کو ان کے پاس گئے... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (بن عمر) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے گیا... میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں بچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا اسے سمجھ لیتا تھا...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) جمیل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل دیا...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل دیئے اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے... یہاں تک کہ جمیل نے مسجد (حرام) کے دراوزے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا اے جماعت قریش! غور سے سنو! خطاب کا بیٹا عمر بے دین ہو گیا ہے... قریش کعبہ کے اردگرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیل کے پیچھے سے کہا یہ غلط کہتا ہے میں تو مسلمان ہوا ہوں اور کلمہ شہادت:

اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ... پڑھا ہے... یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف جھپٹے... وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لڑتے رہے... یہاں تک کہ سورج سروں پر آ گیا... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھک کر بیٹھ گئے... اور سب مشرک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کر لو... میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم (مسلمان) تین سو ہو گئے تو یا تو تم (مکہ) ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے...

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی

سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کرتا پہنے ہوئے تھا... وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے... اس بوڑھے نے کہا ارے چھوڑو... ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے... تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنے آدمی (حضرت عمر) کو ایسے ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ... حضرتِ ابن عمر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اوپر سے کوئی چادر اتار لی گئی ہو.... جب میرے والد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا اے ابا جان! جس دن آپ اسلام لائے تھے وہ مکہ کے کافر آپ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا... جس پر وہ لوگ سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھے... (ابن اسحٰق)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی برداشت کا واقعہ

حضرت محمد بن ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے چچا حکم بن ابوالعاص بن امیہ نے پکڑ کر رسی میں مضبوطی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کرتے ہو؟ اور اللہ کی قسم! جب تک تم اس دین کو نہیں چھوڑو گے میں اس وقت تک تمہیں بالکل نہیں کھولوں گا... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا... جب حکم نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دین پر بڑے پکے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا... (ابن سعد)

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کی قربانی کا واقعہ

حضرت ابراہیمؒ بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ میں بصرہ کے بازار اور میلہ میں موجود تھا تو وہاں ایک پادری اپنے گرجا گھر کے بالا خانے میں رہتا تھا... اس نے کہا کہ اس بازار اور میلہ والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں

کوئی حرم کا رہنے والا ہے... میں نے کہاہاں میں ہوں... اس نے پوچھا کہ کیا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گیا ہے؟ میں نے کہا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کون؟

اس نے کہا عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے... یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہو گا اور وہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں... حرم (مکہ) میں ان کا ظہور ہو گا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے... پتھریلی اور شوریلی زمین ہو گی... کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اتباع کرلیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ...

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی بات میرے دل کو لگی اور میں وہاں سے تیزی سے چلا اور مکہ پہنچ گیا اور میں نے پوچھا کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے انہوں نے کہا ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ جو امین کے لقب سے مشہور ہیں... انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما نے ان کا اتباع کیا ہے... چنانچہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا آپ نے اس آدمی کا اتباع کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں تم بھی ان کی خدمت میں جاؤ اور ان کا اتباع کرلو کیونکہ وہ حق کی دعوت دیتے ہیں...

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پادری کی بات بتائی... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے... جہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے... اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پادری کی بات بتائی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنو تیم نے ان دونوں کو نہ بچایا... نوفل بن خویلد کو مشیر قریش کہا جاتا تھا... (ایک رسی میں باندھے جانے کی وجہ سے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قرینین (یعنی دوساتھی) کہا جاتا ہے... امام بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمیں ابن العدویہ کے شر سے بچا... (حاکم)

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کے جسم پر زخموں کے نشان

حضرت حفص بن خالدؒ کہتے ہیں کہ موصل سے ایک بڑی عمر کے بزرگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں ایک سفر میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا... ایک چٹیل میدان میں ان کو نہانے کی ضرورت پیش آ گئی جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس اور نہ کوئی انسان... انہوں نے کہا (میرے نہانے کے لئے) ذرا پردے کا انتظام کر دو...

میں نے ان کے لئے پردے کا انتظام کیا (نہانے کے دوران) اچانک میری نگاہ ان کے جسم پر پڑ گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے سارے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان ہیں میں نے ان سے کہا میں نے آپ کے جسم پر اتنے زخموں کے نشان دیکھے ہیں کہ اتنے میں نے کسی کے جسم پر نہیں دیکھے ہیں... حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا جی ہاں... آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان میں سے ہر زخم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لگا ہے... اور اللہ کے راستہ میں لگا ہے... (اخرجہ ابونعیم ایضاً واخرجہ الطبر انی والحاکم ۳/۳۶۰ نحوہ)

حضرت علی بن زیدؒ کہتے ہیں کہ جس آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا... اس نے مجھے بتایا کہ ان کے سینے پر آنکھ کی طرح نیزے اور تیر کے زخموں کے نشان تھے...

مؤذنِ رسول بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی برداشت کا واقعہ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے اور مشرک انہیں تکلیفیں پہنچا رہے ہوتے اور حضرت بلال احد احد کہہ رہے ہوتے یعنی معبود ایک ہی ہے تو ورقہ کہتے واقعی معبود ایک ہی ہے اور اے بلال! وہ معبود اللہ ہے... پھر ورقہ بن نوفل امیہ بن خلف کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکلیفیں پہنچا رہا ہوتا تھا... تو ورقہ کہتے میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت خداوندی کی جگہ بناؤں گا...

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر گزر ہوا وہ

مشرک ان کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا ارے! کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ کب تک (ان کو یوں سزا دیتے رہو گے) امیہ نے کہا تم نے ہی تو ان کو بگاڑا ہے اب تم ہی ان کو تکلیفوں سے چھڑاؤ...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں انہیں چھڑانے کے لئے تیار ہوں... میرے پاس ایک کالا غلام ہے جوان سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے وہ غلام تمہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں دیتا ہوں... امیہ نے کہا مجھے قبول ہے... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ میں نے تمہیں دے دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ غلام دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور انہیں آزاد کر دیا... مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے علاوہ چھ اور غلاموں کو آزاد کیا... (حلیۃ الاولیاء)

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا دل تڑپا دینے والا واقعہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یاسر اور حضرت عمار اور حضرت عمار کی والدہ رضی اللہ عنہما کے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا... ان تینوں کو اللہ (کے دین) کی وجہ سے اذیت پہنچائی جا رہی تھی...

آپ نے ان سے فرمایا اے آل یاسر صبر کرو... اے آل یاسر! صبر کرو کیونکہ تم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم کو جنت ملے گی... (واخرجہ ابواحمد الحاکم) ابن الکلبی کی روایت میں یہ ہے کہ ان تینوں کے ساتھ عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے اور ملعون ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں نیزہ مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ بھی ان تکلیفوں میں انتقال فرما گئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی تیر مارا گیا جس سے وہ گر گئے... (کذافی الاصابۃ ۳/۶۴۷)

امام احمدؒ کی روایت حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں شہادت کا مرتبہ سب سے پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ملا جن کی شرمگاہ میں ابوجہل نے نیزہ مارا تھا... (کذافی البدایۃ ۳/۵۹)

حضرت ابوعبید بن محمد بن عمار رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اتنی تکلیفیں پہنچائیں کہ آخر (ان کو اپنی جان بچانے کے لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ بول بولنے پڑے اور مشرکوں کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی...

جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم پر کیا گزری انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بہت برا ہوا... مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی...

آپ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو انہوں نے کہا میں اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پاتا ہوں...

آپ نے فرمایا پھر تو اگر وہ دوبارہ تمہیں ایسی سخت تکلیفیں پہنچائیں تو تم بھی دوبارہ (جان بچانے کے لئے) ویسے ہی کر لینا جیسے پہلے کیا... (حلیۃ الاولیاء)

خباب بن ارت رضی اللہ عنہما کی قربانیاں

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی خاص مسند پر بٹھا کر فرمایا ایک آدمی کے علاوہ روئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے...

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا اے امیر المومنین! وہ ایک آدمی کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں...

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں (کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اٹھائی ہیں) کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتے تھے... میرا تو ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتے...

میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس میں ڈال دیا... پھر ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے

صرف اپنی کمر کے ذریعہ ہی خود کو بچا سکا...

راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر کھول کر دکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے... (اخرجہ ابن سعد ۳/۱۱۷ کذافی کنز العمال ۷/۳۱)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا... آپ کعبہ کے سائے میں چادر کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور ان دنوں ہمیں مشرکوں کی طرف سے بہت سختی اٹھانی پڑی تھی...

میں نے عرض کیا... کیا آپ اللہ سے دعا نہیں فرماتے؟ آپ ایک دم سیدھے بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا... اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت اور پٹھا سب نوچ لیا گیا اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا گیا لیکن اتنی سخت تکلیف بھی انکو انکے دین سے ہٹا نہ سکتی تھی... اور اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہیں گے یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور اس کو کسی دشمن کا ڈر نہ ہوگا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے بھیڑیئے کے اپنی بکریوں پر لیکن تم جلدی چاہتے ہو... (بخاری شریف)

زباں ہو دل کی رفیق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا تم اس وادی (مکہ) کو جاؤ اور جو آدمی یہ کہتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے اس کے حالات معلوم کرو... اس کی باتیں سنو اور پھر مجھے آ کر بتاؤ...

چنانچہ ان کے بھائی مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے... آپ کی باتیں سنیں... پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس آ کر بتایا کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ عمدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دے رہے تھے اور انہوں نے ایسا کلام سنایا جو شعر نہیں تھا... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری باتوں سے میری تسلی نہیں ہوئی جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا وہ مجھے معلوم نہ ہو سکا... چنانچہ انہوں نے زاد سفر لیا اور پانی کا مشکیزہ بھی سواری پر رکھا (اور چل پڑے) یہاں

تک کہ مکہ پہنچ گئے اور مسجد حرام میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے...

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہیں تھے اور لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا انہوں نے (حالات کی وجہ سے) مناسب نہ سمجھا... یہاں تک کہ رات آ گئی تو یہ وہیں لیٹ گئے تو ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ پردیسی مسافر ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کے پیچھے ہو لئے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی میزبانی کی) لیکن دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے کچھ نہ پوچھا اور یونہی صبح ہو گئی... وہ اپنا مشکیزہ اور زادسفر لے کر پھر مسجد حرام آ گئے اور سارا دن وہاں ہی رہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ شام ہو گئی... یہ اپنے لیٹنے کی جگہ واپس آئے...

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے گزر ہوا... انہوں نے کہا کیا اس آدمی کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اپنا ٹھکانہ جان لے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے سے کچھ نہ پوچھا یہاں تک کہ تیسرا دن ہو گیا... اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے دن کی طرح کیا اور یہ ان کے ساتھ چلے گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا تم مجھے بتاتے نہیں ہو کہ تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم مجھے عہد و پیمان دو کہ تم مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ گے... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ فرمایا... تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے آنے کا مقصد بتایا...

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات حق ہے اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب صبح ہو تو میرے پیچھے چلنا... اگر میں ایسی کوئی چیز دیکھوں گا جس سے مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہوگا تو میں پیشاب کے بہانے رک جاؤں گا... (تم چلتے رہنا) اگر میں چلتا رہا تو میرے پیچھے چلتے رہنا اور جس گھر میں میں داخل ہوں اس میں تم بھی داخل ہو جانا... چنانچہ ایسے ہی ہوا... یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے... اور یہ بھی ان کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے... انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی اور اسی جگہ مسلمان ہو گئے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انہیں ساری بات بتاؤ... (اور تم وہاں ہی رہو) یہاں تک کہ میں تمہیں حکم بھیجوں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کلمہ توحید کا کافروں کے بیچ میں پورے زور سے اعلان کروں گا...

چنانچہ وہاں سے چل کر مسجد حرام آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا:

... اَشھَدُاَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللہِ.... ...

یہ سن کر مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کو لٹا دیا... اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور وہ (ان کو بچانے کے لئے) ان پر لیٹ گئے اور انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور ملک شام کا تمہارا تجارتی راستہ اسی قبیلہ کے پاس سے گزرتا ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو کافروں سے چھڑا لیا...

اگلے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر ویسے ہی کیا... چنانچہ پھر کافروں نے ان پر حملہ کیا اور انکو مارا... اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ (بچانے کیلئے) ان پر لیٹ گئے... (اخرجہ البخاری ۱/۵۴۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گیا... آپ نے مجھے اسلام سکھایا... اور میں نے کچھ قرآن بھی پڑھ لیا... پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے دین کا اعلان کرنا چاہتا ہوں...

آپ نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہے کہ تم کو قتل کر دیا جائے گا... میں نے کہا چاہے مجھے قتل کر دیا جائے لیکن میں یہ کام ضرور کروں گا آپ خاموش ہو گئے...

مسجد حرام میں قریش حلقے لگا کر بیٹھے ہوئے باتیں کرتے تھے میں نے وہاں جا کر زور سے کہا اَشھَدُاَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللہِ.... ... یہ سنتے ہی وہ تمام حلقے ٹوٹ گئے اور وہ لوگ کھڑے ہو کر مجھے مارنے لگے اور مجھے سرخ بت کی طرح بنا کر چھوڑا... اور ان کا یہ خیال تھا کہ وہ مجھے قتل کر چکے ہیں... جب مجھے افاقہ ہوا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا... آپ نے میرا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا... میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرے دل کی چاہت تھی جسے میں نے

پورا کرلیا ہے... میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گیا... پھر آپ نے فرمایا... اپنی قوم میں چلے جاؤ... اور جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو پھر میرے پاس آ جانا... (طبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن کی مثالی استقامت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے انہیں بنو زہرہ کا ایک آدمی ملا... اس نے کہا اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمر نے کہا میرا ارادہ ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلک) میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں... اس نے کہا اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دو گے تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچو گے؟ حضرت عمر نے اس سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر تو تھا اس کو چھوڑ چکا ہے... اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ حضرت عمر نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں بے دین ہو چکے ہیں اور جس دین پر تم ہو اس کو وہ دونوں چھوڑ چکے ہیں...

یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں بھر گئے اور (اپنی بہن کے گھر کو) چل دیئے جب وہ بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے... جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے... حضرت عمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا کہ یہ پست آواز کیا تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سنی... وہ لوگ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے... ان دونوں نے کہا، ہم آپس میں بات کر رہے تھے اور کچھ نہیں تھا... حضرت عمر نے کہا شاید تم دونوں بھی (اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) مائل ہو گئے ہو... تو ان کے بہنوئی نے ان سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور ان کو بہت بری طرح سے روندا... ان کی بہن ان کو اپنے خاوند سے ہٹانے کے لئے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت عمر نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا... ان کی بہن کو بھی غصہ آ گیا...

انہوں نے بھی غصہ سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو

تو پھر؟ اور انہوں نے (بلند آواز سے) کلمہ شہادت:

اَشْهَدُاَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ..... پڑھا جب حضرت عمر مایوس ہو گئے تو کہا مجھے بھی وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمر کتاب پڑھ لیا کرتے تھے...ان کی بہن نے کہا تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں...اس لئے کھڑے ہو کر یا تو غسل کر و یا وضو...

حضرت عمر نے کھڑے ہو کر وضو کیا...پھر حضرت عمر نے اس کتاب کو لے کر سورۃ طٰہٰ پڑھنا شروع کیا...یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے...

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ۝ (طٰہٰ: آیت ۱۴)

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا اے عمر! تمہیں بشارت ہو...حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی رات میں یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام (ابوجہل) کے (مسلمان ہونے کے) ذریعہ سے عزت عطا فرما...مجھے امید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے...اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا...حضرت عمر یہاں سے چل کر اس گھر (دار ارقم) میں پہنچے...اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے...

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمر کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں یہ عمر ہے...اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو یہ مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر لیں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لئے آسان بات ہے...اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی...

چنانچہ (وحی نازل ہونے کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر حضرت عمر کے پاس

تشریف لائے اوران کے میان اورتلوار کے پر تلے کو پکڑ کر فرمایا کیا تم باز آنے والے نہیں ہواے عمر! (اسی کا انتظار کررہے ہو کہ) اللہ تعالیٰ تم پر وہ ذلت اور سزا نازل کردے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کی ہے... اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے... اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما... حضرت عمر نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے...

(مسلمان ہونے کے بعد) انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ باہر (مسجد حرام کو نماز پڑھنے کے لئے) تشریف لے چلیں... (ابن سعد)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تو تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور وہ خود ولید بن مغیرہ کی امان میں آرام سے رہ رہے ہیں تو انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو ایک مشرک آدمی کی پناہ میں آرام سے رہوں اور میرے ساتھی اور میرے دین والے وہ تکلیف اور اذیت اٹھاتے رہیں جو میں نہیں اٹھا رہا ہوں یہ تو میری بہت بڑی کمی ہے...

چنانچہ وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور اس سے کہا اے ابوعبد شمس! تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دکھائی میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں... اس نے کہا اے میرے بھتیجے کیوں؟ شاید میری قوم کے کسی آدمی نے تم کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے...

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں لیکن میں اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور سے پناہ نہیں لینا چاہتا ہوں... ولید نے کہا تم مسجد چلو اور وہاں سب کے سامنے میری پناہ علی الاعلان واپس کرو جیسے کہ میں نے تم کو سب کے سامنے علی الاعلان اپنی پناہ میں لیا تھا...

چنانچہ وہاں سے نکل کر دونوں مسجد (حرام) گئے... وہاں لوگوں سے ولید نے کہا یہ عثمان ہیں... میری پناہ مجھے واپس کرنے آئے ہیں... پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا یہ سچ کہہ رہے ہیں میں نے ان کو انتہائی وفادار اور اچھا پناہ دینے والا پایا ہے لیکن اب میں یہ چاہتا

ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کسی کی پناہ نہ لوں... اس لئے میں نے ان کی پناہ ان کو واپس کر دی ہے...

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آ رہے تھے کہ (عرب کے مشہور شاعر) لبید بن ربیعہ بن مالک بن کلاب قیسی قریش کی ایک مجلس میں اپنے اشعار سنا رہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں جا کر بیٹھ گئے لبید نے یہ شعر پڑھا:

ترجمہ:...... اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بیکار ہے......

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے داد دیتے ہوئے کہا تم نے ٹھیک کہا۔ پھر اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا:

ترجمہ:...... اور ہر نعمت ضرور بالضرور (ایک نہ ایک دن) ختم ہو جائے گی......

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط کہا... جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر لبید بن ربیعہ نے کہا اے جماعت قریش! تمہاری مجلس میں بیٹھنے والے کو کبھی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی... یہ نئی بات کب سے تم میں پیدا ہوئی؟ (یعنی پہلے تو کبھی بھی کوئی میرے شعر پر اعتراض نہیں کیا کرتا تھا آج یہ میرے شعر کو غلط کہنے والا کہاں سے آ گیا ہے) تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ ایک بے وقوف آدمی ہے بلکہ اس کے ساتھ اور بھی چند بے وقوف آدمی ہیں جنہوں نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے لہٰذا تم اس کی باتوں سے ناراض مت ہو...

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی بات کا جواب دیا جس سے دونوں میں بات بڑھ گئی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی آنکھ سیاہ ہو گئی اور ولید بن مغیرہ قریب ہی تھا اور جو کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اسے دیکھ رہا تھا... اس نے کہا اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم (اگر تم میری پناہ میں رہتے تو) تمہاری آنکھ کو یہ تکلیف کبھی نہ پہنچتی... تم ایک محفوظ ذمہ داری میں تھے...

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو عبد شمس ہاں تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن اللہ کی قسم! میرا دل چاہ رہا ہے کہ اللہ کے دین کی وجہ سے میری تندرست آنکھ کو بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسری کو پہنچی ہے اور میں اس ذات کی پناہ میں ہوں جو بہت عزت والے اور بڑی قدرت والے ہیں... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اس مصیبت زدہ آنکھ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

ترجمہ:......اگر میری آنکھ کو اللہ رب العزت کی رضا مندی میں ایک ملحد بے دین اور گمراہ انسان کے ہاتھوں تکلیف پہنچی ہے...(تو کیا ہوا؟)...

ترجمہ:......رحمٰن نے اس آنکھ کے بدلہ میں اپنا ثواب عطا فرمایا ہے اور جسے رحمٰن راضی کرے اے قوم! وہ بڑا خوش قسمت ہے......

ترجمہ:......تم اگرچہ میرے بارے میں یہ کہتے ہو کہ میں بہکا ہوا، گمراہ کیا ہوا اور بے وقوف ہوں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں......

ترجمہ:......اس سے میں نے اللہ تعالیٰ (کی رضا مندی) کا ارادہ کیا ہے اور ہمارا دین بالکل حق ہے اور یہ بات میں صاف کہہ رہا ہوں چاہے یہ بات اس آدمی کو کتنی بری لگے جو ہم پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے......

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو جو تکلیف پہنچی اس کے بارے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

ترجمہ:......جو زمانہ پر امن نہیں تھا کیا تم اس کو یاد کر کے رنجیدہ ہو رہے ہو اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے ہو......

ترجمہ:......کیا تم ان بے وقوف لوگوں کو یاد کر کے رو رہے ہو جو دین کی دعوت دینے والوں پر ظلم ڈھاتے تھے......

ترجمہ:......یہ لوگ جب تک صحیح سالم رہیں فحش کاموں سے نہیں رکتے ہیں اور ان لوگوں میں غداری کی صفت تو غیر محفوظ راستہ ہے......

ترجمہ:......اللہ تعالیٰ ان کی خیر کو کم کر دے...کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وجہ سے غصہ میں آئے ہیں......

ترجمہ:......جب کہ وہ لوگ عثمان کی آنکھ کو نڈر ہو کر تھپڑ مار رہے تھے...مسلسل چوکے مارتے رہے اور مارنے میں کوئی کمی نہ کی......

ترجمہ:......اگر عثمان رضی اللہ عنہ جلدی نہ بھی مرے تو بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے برابر سرابر پورا پورا بدلہ دے گا...جس میں کوئی خسارہ نہ ہوگا...(حلیۃ الاولیاء)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت محمد عبدریؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما مکہ کے سب سے زیادہ خوبصورت نوجوان اور بھرپور جوانی والے انسان تھے اور مکہ کے جوانوں میں ان کے سر کے بال سب سے زیادہ عمدہ تھے... ان کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے، ان کی والدہ بہت زیادہ مالدار تھیں وہ ان کو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ باریک کپڑا پہناتی تھیں اور یہ مکہ والوں میں سب سے زیادہ عطر استعمال کرنے والے تھے اور یہ حضر موت کے بنے ہوئے خاص جوتے پہنتے تھے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے کہ میں نے مکہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما سے زیادہ عمدہ بال والا اور ان سے زیادہ باریک جوڑے والا اور ان سے زیادہ ناز و نعمت میں پلا ہوا کوئی نہیں دیکھا... ان کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم بن ابی الارقم میں اسلام کی دعوت دے رہے ہیں... یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی... وہاں سے باہر آئے تو اپنی والدہ اور قوم کے ڈر سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور چھپ چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے رہتے ایک دن ان کو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس نے جا کر ان کی والدہ اور قوم کو بتا دیا... ان لوگوں نے ان کو پکڑ کر قید کر دیا...

چنانچہ یہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ پہلی ہجرت کے موقع پر حبشہ چلے گئے... پھر جب وہاں سے مسلمان واپس آئے تو یہ بھی واپس آ گئے... واپسی میں ان کا حال بالکل بدلا ہوا تھا... بڑی خستہ حالت تھی... (وہ ناز و نعمت کا اثر ختم ہو چکا تھا) یہ دیکھ کر ان کی والدہ نے ان کو برا بھلا کہنا اور ملامت کرنا چھوڑ دیا... (ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ملک روم کی طرف ایک لشکر بھیجا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں

سے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما نامی ایک صحابی بھی تھے...ان کو رومیوں نے گرفتار کرلیا اور پھران کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے (جس کا لقب طاغیہ تھا) اور اسے بتایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں تو طاغیہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما سے کہا کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ تم (اسلام چھوڑ کر) نصرانی بن جاؤ...اور میں تمہیں اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کرلوں؟ (یعنی آدھا ملک میں تمہیں دے دوں گا) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پلک جھپکنے جتنی دیر کے لئے چھوڑنے پر اپنا سارا ملک بھی دے دو اور عربوں کا ملک بھی دے دو تو میں پھر بھی تیار نہیں ہوں...تو اس پر طاغیہ نے کہا پھر تو میں تمہیں قتل کردوں گا...

انہوں نے کہا تم جو چاہے کرو چنانچہ اس کے حکم دینے پر ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس نے تیراندازوں سے کہا کہ اس طرح تیر ان پر چلاؤ کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کے پاس سے تیر گزریں (جس سے یہ مرنے نہ پائیں اور خوفزدہ ہو جائیں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا...اب بادشاہ نے ان پر عیسائیت کو پھر پیش کیا لیکن یہ انکار کرتے رہے...پھر اس کے حکم دینے پر ان کو سولی سے اتارا گیا...پھر اس بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی جس میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آگ جلائی اور وہ پانی گرم ہو کر کھولنے لگا) پھر اس نے دو مسلمان قیدی بلوائے اور ان میں سے ایک مسلمان کو (زندہ ہی) اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا (یہ خوفناک منظر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دکھا کر) اس بادشاہ نے ان پر پھر نصرانیت کو پیش کیا لیکن انہوں نے پھر انکار کیا...

اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو (زندہ) دیگ میں ڈال دیا جائے جب سپاہی ان کو (دیگ کی طرف) لے کر جانے لگے تو یہ رو پڑے... بادشاہ کو بتایا گیا کہ اب تو وہ رو پڑے ہیں...وہ سمجھا کہ اب یہ (موت سے) گھبرا گئے ہیں چنانچہ اس نے کہا انہیں میرے پاس واپس لاؤ... چنانچہ ان کو واپس لایا گیا...

اب بادشاہ نے پھر ان پر نصرانیت کو پیش کیا...انہوں نے پھر انکار کیا...اس پر بادشاہ نے کہا کہ اچھا تم کیوں رو رہے تھے؟ انہوں نے فرمایا میں اس لئے رویا تھا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تجھے اب اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تو ختم ہو جائے گا میں تو یہ چاہتا ہوں

کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں اتنی میرے پاس جانیں ہوں اور ہر جان کو اللہ کے دین کی وجہ سے اس دیگ میں ڈالا جائے (میں تو اس وجہ سے رو رہا تھا کہ میرے پاس بس ایک ہی جان ہے) اس طاغیہ بادشاہ نے (ان کے اس جواب سے متاثر ہو کر) کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم میرے سر کا بوسہ لے لو اور میں تمہیں چھوڑ دوں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟

بادشاہ نے کہا ہاں باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دوں گا... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ اللہ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے... میں اس کے سر کا بوسہ لے لوں گا... یہ مجھے اور تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دے گا (اس سے تو سارے مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے گا... میرا دل تو اس کام کو نہیں چاہ رہا ہے لیکن میں مسلمانوں کے فائدے کے لئے کر لیتا ہوں) چلو اس میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ بادشاہ کے قریب جا کر انہوں نے اس کے سر کا بوسہ لیا...

بادشاہ نے سارے قیدی ان کے حوالے کر دیئے... یہ ان سب کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سارے حالات بتائے... تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما کے سر کا بوسہ لے اور سب سے پہلے میں لیتا ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان کے سر کا بوسہ لیا (تا کہ اللہ کے دشمنوں کی چومنے کو جو نا گواری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دل میں تھی وہ دور ہو جائے)... (بیہقی)

اہل اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ

حضرت علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں... مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا... جس کی کنیت ابولؤلؤ تھی اس نے ایک دن حضرت عمرؓ سے آ کر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے آپ کم کرا دیجئے... حضرت عمرؓ نے تعداد پوچھی اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) حضرت عمرؓ نے پوچھا... تو کون

سا پیشہ کرتا ہے... بولا کہ... نجاری نقاشی... آہنگری... فرمایا کہ... ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت نہیں ہے... فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا...

دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز کیلئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا حضرت عمرؓ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے... اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کیلئے بڑھے اور جوں ہی نماز شروع کی فیروز نے دفعۃً گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا حضرت عمرؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے...

عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ سامنے بسمل پڑے تھے فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا... لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا... اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی...

حضرت عمرؓ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے... سب سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ... میرا قاتل کون... تھا لوگوں نے کہا... فیروز... فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا تھا... لوگوں کو خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں غالباً شفا ہو جائے... چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ سے باہر نکل آئیں... اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے... چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ... اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جائیں......

حضرت عمرؓ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ... عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے...... عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے وہ رو رہی تھیں... حضرت عمرؓ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا... حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی...... عبداللہ واپس آئے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خبر کی... بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا خبر لائے انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہتے تھے فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی...

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا...

تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے...
حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں...

مدت کے غور و فکر پر بھی ان کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی بارہا ان کے منہ سے بیساختہ آہ نکل گئی... کہ... افسوس اس بار گراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا... تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی... علیؓ... عثمانؓ... زبیرؓ... طلحہؓ... سعد بن ابی وقاصؓ... عبدالرحمٰن بن عوفؓ لیکن حضرت عمرؓ ان سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے اور اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا... چنانچہ طبری وغیرہ میں ان کے ریمارک تفصیل سے مذکور ہیں... مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؓ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے انکی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے... (طبری)

حضرت عمرؓ کو قوم اور ملک کی بہبودی کا جو خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اسی دھن میں مصروف رہے... لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو... اس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے... مہاجرین... انصار... اعراب وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں... اہل ذمہ (یعنی عیسائی... یہودی... پارسی جو اسلام کی رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی چنانچہ اہل ذمہ کے حق میں جو الفاظ کہے وہ یہ تھے... میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار ہے وہ پورا کیا جائے... ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے......

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی... عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم فرمایا کہ میرے متروک سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش

سے لیکن قریش کے علاوہ اوروں کو تکلیف نہ دینا... یہ صحیح بخاری کی روایت ہے (دیکھو کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ) لیکن عمرو بن شعبہ نے کتاب المدینہ میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ نافع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے... کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا... حالانکہ ان کے ایک وارث نے اپنے حصہ وارثت کو ایک لاکھ میں بیچا تھا...

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ پر چھیاسی ہزار کا قرض تھا لیکن وہ اس طرح ادا کیا گیا کہ ان کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جس کو امیر معاویہ نے خریدا... یہ مکان باب السلام اور باب الرحمت کے بیچ میں واقع تھا اور اس مناسبت سے کہ اس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دارالقضا کے نام سے مشہور رہا... چنانچہ خلاصۃ الوفا فی اخبار دارالمصطفی میں یہ واقعہ بتفصیل مذکور ہے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن کے بعد انتقال کیا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے... نماز جنازہ صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی... حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ... حضرت علی رضی اللہ عنہ... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ... طلحہ رضی اللہ عنہ... سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ... عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا اور وہ آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا...... اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ...

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا منظر

جب ابولوٗلوٗ نے خنجر مارا اور آپ گرے... آنتیں کٹ گئیں اور خون بہنے لگا... غذا کھلائی تو آنتوں سے باہر نکل گئی... پتا چل گیا کہ اب میں نہیں بچتا تو اپنے بیٹے کو بلایا... اے عبداللہ! جاؤ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جا کر اجازت لو... امیر المؤمنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن ہونا چاہتا ہے... وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں حاضر ہوئے... دروازے پر دستک دی... کہا عبداللہ حاضر ہے... امیر المؤمنین! یہ اجازت چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کیے جائیں...

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور فرمانے لگیں... اے عبداللہ! یہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی... عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا جائے...

واپس جا کر اپنے ابا جان سے فرمایا... خوشخبری ہو آپ کو اجازت مل گئی...

فرمایا... بیٹا نہیں نہیں ہوسکتا ہے کہ میری شرم میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دی ہو... جب میں مر جاؤں میرے جنازے کو دروازے پر رکھنا... پھر دوبارہ اجازت مانگنا... اگر اجازت دے دیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا... جب موت کا وقت قریب آیا تو بیٹے نے سر کو گود میں رکھا ہوا تھا... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا... بیٹا میرا سر زمین پر رکھ دو... حضرت عبداللہ کو سمجھ میں نہیں آیا کیا کہہ رہے ہیں... کہا بیٹا! میرا سر زمین پر رکھ... اب مجھے لفظ یاد نہیں کیا لفظ فرمایا... تربت یداک... یا یوں فرمایا ...ثکلتک امک... تیری ماں تجھے روئے... تیرے ہاتھ ٹوٹیں... مجھے زمین پر ڈال... میں اپنے چہرے کو خاک آلود کرنا چاہتا ہوں تا کہ میرے مولیٰ کو میرے اوپر رحم آ جائے...

یہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا... انتقال ہوا... نمازِ جنازہ پڑھی گئی... جنازہ اُٹھا... حجرۂ مبارک کے سامنے جنازہ رکھا گیا... حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... اے اُم المؤمنین! امیر المؤمنین دروازے پر آ چکے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:... مرحبا امیر المؤمنین! مرحبا امیر المؤمنین!... بے شک امیر المؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے... امیر المؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے...

میرے بھائیو! اللہ نے دکھا دیا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلتا ہے میں اسے کیسے ساتھ ملاتا ہوں... چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اوڑھنی سر پر رکھی اور باہر نکل گئیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کیا گیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... میں قیامت کے دن اُٹھوں گا اور میرے دائیں طرف ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے اور بائیں طرف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آگے آگے اذان دیتے ہوں گے...

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں... جب ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نیزے کے دو وار کیے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ شاید ان سے

لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں... چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن سے بہت محبت تھی... وہ اپنے قریب ان کو رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا... میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ پتا کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر چلے گئے... وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ روتے نظر آتے... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں واپس آ کر عرض کیا... یا امیر المؤمنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے اُن کو روتے ہوئے پایا... ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج اُن کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہے... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا... مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام ابولولو نے... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے میں خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے... تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو ... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ... کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے... غور سے سنو! میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو ہمارے یہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی... پھر فرمایا... میرے بھائیوں کو بلاؤ... لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا... حضرت عثمان... حضرت علی... حضرت طلحہ... حضرت زبیر... حضرت عبداللہ بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین... ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا... پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا...

جب وہ حضرات آ گئے تو میں نے کہا... یہ سب آ گئے ہیں... تو فرمایا... اچھا! میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا ہے... میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہوگا... جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی... اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہوگا... جب میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپس کے اختلافات کا ذکر کیا ہے تو میں نے

سوچا کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے نہ دیکھا ہو... پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے... وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں سے کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے اس پر میں نے کہا ابھی امیر المؤمنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا... مجھے اُٹھاؤ... چنانچہ ہم نے ان کو اُٹھایا... پھر انہوں نے فرمایا... تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں... ان حضرات نے پوچھا... ہم کن سے مشورہ کریں... انہوں نے فرمایا... مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے... اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے... پھر فرمایا... اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہوتو میں اسے موت کے بعد آنے والی ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں لیکن مجھے اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا...

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپ کو عطا فرمائے... کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے... جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ کے ذریعہ سے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی... پھر جتنے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے قتال فرمایا... آپ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے... پھر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے... پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ رُسول کی خوب زوردار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا... یہاں تک کہ لوگ طوعاً و کرہاً اسلام میں داخل ہو گئے... (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے... کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے) پھر ان خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے... پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لیے روم فارس کے) سارے اموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا... یہ مرتبہ شہادت آپ کو مبارک ہو...

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا... اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کر کے) جسے دھوکے دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لیے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے... پھر فرمایا... اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... جی ہاں! تو فرمایا... اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تیار ہو گئے ہیں... پھر فرمایا) اے عبداللہ بن عمر! میرے رُخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اُٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا تو فرمایا... نہیں! میرے رُخسار کو زمین پر رکھ دو... چنانچہ انہوں نے اپنی داڑھی اور رُخسار کو اُٹھا کر زمین پر رکھ دیا... اور فرمایا: او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی ہلاکت ہے اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے... اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی... رضی اللہ عنہ... جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیغام بھیجا... انہوں نے کہا... حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ لوگوں کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں ان کے امراء سے مشورہ کریں... اگر آپ لوگ یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا... جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے رب سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا... مؤمن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے بھی ڈرتا ہے اور منافق عمل بھی برے کرتا ہے اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے... اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو برے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے...

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا... دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے... اس کا حساب لگاؤ... انہوں نے کہا... چھیاسی ہزار (۸۶۰۰۰)... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا... اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اُتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا... ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو... عمر بن خطاب اپنے ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حجرۂ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں... عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المؤمنین نہ کہنا کیونکہ میں آج امیر المؤمنین نہیں ہوں... چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں... سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے

ہیں... انہوں نے فرمایا... اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لیے نیت کی ہوئی تھی لیکن میں آج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی... (یعنی ان کو اجازت ہے) جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے... پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اُٹھا کر (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے کے سامنے) لے جانا... پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا... جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کو اُٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئیں اور) ایسا لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے... چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرما دیا...

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا... آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں کی) اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حق دار نہیں پاتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے... یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا... پھر حضرت علی... حضرت عثمان... حضرت طلحہ... حضرت زبیر... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لیے... اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو

(کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا... جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا... اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کردو... چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اختیار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا... جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن نے کہا... کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ فیصلہ میرے حوالہ کردو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا... دونوں حضرات نے کہا... ہم دونوں تیار ہیں... پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی... میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے کہا... جی ہاں... پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا... حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا... جی ہاں... پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا... اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں... چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیعت کی... پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور باقی لوگوں نے بیعت کی...

حضرت عمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی یہ روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا (حضرت) علی (حضرت) طلحہ... (حضرت) زبیر

(حضرت) عثمان اور (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو میرے پاس بلا کر لاؤ... چنانچہ یہ حضرات آ گئے... ان حضرات میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو فرمائی... چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا... اے علی! یہ حضرات آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کو ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں... لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی بنو ہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا... پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا... اے عثمان! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں... لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا... پھر فرمایا... حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے تو) ان سے فرمایا... تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھاؤ... یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں... اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اُڑا دینا...

حضرت ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا... آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں... (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ کی یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا... حضرت اسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا... اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اُدھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا...

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے

طلحہ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا... میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کرلیں... اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے... (الفاظ ذاتی ہیں... مضمون دیکھئے حیاۃ الصحابہ... جلد۲ صفحہ ۴۷ سے ۵۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کرلیا تو میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا... آپ نے فرمایا کہ بھائی بہت اچھا کیا آئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا... عثمان! تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا... اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس آ کر افطار کرو... میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں... اسی دن شہید کردیئے گئے... رضی اللہ عنہ وارضاہ... یہ ۳۵ ہجری کا واقعہ ہے... (الحاوی)

آنکھ کھلی تو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا... باغی ابھی مجھے شہید کر ڈالیں گے... اہلیہ محترمہ نے نہایت دردمندانہ لہجہ میں فرمایا امیر المومنین ایسا نہیں ہوسکتا... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی یہ خواب دیکھا ہے... جب بستر سے اٹھے تو آپ نے وہ پاجامہ طلب فرمایا جس کو پہلے کبھی نہ پہنا تھا... اسے زیب تن فرمایا... پھر بیس غلام آزاد کر کے کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول ہوگئے... باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہوگئے... قرآن آپ کے سامنے کھلا

ہوا تھا... اس خون ناحق نے جس آیت شریفہ کو رنگین بنایا وہ یہ تھی... فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (خدا کی ذات تم کو کافی ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت ہوئی... اِنَّآ لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (دینی دسترخوان جلد اوّل)

حضرت عمر بن خطاب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے... یہ دونوں ہمیں قرآن پڑھانے لگے... پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے مدینہ والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جتنا خوش ہوتے ہوئے دیکھا اتنا کسی چیز پر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا... میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مفصل سورتوں میں سے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھ چکا تھا... (اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال ۸/۳۳۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہما نے مدینہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے سرف مقام سے اوپر کی جانب بنو غفار کے حوض کے کنارے وادی تناضب میں جمع ہونا طے کیا اور ہم نے کہا کہ ہم میں سے جو بھی صبح کو وہاں پہنچا ہوا نہ ہو گا (تو ہم سمجھ لیں گے کہ اسے روک لیا گیا ہے... لہٰذا اس کے باقی ساتھی چلے جائیں (اور اس کا انتظار نہ کریں) چنانچہ میں اور حضرت عیاش تو صبح تناضب پہنچ گئے... اور حضرت ہشام کو ہمارے پاس آنے سے روک لیا گیا اور (کافروں کی طرف سے) ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ آزمائش میں پڑ گئے یعنی اسلام سے پھر گئے... جب ہم مدینہ آئے تو ہم قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے... حضرت عیاش، ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام کے چچا زاد بھائی

ماں شریک بھائی تھے...ابوجہل اور حارث حضرت عیاش (کو واپس لے جانے) کے لئے مدینہ آئے...اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے ان دونوں نے حضرت عیاش سے بات کی اور ان سے کہا کہ تمہاری ماں نے یہ نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لے گی نہ وہ سر میں کنگھی کرے گی اور نہ دھوپ سے سایہ میں جائے گی...(ماں کا یہ حال سن کر) ان کا دل نرم پڑ گیا...میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم یہ لوگ تم کو تمہارے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں...ان سے چوکنے رہو...اللہ کی قسم! جب جوئیں تمہاری ماں کو تنگ کریں گی تو وہ ضرور کنگھی کرے گی...اور جب مکہ کی گرمی اس کو ستائے گی تو وہ خود سایہ میں چلی جائے گی...

اس پر حضرت عیاش نے کہا میں اپنی ماں کی نذر بھی پوری کر آتا ہوں اور میرا وہاں کچھ مال ہے وہ بھی میں لے آتا ہوں...میں نے کہا اللہ کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے میں قریش کے بڑے مالداروں میں سے ہوں تم ان کے ساتھ مت جاؤ...میں تمہیں اپنا آدھا مال دے دیتا ہوں لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی اور ان دونوں کے ساتھ جانے پر مصر رہے...جب انہوں نے ان کے ساتھ جانے کی ٹھان ہی لی تو میں نے ان سے کہا تم نے جو کرنا تھا وہ کر لیا (اور ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کر ہی لیا) تو میری یہ اونٹنی لے لو یہ بڑی عمدہ نسل کی اور مان کر چلنے والی ہے...تم اس کی پیٹھ پر بیٹھے رہنا...اگر تمہیں ان دونوں کی کسی بات سے شک ہو تو اس پر بھاگ کر اپنی جان بچا لینا...چنانچہ وہ اس اونٹنی پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چل پڑے...راستہ میں ایک جگہ ابوجہل نے ان سے کہا اے میرے بھائی، اللہ کی قسم میرا یہ اونٹ سست پڑ گیا ہے...کیا تم مجھے اپنی اس اونٹنی پر پیچھے نہیں بٹھا لیتے؟ حضرت عیاش نے کہا، ہاں ضرور...اور انہوں نے اپنی اونٹنی نیچے بٹھالی...اور ان دونوں نے بھی اپنے اونٹ بٹھا لئے تاکہ ابوجہل ان کی اونٹنی پر سوار ہو جائے...جیسے وہ زمین پر اترے تو یہ دونوں حضرت عیاش پر جھپٹے اور انہیں رسی سے اچھی طرح باندھ لیا اور انہیں کہیں لے گئے اور اسلام سے ہٹانے کے لئے ان پر بڑا زور ڈالا...آخر وہ اسلام کو چھوڑ گئے...ہم یہ کہا کرتے تھے کہ جو مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کفر میں چلا جائے گا پھر اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کریں گے...اور اسلام چھوڑ کر چلے جانے والے بھی یہی سمجھتے تھے...یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں...

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ ......تا...... وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الزمر:۵۳تا۵۵)

...کہہ دے اے بندو میرے...جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر...آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے...بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ...وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان...اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو، پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا...اور چلو بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے، پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیتیں لکھ کر حضرت ہشام بن عاص کے پاس بھیج دیں...حضرت ہشام کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں میرے پاس پہنچیں تو میں ان کو ذی طویٰ مقام پر پڑھنے لگا...اور (ان کے معنی اور مطلب کو سمجھنے کیلئے) ان کو اوپر نیچے دیکھنے لگا...لیکن مجھے ان کا مطلب سمجھ میں نہ آیا... یہاں تک کہ میں نے یہ دعا مانگی، اے اللہ! یہ آیتیں مجھے سمجھا دے...پھر اللہ نے میرے دل میں یہ مطلب ڈالا کہ یہ آیتیں ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہیں...ہم جو اپنے دلوں میں سوچا کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو ہمارے بارے میں کہا کرتے تھے کہ جو اسلام کو چھوڑ کر کفر میں چلا جائیگا پھر اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کریگا (اب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر بتایا ہے کہ توبہ قبول ہو جائیگی جب یہ مطلب میری سمجھ میں آ گیا اور مجھے اپنی توبہ قبول ہو جانے کی بات معلوم ہوگئی تو) میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو کر مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا...(اخرجہ ابن اسحاق عن نافع عن ابن عمر کذا فی البدایۃ ۳/۱۷۲)

صبر و تحمل کا عجیب واقعہ

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کئی دن ایسے گزرے کہ نہ ہمارے پاس کوئی چیز تھی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس...میں (گھر سے) باہر نکلا تو مجھے راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا ملا...تھوڑی دیر میں سوچتا رہا کہ اسے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں لیکن بالآخر میں نے اسے اٹھا لیا کیونکہ (کئی دن کے فاقہ کی

وجہ سے) ہم بڑی مشقت میں تھے... میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کا آٹا خرید کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا اور میں نے کہا اسے گوندھ کر روٹی پکاؤ... چنانچہ وہ آٹا گوندھنے لگیں (بھوک کی وجہ سے) ان کی کمزوری کا یہ حال تھا کہ ان کی پیشانی کے بال (آٹے کے) برتن سے ٹکرا رہے تھے پھر انہوں نے روٹی پکائی پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا آپ نے فرمایا تم اسے کھالو کیونکہ یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو (غیبی خزانہ سے) عطا فرمائی ہے... (ابوداؤد)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضر موت میں زمین کا ایک ٹکڑا بطور جاگیر عطا فرمایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ زمین ان کے حوالے کر دیں...

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ... حضر موت... کے بڑے نواب اور بڑے سردار تھے، واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ... حضر موت... کی طرف روانہ کیا تو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی سواری نہیں تھی اس لیے وہ پیدل ان کے ساتھ روانہ ہوئے راستے میں جب صحر (ریگستان) میں دھوپ تیز ہوگئی اور گرمی بڑھ گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں جلنے لگے انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ گرمی بہت ہے اور میرے پاؤں جل رہے ہیں تم مجھے اپنے اونٹ پر پیچھے سوار کر لو تا کہ میں گرمی سے بچ جاؤں تو انہوں نے جواب میں کہا:... لست من ارداف الملوک...... (تم بادشاہوں کے ساتھ ان کے پیچھے بیٹھنے کے قابل نہیں ہو)

لہٰذا ایسا کرو کہ میرے اونٹ کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے تم اس سایہ میں چلتے ہوئے میرے ساتھ آجاؤ... چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے یمن تک پورا راستہ اسی طرح قطع کیا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ جانے کا حکم دیا

تھا چنانچہ وہاں پہنچ کران کو زمین دی پھر واپس تشریف لے آئے...

بعد میں اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود خلیفہ بن گئے اس وقت یہ حضرت وائل بن حجر، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے یمن سے دمشق تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر نکل کران کا استقبال کیا اوران کا بڑا اکرام کیا اور حسن سلوک فرمایا...(درس ترمذی: جلد۴ صفحہ ۳۴۷)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا کمال درگزر

قرآن کریم کا ارشاد ہے: لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ.

تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے، جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو...اس ارشاد کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ نے اپنی محبوب ترین اشیاء اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی جو مثالیں قائم کیں، وہ ہماری تاریخ کا درخشاں باب ہیں، اس آیت کے تحت مفسرین کرامؒ نے ایسے بہت سے واقعات ذکر فرمائے ہیں...اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ ان کو اپنی ملکیت کی جو چیز بھی پسند آتی، اسے صدقہ کر دیتے تھے، اسی اصول کے تحت ان کا معمول یہ بھی تھا کہ اپنے غلاموں میں سے جس غلام کو دیکھتے کہ وہ اللہ کی عبادت میں زیادہ مشغول ہے تو اس کو بھی آزاد فرما دیتے تھے...

جب غلاموں کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس عادت کا پتہ چلا تو ان میں سے بعض غلاموں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا کہ کمر کس کر مسجد میں کھڑے ہو جاتے، اور دیر تک نماز میں مشغول رہتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کو عبادت میں مشغول دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے...ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ جناب! یہ لوگ تو آپ کو دھوکہ دینے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں، حقیقت میں ان کو عبادت کا اتنا شوق نہیں اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بے نیازی سے فرمایا: من خدعنا باللہ انخدعنا له

جو شخص ہمیں اللہ کی راہ میں دھوکہ دیگا، ہم اسکے دھوکے میں بھی آجائینگے......

(طبقات ابن سعد)

ایفائے عہد کا ایک مثالی واقعہ

حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اس وقت کے مسلمان اپنی زبان کے کس قدر پابند تھے... وعدہ توڑنے اور مکرنے کیلئے نہیں کرتے تھے بلکہ زبان سے جو لفظ نکالتے تھے اس کو پتھر کی لکیر سمجھتے تھے...

ہرمزان ایرانیوں کے ایک لشکر کا سردار تھا ایک مرتبہ مغلوب ہوکر اس نے جزیہ دینا بھی قبول کیا تھا مگر پھر باغی ہوکر مقابلے پر آیا... آخر شکست ہوئی اور گرفتار ہوکر اس حالت میں کہ تاج مرصع سر پر تھا... دیبا کی قبا زیب تن کمر سے مرصع تلوار آویزاں بیش بہا زیورات سے آراستہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پہنچا... آپؓ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے فرمایا تم نے مکرر سہ کرر بدعہدی کی...

اب اگر اس کا بدلہ تم سے لیا جائے تو تم کو کیا عذر ہے؟ ہرمزان نے کہا مجھے خوف، ہے کہ شاید میرا عذر سننے سے پیشتر ہی مجھے قتل نہ کر دیا جائے... آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہ ہوگا تم کوئی خوف نہ کرو... ہرمزان نے کہا مجھ کو پہلے پانی پلا دو... حضرت عمرؓ نے پانی لانے کا حکم دیا... ہرمزان نے ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر کہا مجھے خطرہ ہے کہ میں پانی پینے کی حالت میں ہی قتل نہ کر دیا جاؤں!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تک تم پانی نہ پی لو اور اپنا عذر بیان نہ کر لو تم اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ سمجھو... ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا میں پانی نہیں پینا چاہتا... آپ نے مجھ کو امان بخشی ہے اس لئے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے...

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس چالاکی اور دھوکہ دہی پر بہت غصہ آیا لیکن حضرت انسؓ درمیان میں بول اٹھے اور کہا امیر المؤمنین! یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپؓ نے فرمایا ہے کہ جب تک پورا حال نہ کہہ لو کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لو کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی اور لوگوں نے بھی تائید کی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہرمزان تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے لیکن میں تجھے دھوکہ نہ دوں گا...

اسلام نے اس کی تعلیم نہیں دی ایفائے عہد اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرمزان مسلمان ہو گیا امیر المومنین نے دو ہزار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کردی...(ناقابل فراموش واقعات)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتل سے ہمدردی

چالیسویں ہجری اور ماہ رمضان کی ۱۷ویں تاریخ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم شقی القلب نے تلوار کے وار سے زخمی کیا...قاتل اسی وقت پکڑا گیا...آپ نے حسنین رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم نے اس آدمی کو قید تو کرلیا ہے لیکن اس کا قتل اس وقت تک ملتوی رکھو جب تک کہ میں مر نہ جاؤں...

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں مر جاؤں تو اس کو قتل کردینا اور اگر میں زندہ رہوں تو صرف زخم کا بدلہ لیا جائے گا...جان کا بدلہ جان ہے اگر میں مر گیا تو اس کو مار ڈالنا اگر مَیں زندہ رہا تو اس کی نسبت میں خود فیصلہ کروں گا...اے بنی مطلب میں مسلمانوں کا خون نہیں کرانا چاہتا...خبردار بجز میرے قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا...اے حسنؓ! آگاہ رہو کہ میرے قاتل کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا...رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بچو اگرچہ وہ کٹ کھنا کتا ہی کیوں نہ ہو...اگر میں زندہ رہا تو مجھے اس کے بخشنے اور بدلہ لینے کا اختیار ہے اگر میں مر گیا تو اس کو ایک ہی ضرب سے مار ڈالنا ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا...

اللہ اللہ کیا حلم تھا...قاتل سے (جس نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا وار کیا ہو) اس قسم کی ہمدردی بھی کبھی سنی ہے آج یہ نوبت ہے کہ کسی سے ذرا سا اختلاف رائے بھی ہو جائے تو رفتہ رفتہ وہ اختلاف عداوت و دشمنی تک جا پہنچتا ہے اور اگر بس میں ہو تو اس کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا یہی وجہ ہے کہ بیگانے تو بیگانے ہی ہیں اپنے بھی بیگانے ہو رہے ہیں...(ناقابل فراموش واقعات)

کفار کی ایذاؤں پر تحمل

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے پوچھا کہ کیا مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے جن کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم دین کے چھوڑنے میں معذور قرار دیئے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ مارتے بھی اور ان کو بھوکا اور پیاسا بھی رکھتے حتیٰ کہ کمزوری کی وجہ سے مسلمان سیدھا نہ بیٹھ سکتے...اور جو شرکیہ کلمات وہ مسلمانوں سے کہلوانا چاہتے مسلمان (مجبور ہو کر جان بچانے کے لئے) کہہ دیتے...

وہ مشرک کسی مسلمان سے یوں کہتے کہ لات وعزیٰ بھی اللہ کے علاوہ معبود ہیں یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا ہاں ہیں اور گندگی کا کیڑا ان کے پاس سے گزرتا تو وہ کسی مسلمان سے کہتے کہ اللہ کے علاوہ یہ کیڑا تیرا معبود ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا... ہاں ہے چونکہ وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے...اس وجہ سے مسلمان اپنی جان بچانے کے لئے یہ کہہ دیا کرتے تھے...(بدایہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمال استقامت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ہمیں قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ہمارا امیر بنایا اور آپ نے ہمیں کھجوروں کی ایک زنبیل بطور توشہ کے دی.....آپ کو اس زنبیل کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی توشہ نہ ملا..... چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ایک کھجور کو ایسے چوستے تھے جیسے بچہ (دودھ) چوستا ہے اور اوپر سے ہم پانی پی لیا کرتے تھے.....تو وہ ایک کھجور ہمیں صبح سے رات تک کے لئے کافی ہو جاتی تھی.....ہم اپنی لاٹھیوں سے پتے جھاڑتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھالیا کرتے.....آگے پوری حدیث کو ذکر کیا ہے.....(بیہقی)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اور درگزر

حضرت امام جعفر صادق راستے میں جا رہے تھے، حالانکہ آپ حسب ونسب اور عزت

کے لحاظ سے بلند رتبہ والے تھے..... آپ کو ایک آدمی نے گالی دی..... آپ نے اسے انعام بھجوادیا..... فرمایا آپ نے مجھے ایک عیب بتادیا ہے، اللہ تعالیٰ میرے ہزاروں عیب جانتا ہے، اس کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے تجھے صرف ایک عیب بتایا ہے، باقی نہیں بتائے.....

حضرت امام زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو طلب کیا اور دو مرتبہ اسے آواز دی..... لیکن اس نے لبیک نہ کہا تو حضرت سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے میری آواز نہیں سنی؟ اس نے کہا کیوں نہیں، میں نے آپ کی آواز سنی تھی..... انہوں نے پوچھا، پھر تم نے میری آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا؟ اس نے کہا کہ مجھے آپ سے کوئی خوف نہیں ہے اور مجھے آپ کے عمدہ اخلاق کا علم ہے..... اس لئے میں نے سستی کی..... انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے امن میں ہے.....

دین کیلئے مصائب اور فقر کا تحمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر ایک چاند گزر جاتا پھر دوسرا چاند گزر جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی گھر میں کچھ آگ نہ جلائی جاتی، نہ روٹی کے لئے اور نہ سالن کے لئے..... لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! پھر وہ کس چیز پر گزارہ کیا کرتے تھے؟ فرمایا دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر..... یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی انصار تھے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے..... ان کے پاس دودھ والے جانور ہوتے تھے جن کا کچھ دودھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے..... (بزار)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت

نصرت الٰہی کا ظہور

حق جل وعلاٗ کی یہ سنت ہے کہ جب حضرات انبیاء ومرسلین. کے منکرین اور مکذبین کا انکار اور تکذیب حد سے گزر جاتی ہیں اور ان کے اصحاب اور متبعین پر مصیبتوں کی کوئی انتہا باقی نہ رہتی حتیٰ کہ پیغمبران کی اصلاح سے تقریباً ناامید ہو جاتے ہیں تب اللہ عزوجل کی نصرت اور مدد نازل ہوتی ہے...

قرآن کریم میں ہے

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَ ھُمْ نَصْرُنَا

یہاں تک کہ انبیاء کرام ناامید ہو گئے اور ان کو یہ خدشہ ہوا کہ مبادا لوگ یہ خیال کریں اور گمان کریں ہم سے غلط کہا گیا اس وقت ہماری مدد ان کے پاس پہنچی...

اسی طرح جب آپ کی اور آپ کے اصحاب کی مصائب انتہا کو پہنچ گئیں اور سفر طائف نے ان کی اصلاح سے ایک قسم کی ناامیدی بھی پیدا کردی...تب **جاء هم نصرنا** کا مصداق کا ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور امداد آ پہنچی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت اور حمایت کے لئے مدینہ سے بھیجا وہ آئے اور آپ کے دست مبارک پر آپ کی نصرت وحمایت کی بیعت کر کے واپس ہوئے...

ہجرت کی ابتدائی بشارت

جس طرح نبوت کی ابتداء رویائے صالحہ (سچے خواب) سے ہوئی اسی طرح ہجرت کی ابتداء بھی رویائے صالحہ سے ہوئی...ابتداء حضور کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی...مقام

کا نام نہیں بتلایا گیا بلکہ اجمالاً صرف اتنا دکھلایا گیا کہ آپ ایک نخلستان (کھجور والی سرزمین کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں اس لئے آپ کو خیال ہوا کہ شاید وہ مقام یمامہ یا ہجر ہو آپ اسی تامل اور تردد میں تھے کہ وحی الٰہی نے مدینہ منورہ کی تعیین کر دی تب آپ نے بحکم الٰہی حضرات صحابہ کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا...

تین شہروں کا پیش کیا جانا

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مدینہ... بحرین اور قنسرین ان تین شہروں میں سے جس شہر میں بھی جا کر آپ فروکش ہوں وہی آپ کا دار الہجرت ہے... جس طرح مہمان عزیز پر متعدد مکانات پیش کئے جاتے ہیں جس کو چاہے پسند کرے اسی طرح بطور اعزاز و اکرام حضور کو ہجرت کے لئے متعدد مقامات دکھلائے گئے اور اخیر میں مدینہ منورہ متعین اور منتخب ہوا...

صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہجرت کی اجازت

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ بیعت عقبہ کے مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا... یہ حکم سنتے ہی پوشیدہ طور پر ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا...

سب سے پہلے مہاجر مدینہ، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ابو سلمۃ بن عبد الاسد مخزومی نے مع بیوی اور بچے کے ہجرت کا ارادہ فرمایا مگر ہجرت کرنا بھی کوئی آسان نہ تھا جو ہجرت کا ارادہ کرتا قریش سدراہ ہوتے اور پوری کوشش کرتے کہ ہجرت نہ کرنے پائے ورنہ اپنے جو روستم کا تختۂ مشق کس کو بنائیں گے... چنانچہ جب ابو سلمہ مع بیوی اور بچہ کے ہجرت کے لئے تیار ہو گئے اور اونٹ پر کجاوہ بھی کس دیا اور بیوی اور بچہ کو اس پر سوار بھی کر دیا... اس وقت لوگوں کو اطلاع ہوئی... ان کی بیوی ام سلمہ (جو کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد ام المومنین بنیں) کے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تمہیں اپنے نفس کا اختیار ہے لیکن ہماری بیٹی کو تم نہیں لے جا سکتے اور یہ کہہ کر ام سلمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور ادھر سے ابو سلمہ کے رشتہ دار آ پہنچے اور یہ کہہ کر یہ بچہ ہمارے

خاندان کا ہے اس کو کوئی نہیں لے جاسکتا... ام سلمہ کی گود سے چھین لیا... ماں اور باپ اور بچہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تن تنہا مدینہ منورہ روانہ ہوئے...

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی تو میں ابطح میں جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی جب اسی طرح ایک سال گزر گیا تو میرے بنی الاعمام میں سے ایک شخص کو مجھ پر رحم آیا اور بنی المغیر ہ سے کہا کہ تم کو اس مسکینہ پر رحم نہیں آتا... اس پر بنی المغیر ہ نے مجھ کو مدینہ جانے کی اجازت دیدی اور بنی الاسد نے میرا بچہ واپس کر دیا... میں نے بچہ کو گود میں اٹھایا اور اونٹ پر سوار ہو کر تنہا مدینہ کا راستہ لیا...

جب مقام تنعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ ملے تنہا دیکھ کر پوچھا کہاں کا قصد ہے میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں میں نے کہا:

خدا کی قسم کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور میرا یہ بچہ

یہ سن کر عثمان کا دل بھر آیا اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے آگے ہو لئے جب منزل آتی تو اونٹ بٹھلا کر خود پیچھے ہٹ جاتے... جب میں اتر جاتی تو اونٹ کو دور لے جاتے اور ایک درخت سے باندھ کر اس درخت کے سایہ میں لیٹ جاتے اور جب روانگی کا وقت آتا تو اونٹ لا کر کھڑا کر دیتے اور خود پیچھے ہٹ جاتے اور یہ کہتے کہ سوار ہو جاؤ جب سوار ہو جاتی تو مہار پکڑ کر چلتے... جب کسی منزل پر اترتے تو ایسا ہی کرتے... یہاں تک کہ مدینہ پہنچے...

جب قباء کے مکانات دور سے نظر آنے لگے تو یہ کہا کہ اسی بستی میں تمہارے شوہر ہیں... اللہ کی برکت کے ساتھ اس بستی میں داخل ہو اور مجھے میرے شوہر کے پاس پہنچا کر مکہ واپس آگئے... خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ کسی کو شریف نہیں پایا...

مہاجرین کی دوسری جماعت اور ابوجہل کو تشویش

پھر عامر بن ربیعہ نے مع اپنی زوجہ لیلہ بنت خیثمہ کے اور پھر ابو احمد بن جحش اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے مع اہل وعیال کے ہجرت کی اور مکان کو قفل ڈال دیا...

عتبہ اور ابو جہل کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ لوگ ایک ایک کر کے مکہ سے کوچ کر رہے ہیں... مکہ کے مکان خالی اور ویران ہو رہے ہیں... یہ دیکھ کر عتبہ کا دل بھر آیا اور سانس بھر کر یہ کہا...

کل داروان طالت سلامتھا یوماً ستدرکھاالنکباءُ و الحوب

ہر مکان خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک آباد اور عشرت کدہ بنا رہے لیکن ایک نہ ایک دن وہ غم کدہ اور ماتم کدہ بن جاتا ہے... اور پھر یہ کہا کہ سب کچھ ہمارے بھتیجے کا کام ہے جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈالدی...

مہاجرین کی تیسری جماعت جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے

بعدازاں عکاشتہ بن محصن اور عقبتہ بن وہب اور شجاع بن وہب اور ارید بن جمیرہؓ اور منقذ بن نباتہ اور سعید بن رقیش اور محرز بن نصلہ اور یزید بن رقیش اور قیس بن جابرؓ اور عمرو بن محصنؓ اور مالک بن عمروؓ اور صفوان بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ثقیب بن عمروؓ اور ربیعہ بن اکثمؓ اور زبیر بن عبیدؓ اور تمام بن عبیدہؓ اور سنخرۃ بن عبیدہؓ اور محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور مستورات میں سے زینب بنت جحشؓ اور ام حبیبہ بنت جحشؓ اور جذامہ بنت جندلؓ اور ام قیس بنت محصنؓ اور ام حبیبؓ بنت ثمامہ اور آمنہؓ بنت رقیش اور سنجرہ بنت تمیم اور حمنہؓ بنت جحش نے ہجرت کی بعدازاں حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ بیس سواروں کے ساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوئے...

ہشام بن العاص نے بھی حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن قوم کے لوگوں نے مزاحمت کی اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا...

حضرت عیاش کی گرفتاری اور پھر رہائی

جب حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ مدینہ پہنچ گئے تو ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے) دونوں مدینہ پہنچے اور جا کر یہ کہا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تجھ کو نہ دیکھ لے گی اس وقت نہ سر میں کنگھی

کریگی اور نہ دھوپ سے سایہ میں آئے گی... یہ سن کر عیاش کا دل بھر آیا اور ابوجہل کے ساتھ ہو لیے ابوجہل نے راستہ ہی سے عیاش کی مشکیں باندھ لیں اور مکہ لا کر عرصہ تک قید میں رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے اور ان کی رہائی کیلئے دعا فرماتے...

اللھم انج الولید بن الولید وسلمة بن ھشام و عیاش بن ابی ربیعه

اے اللہ تو ولید اور سلمہ اور عیاش کو مشرکین کے جور وستم سے نجات دے...

چنانچہ اللہ نے نجات دی اور چھوٹ کر مدینہ پہنچے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کرنے والے

جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی ان کے اسماء حسب ذیل ہیں زید بن الخطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی) اور سراقہ کے دونوں بیٹے عمرو بن سراقہ اور عبداللہ بن سراقہ خنیس بن حذافہ سہمی اور سعید بن عمرو بن نفیل اور واقد بن عبداللہ تمیمی اور خولی بن خولی اور مالک بن ابی خولی اور بکیر کے چاروں بیٹے ایاس بن بکیر اور عامر بن بکیر اور عاقل بن بکیر اور خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے بعد ازاں ہجرت کرنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا...

رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر گئے

طلحہ بن عبیداللہ اور صہیب بن سنان اور حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ اور ابو مرثد کناز بن حصن اور انسہ اور ابوکبشہ اور عبیدۃ بن الحارث اور ان کے دونوں بھائی طفیل بن حارث اور حصین بن حارث اور مسطح بن اثاثہ اور سویبط بن سعد اور طلیب بن عمیرؓ اور خباب بن الارت اور عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام اور ابوسبرۃ بن ابی رہم... مصعب بن عمیر ابوحذیفہ بن عتبہ اور سالم مولی ابی حذیفہ اور عتبہ بن غزوان اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین ہجرت کر کے مدینہ پہنچے الغرض رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کوئی باقی نہ رہا... مگر چند بے کس اور بے پناہ مسلمان جو کفار کے پنجہ میں پھنسے ہوئے تھے...

حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ عجیب وغریب واقعہ

حضرت عمرو بن ثابت جو اصیرم کے لقب سے مشہور تھے... ہمیشہ اسلام سے منحرف رہے... جب احد کا دن ہوا تو اسلام دل میں اتر آیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کافروں سے خوب قتال کیا... یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے... لوگوں نے جب دیکھا کہ اصیرم ہیں تو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اے عمرو تیرے لئے اس لڑائی کا کیا داعی ہوا... اسلام کی رغبت یا قومی غیرت وحمیت اصیرمؓ نے جواب دیا...

بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر اور مسلمان ہوا اور تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے قتال کیا یہاں تک مجھ کو یہ زخم پہنچے... یہ کلام ختم کیا اور خود بھی ختم ہو گئے... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...

البتہ تحقیق وہ اہل جنت سے ہے...

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی... وہ یہی صحابی ہیں... (جدید سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حبشہ کی طرف ہجرت کیلئے روانگی

اسی عرصہ میں کہ جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے ابوبکرؓ حبشہ کی ہجرت کی نیت سے نکلے (تا کہ مہاجرین حبشہ سے جا ملیں) جب مقام برک الغماد پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی... ابن الدغنہ نے پوچھا اے ابوبکر کہاں کا قصد ہے... ابوبکر نے کہا کہ میری قوم نے مجھ کو نکال دیا ہے یہ چاہتا ہوں کہ خدا کی زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں...

عرب سردار کا آپ کو خراج تحسین اور پناہ دینا۔

ابن الدغنہ نے کہا کہ اے ابوبکر تم جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے تم ناداروں کے لئے سامان مہیا کرتے ہو... صلہ رحمی کرتے ہو لوگوں کے بوجھ (قرضہ وتاوان) اٹھاتے ہو مہمان نواز ہو... حق کے معین اور مددگار ہو... میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں... تم لوٹ جاؤ... ابن الدغنہ نے سرداران قریش کی موجودگی میں بیت اللہ کا طواف کیا اور سرداران قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہیں نکلتا اور نہیں نکالا جاتا کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کے لئے سامان مہیا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے... لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے... مہمان نواز ہے... حق کا معین اور مددگار ہے... میں نے ان کو پناہ دی ہے...

پناہ تسلیم کرنے کے لئے قریش کی شرطیں

قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو تسلیم کیا اور یہ کہا کہ آپ ابوبکر سے یہ کہہ دیں کہ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کریں نمازیں پڑھیں قرآن کی تلاوت کریں لیکن اعلان نہ کریں... اعلانیہ طور پر نماز نہ پڑھیں... باآواز بلند قرآن کی تلاوت نہ کریں اس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے... علاوہ ازیں ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کہیں اسلام پر مفتون نہ ہو جائیں... ابن الدغنہ حضرت ابوبکر کو یہ کہہ کر لوٹ گئے... حضرت ابوبکر صرف اپنے گھر میں خدا کی عبادت کرنے لگے... بعد چندے ابوبکر نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنالی کہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن تلاوت کرتے...

حضرت ابوبکر کی تلاوت کا قریش کے بچوں اور عورتوں پر اثر

قریش کے بچے اور عورتیں ٹوٹ پڑتے اور تعجب سے لگاتار ٹکٹکی باندھے ہوئے ابوبکر کو دیکھتے رہتے... جس کو دیکھتے اس کی نظر کا منتہی اور غایت ابوبکر تھے ابوبکر خدا کے خوف سے بہت رونے والے مرد تھے باوجود مرد ہونے کے تلاوت قرآن کے وقت اپنی آنکھوں کے مالک نہیں رہتے تھے... ہزار کوشش بھی کریں تو اپنی آنکھوں کو تھام نہیں سکتے تھے...

سرداروں کی گھبراہٹ اور پناہ کی واپسی

سرداران قریش نے جب یہ حال دیکھا تو گھبرا گئے اور فوراً ہی ابن الدغنہ کو بلا بھیجا اور ابن الدغنہ سے یہ شکایت کی ہم نے ابوبکر کو آپ کے کہنے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں مخفی اور پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی کریں... اعلانیہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی نہ کریں اور اعلانیہ طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں... اب ابوبکر نے خلاف شرط علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا ہے جس سے ہم کو اپنے بچوں اور عورتوں کے بگڑ جانے (یا سنور جانے) کا اندیشہ ہے آپ ابوبکر سے کہہ دیجئے کہ اپنی شرط پر قائم رہیں یا آپ کے امان اور پناہ کو واپس کر دیں ہم آپ کی پناہ کو توڑنا نہیں چاہتے... ابوبکر نے کہا کہ میں تمہارے امان اور پناہ کو واپس کرتا ہوں اور صرف اللہ عزوجل کے امان اور پناہ پر راضی ہوں...

کردار کی خوبی

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ بعینہ وہ اوصاف ہیں کہ جو حضرت خدیجہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شمار کئے تھے (جیسا کہ بعثت نبوی کے بیان میں گزر چکے ہیں) جس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال اور مقام صدیقیت کا مقام نبوت سے قرب اور اتصال کا پتہ چلتا ہے...

عارفین محققین کے نزدیک مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے مابین کوئی اور مقام نہیں مقام صدیقیت کی نہایت مقام نبوت کی بدایت سے جا کر ملتی ہے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

مسلمانوں کی تعداد سو سے زیادہ ہو گئی تھی... ان میں طلحہ... زبیر... سعد بن ابی وقاص اور شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے جنگجو بہادر بھی تھے... جنہوں نے مستقبل میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے اور غزوات میں بہادری کے بے نظیر جوہر دکھائے... مگر یہ حضرات اس وقت ایسے نہیں تھے جن کی مکہ میں دھاک ہو اور جن سے پورا شہر مرعوب رہتا ہو... یہ بات صرف دو کو حاصل تھی... عمر بن الخطاب اور ان کے ماموں ابوجہل بن ہشام کو... مگر یہ دونوں

اسلام کے مقابلہ میں بہت سخت تھے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا ان دونوں میں جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس سے اسلام کو تقویت فرما... (محمد میاںؒ)

حضرت عمر کے اسلام لانے کا حقیقی سبب

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے...

اول آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ یعنی در پردہ ابوجہل اور عمر بن الخطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اسی سے اسلام کو عزت دے (رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ابن عساکرؒ فرماتے ہیں بعد ازاں بذریعہ وحی آپؐ پر منکشف ہوا کہ ابوجہل اسلام نہ لائے گا تو اس وقت آپ نے خاص حضرت عمرؓ کے لئے یہ دعا فرمائی...

اللهم ايد الاسلام بعمر بن الخطاب خاصة

اے اللہ خاص عمر بن الخطاب سے اسلام کو قوت دے...

غرض یہ کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے جاذبانہ ہے... باقی سبب ظاہری یہ ہے کہ جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے... (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور دین اسلام سے سخت متنفر اور بیزار تھا...

ابوجہل نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے اس کے لئے میں سو اونٹ کا کفیل اور ضامن ہوں... عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بالمشافہ ابوجہل سے دریافت کیا کہ تمہاری جانب سے کیا یہ کفالت اور ضمانت صحیح ہے... ابوجہل نے کہا ہاں...

بچھڑے کے پیٹ سے آواز

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کے قتل کے ارادہ سے تلوار لے کر روانہ ہوا... راستہ میں ایک بچھڑا نظر پڑا جسے لوگ ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے میں بھی دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا... یکایک دیکھتا کیا ہوں کہ کوئی پکارنے والا بچھڑے کے پیٹ میں سے پکار کر یہ کہہ رہا ہے... اے آل ذریح ایک کامیاب امر ہے ایک مرد ہے جو فصیح زبان کے ساتھ چیخ رہا ہے...

لوگوں کو شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کی طرف بلا رہا ہے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آواز سنتے ہی معاً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھ کو ہی یہ آواز دی جارہی ہے اور میں ہی اس آواز کا مخاطب ہوں...

بہن اور بہنوئی کے اسلام کی اطلاع

لیکن عمر رضی اللہ عنہ پھر بھی اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور آگے بڑھے... کچھ قدم چل کر نعیم بن عبداللہ نحام ملے اور پوچھا کہ اے عمر اس دوپہر میں کس ارادہ سے جارہے ہو عمر نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ ہے... نعیم نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے... عمر نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ تو بھی صابی (بددین) ہو گیا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا ہے نعیم نے کہا آپ مجھ سے کیا کہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور آپ کے بہنوئی سعید بن زید دونوں صابی ہو چکے ہیں اور تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں...

بہن اور بہنوئی کی مار پیٹ کرنا

عمر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی غصہ میں بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے... حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو ان کی بہن اور بہنوئی کو تعلیم دے رہے تھے وہ حضرت عمر کی آہٹ سنتے ہی چھپ گئے... عمر گھر میں داخل ہوئے اور بہن اور بہنوئی سے کہا شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو.... بہنوئی نے کہا اے عمر اگر تمہارا دین حق نہ ہو بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتلاؤ کیا کرنا چاہئے.... بہنوئی کا یہ جواب دینا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان پر پل پڑے بہن شوہر کے چھڑانے کیلئے آئیں تو ان کو اس قدر مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا... اس وقت بہن نے یہ کہا اے خطاب کے بیٹے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر لے ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں... اے اللہ کے دشمن تو ہم کو محض اس لئے مارتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں خوب سمجھ لے کہ ہم اسلام لا چکے ہیں اگرچہ تیری ناک خون آلود ہو...

دل کی دنیا میں تبدیلی

حضرت عمرؓ یہ سن کر کچھ شرمائے اور کہا کہ اچھا وہ کتاب جو تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بتلاؤ... یہ سنتے ہی حضرت خباب جو مکان کے کسی گوشہ میں چھپے ہوئے تھے فوراً باہر نکل آئے... بہن نے کہا...

تو ناپاک ہے اور قرآن پاک کو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کر کے آؤ... عمر اٹھے اور وضو یا غسل کیا اور صحیفہ مطہرہ کو ہاتھ میں لیا جس میں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے...

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ

میں ہی معبود برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں... پس میری ہی عبادت کرو اور نماز کو میری یاد کے لئے قائم کر...

بے ساختہ بول اٹھے مااحسن ھذا الکلام و اکرمہ کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے...

اوپر کی آیتوں میں اللہ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے... میں یہ آیتیں پڑھ رہا تھا اور جب اللہ کا نام آتا تھا دل کانپ جاتا تھا... یہاں تک کہ جب ساتویں آیت پر پہنچا ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر تو بے اختیار زبان سے نکلا... اشھدان لاالہ الا اللہ و اشھدان محمدًا رسول اللہ... (محمد میاںؒ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری

حضرت خباب نے عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر کہا کہ اے عمر تم کو بشارت ہو... میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی... عمر نے کہا کہ اے خباب مجھے آپؐ کے پاس لے چلو...

حضرت خباب عمر کو ساتھ لے کر دار ارقم کی طرف چلے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوا کرتے تھے... دروازہ بند تھا... دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی یہ معلوم کر کے کہ عمر اندر آنا چاہتے ہیں کوئی شخص دروازہ کھولنے کی جرات نہ کرتا تھا... حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور آنے دو اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اللہ اس کو

ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا... ورنہ تم اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ اور مامون رہو گے اور بحمد اللہ عمر کا قتل کر دینا ہم پر کچھ دشوار نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ اگر عمر خیر کے ارادہ سے آرہا ہے تو ہم بھی اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں گے اور اگر شر کے ارادہ سے آرہا ہے تو اسی کی تلوار سے اسے قتل کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت دی... دروازہ کھول دیا گیا اور دو شخصوں نے میرے دونوں بازو پکڑے اور آپ کے سامنے لا کر مجھ کو کھڑا کیا آپ نے ان سے فرمایا کہ چھوڑ اور میرا کرتہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا اے خطاب کے بیٹے اسلام لا اور یہ دعا فرمائی...

اللھم اھدہ (اے اللہ اس کو ہدایت دے)

اور عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا... اے عمر کیا تو اس وقت تک باز نہ آئے گا جب تک خدائے عزوجل تجھ پر کوئی رسوا کن عذاب نازل نہ فرمائے...

قبول اسلام

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اسی لئے حاضر ہوں کہ ایمان لاؤں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کچھ اللہ کے پاس سے نازل ہوا... اشھدان لاالہ الااللہ وانک رسول اللہ

عرش وفرش پر جشن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط مسرت سے با آواز بلند تکبیر کہی جس سے تمام اہل دار نے پہچان لیا کہ مسلمان ہو گئے...

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو جبریل امین نازل ہوئے اور یہ فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام سے مسرور اور خوش ہوئے...

حرم میں اعلانیہ نماز کا آغاز

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اسی وقت سے دین کی عزت اور اسلام کا ظہور اور غلبہ شروع ہو گیا... علی الاعلان حرم میں نماز پڑھنے لگے... اعلانیہ طور پر اسلام کی دعوت وتبلیغ شروع ہو گئی... اسی روز سے حق اور باطل کا فرق واضح اور ظاہر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکا نام فاروق رکھا...

قریشیوں میں اعلان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مارنا

حضرت عمر جب اسلام لے آئے تو یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے اسلام کی ایسے شخص کو اطلاع دوں کہ جو بات کے مشہور کرنے میں خوب ماہر ہو تا کہ سب کو میرے اسلام کی اطلاع ہو جائے چنانچہ میں جمیل بن معمر کے پاس گیا جو اس بات میں مشہور تھا اور کہا اے جمیل تجھ کو معلوم بھی ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں... جمیل یہ بات سنتے ہی اسی حالت میں اپنی چادر کھینچتا ہوا مسجد حرام کی طرف بھاگا... جہاں سرداران قریش جمع تھے وہاں پہنچ کر با آواز بلند یہ کہا... اے لوگو عمر صابی ہو گیا ہے... عمر فرماتے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے پہنچا اور کہا کہ یہ غلط کہتا ہے میں صابی نہیں ہوا میں تو اسلام لایا ہوں اور یہ گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں... یہ سننا تھا کہ لوگ عمر پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا اسی میں دن چڑھ گیا... اتفاق سے عاص بن وائل سہمی ادھر آ نکلے... عاص نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے لوگوں نے کہا عمر صابی ہو گیا ہے... عاص نے کہا تو پھر کیا ہوا... ایک شخص نے اپنے لئے ایک امر (دین) کو اختیار کر لیا ہے یعنی پھر تم کیوں مزاحم ہوتے ہو کیا تمہارا گمان ہے کہ بنی عدی اپنے آدمی (یعنی حضرت عمر) کو یوں ہی چھوڑ دیں گے جاؤ میں نے عمر کو پناہ دی ہے... عاص کا پناہ دینا تھا کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا... (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کا ایک نیا دور شروع ہوا... اب تک یہ موقع نہیں ملتا تھا کہ مسلمان حرم کعبہ میں نماز پڑھ سکیں... مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو پہلے سرداران قریش میں سے ہر ایک کی ڈیوڑھی پر پہنچ کر ہر ایک کو آگاہ کیا کہ عمر مسلمان ہو گیا ہے اس کے بعد تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر حرم شریف میں داخل ہوئے اور کھلے بندوں نماز پڑھی... لیکن قریش نے سب کی پوری طرح تواضع کی... خصوصاً حضرت فاروق ہر ایک کا نشانہ بنے... کافی مار پیٹ کے بعد کسی طرح یہ ہنگامہ ختم ہوا مگر عمر بن الخطاب کا مسلمان ہو جانا ایسا حادثہ نہیں تھا جس پر قریش آسانی سے صبر کر لیتے... انہوں نے حضرت عمر

کی زندگی دوبھر کردی... حتیٰ کہ وہ بھی مکان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے... لیکن عرب کے مشہور اور باہیبت قبیلہ بنی سہم سے ان کا معاہدہ تھا یہ معاہدہ اس وقت کام آیا... (سیرت مبارکہ)

قتل کے در پے ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی روایت ہے..... عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکان میں چھپے ہوئے تھے... باہر میدان میں اتنا ہجوم تھا کہ پوری وادی آدمیوں سے پٹی ہوئی تھی اور یہ شور تھا کہ عمر بے دین ہو گیا ہے... میں مکان کی چھت پر کھڑا ہوا یہ ہنگامہ دیکھ رہا تھا میں پریشان تھا کہ کیا ہوگا... دفعتہً ایک صاحب نمودار ہوئے... ریشمی کفوں دار قمیض پہنے ہوئے... اس کے اوپر ریشمی قبا اور شیوخ عرب کے قاعدے کے بموجب ایک بڑھیا چادر اوڑھے ہوئے وہ مکان میں پہنچے... والد صاحب سے دریافت کیا... کیا واقعہ ہے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا... مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں... جرم یہ ہے کہ مسلمان ہو گیا ہوں... اس سردار نے کہا... ہرگز نہیں یہ کچھ نہیں کر سکتے... میں آپ کو پناہ دیتا ہوں... یہ کہہ کر یہ سردار باہر آیا اور اعلان کر دیا کہ عمر کو میں نے پناہ دیدی ہے...

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جیسے ہی اس سردار نے یہ اعلان کیا وہ تمام مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا... میں نے کسی سے پوچھا... یہ صاحب کون ہیں... جواب دیا قبیلہ بنی سہم کا شیخ ورئیس عاص بن وائل سہمی... (محمد میاںؒ)

اسلام کی فتح

بایں ہمہ حضرت عمر کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی ڈھارس بندھی اور بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ قوت حاصل ہوئی جو پہلے نہیں تھی... ہم کھلے بندوں حرم کعبہ میں پہنچے... طواف کیا... نماز پڑھی... حضرت ابن مسعود فرمایا کرتے تھے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا... اسلام کی فتح تھی... ان کی ہجرت نصرت اور ان کی حکومت رحمت... (محمد میاںؒ)

قریش کا ابو طالب پر دباؤ ڈالنا

قریش کو اس سفارت کی ناکامی کا علم ہوا تو مسلمانوں کے خلاف ان کا غیظ و غضب اور بڑھ گیا اور خواجہ ابو طالب اور آل ہاشم پر پورا زور ڈالنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذمہ داری سے دست کش ہو جائیں... چنانچہ روساء قریش کا ایک وفد خواجہ ابو طالب کے پاس پہنچا اور بہت زور ڈالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کر دیں ورنہ ان کو ہمارے حوالہ کر دیں... مجبور ہو کر ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی... آپ نے فرمایا...

چچا جان:... آپ کی شفقت و محبت کا شکریہ... آپ یقیناً معذور ہیں... آپ میری امداد سے دست کش ہو جائیے... مگر مجھے میرے رب نے جس مقام پر کھڑا کر دیا ہے میں اس سے ذرہ برابر بھی نہیں ہٹ سکتا...

خواجہ ابو طالب نے یہ پختگی دیکھی تو قریش کو جواب دیدیا کہ وہ محمدؐ کی حمایت نہیں چھوڑ سکتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی کہ وہ اپنا کام کرتے رہیں...

مسلمانوں کی کمزوری

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے یہ نئی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ ایک سو کے قریب مسلمان حبشہ چلے گئے تو اب صرف تیس چالیس مسلمان رہ گئے جن کے لئے مکہ کی غضبناک فضا میں زندگی اور بھی دوبھر ہو گئی تھی... ان میں کافی تعداد غلاموں کی تھی... اگرچہ ان میں سے زیادہ تر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا... لیکن آزادی کے بعد بھی وہ بے پناہ تھے... مسلمان ان کی پناہ ہو سکتے تھے مگر وہ خود چھپ چھپ کر زندگی گزارنے پر مجبور تھے...

قریشیوں کے مظالم کے مختلف روپ

جسمانی راحت و آرام کو لے کر ان سے جینے کے حق کو چھین کر انہوں نے آزمایا تھا... ..صدق... و... امانت... کے اس حقیقی سرچشمہ کے ساتھ آزمانے کی اس راہ کو اختیار کرنے سے کچھ جھجک رہے تھے جس کا امتحان تھا اگرچہ خود اس کو دیدہ اور مرئی قوتوں سے انکار تھا

لیکن ان آزمانے والوں کی نگاہوں.. تنگ نگاہوں میں تو بھروسہ صرف وہی تھا جو سامنے ہو...
بہر حال اس بھروسہ کی تعداد ہی کتنی سی تھی لیکن جتنی بھی تھی جب اس میں سے اسی پچاسی آدمی نکل گئے تو ظاہر ہے کہ آزمانے والوں کیلئے راستہ بہت کچھ صاف ہو چکا تھا... یہ سچ ہے کہ جمہوریہ قریش کے بین الفرقی بین القبائلی قوانین کی رو سے بھی اس پر ہاتھ دراز کرنا آسان نہ تھا جو غلاموں... پردیسیوں... بیکسوں کی طرح لاوارث نہ تھا جن کے ساتھ ان ظالموں نے جو روستم کی چاند ماری.. ٹھنڈے سانسوں کے ساتھ کھیلی تھی وہ بنی ہاشم سے بھی دبتے تھے اور ان کے حلیفوں سے بھی شرماتے تھے جن کے اور اب سلبی آزمائشوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا.. قریش کے گھاگھوں نے طے کیا کہ اس کے لئے زیادہ لمبی چوڑی کوششوں کی حاجت نہیں بلکہ ان کی ظاہری آنکھوں کے سامنے اس کی سب سے بڑی چٹان تھی... جس پر اگرچہ خود ٹیک لگائے ہوئے نہیں تھا... لیکن وہ یہی باور کرتے تھے کہ اس کی سب سے بڑی ٹیک اس کا چچا ابوطالب ہے طے کیا گیا کہ بس اسی چٹان کو جس طرح بن پڑے کسی طرح اس کے قدموں کے نیچے سے سرکالو... یقین تھا کہ اسی کے ساتھ وہ اور اس کا دعویٰ دونوں ہی سربسجود ہو جائیں گے جو کچھ ممکن تھا اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے کیا...

ابتداء میں انہیں کچھ مایوسیاں ہوئیں اور اچھی خاصی مایوسیاں ہوئیں لیکن واقع میں وہ کس طرح پر کھڑا ہے اس کے عینی شاہد کس طرح پیدا ہوتے اگر ابوطالب اپنی چالیس سال کی محنت و محبت کو برباد کرنے پر آمادہ نہ ہو جاتے... تاریخ نے اس دردناک موقع کی تصویر محفوظ رکھی ہے... جس وقت اپنے گودوں کے پالے ہوئے یتیم بھتیجے کو لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں آبدیدہ ہو کر ابو طالب کہہ رہے تھے... لا تحملنی مالا اطیق.. مجھ پر اتنا نہ لادو... جسے میں اٹھا نہ سکوں......

قریش کامیاب ہو گئے... چٹان لڑھک گئی.. لیکن قریش ہی نے نہیں بلکہ دنیا نے دیکھا کہ جس کو گرانے کیلئے یہ کیا گیا تھا وہ جہاں تھا وہاں سے ہلا بھی نہیں صرف آواز آ رہی تھی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے...... خدا کی قسم میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں میں ماہتاب اگر اس لئے رکھ دیا جائے کہ میں اس امر کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دوں.. تو یہ نہیں ہو سکتا......
یہ تو ان کی ایجابی کوششوں کی امید... دبی چھپی چنگاریوں کو آخری طور پر بجھانے کے

لئے فرمایا گیا اور اس کو تو وہ دیکھ بھی چکے تھے... آفتاب و ماہتاب تو ان کے پاس تھے نہیں لیکن جو کچھ بھی تھا سب کو دیکر مایوس ہو چکے تھے... باقی اب جن سلبی اور ایذائی مہموں کا انہو ں نے آغاز کیا تھا اس کے متعلق بھی قطعی لفظوں میں اعلان کر دیا گیا...

...یہ کام پورا ہوگا... یا میں اس میں مرجاؤں گا......

کام تو پورا ہونے والا تھا اور اس میں شک کی گنجائش ہی کیا تھی لیکن دے کر تو تم دیکھ چکے ہو اب لے کر دیکھو! اچھی طرح دیکھو! اس سلبی امتحان کی راہ میں جان تک کی بازی لگا دی گئی اور یہی مطلب تھا...... او اھلک فیہ... یا میں اس میں مرجاؤں گا یا مارا جاؤں گا...

سنگ دل... سیاہ سینہ جانچنے والوں نے پھر کیا اس سلسلہ میں کہیں رحم کھایا جو کچھ کر سکتے تھے سب کچھ کر رہے تھے لیکن ان کا کہیں دل دکھا؟ عزت پر آبرو پر... جسم پر... جان پر... حملوں کی کوئی قسم تھی... جس کو انہوں نے باقی چھوڑا... یقیناً ان کے ترکش میں کوئی تیر ایسا نہ تھا جو چلنے سے رہ گیا... نکاحی بیٹیوں کو طلاق دلوائی گئی... سر پر خاک ڈالی گئی... راہ میں کانٹے بچھائے گئے... پشت پر لید سے بھری ہوئی اوجھ نماز کی حالت میں رکھی گئی... چہرہ مبارک پر بلغم تھوکا گیا گردن مبارک میں پھندا لگایا گیا... (النبی الخاتم)

امام المؤذنین سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

تپتی ریت پر لٹانا

آپ حبشی النسل تھے... امیہ بن خلف کے غلام تھے... ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ دھوپ تیز ہو جاتی اور پتھر آگ کی طرح تپنے لگتے تو غلاموں کو حکم دیتا کہ بلال کو تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جائے تاکہ جنبش نہ کر سکیں اور پھر کہتا تو اسی طرح مرجائے گا... اگر نجات چاہتا ہے تو محمد کا انکار کر اور لات وعزیٰ کی پرستش کر لیکن بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس وقت بھی احد احد ہی نکلتا...

اور کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا اور کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں بٹھلاتا... اس تکلیف کی شدت میں بھی زبان مبارک سے احد احد نکلتا... (سیرت المصطفیٰ)

گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹنا

امیہ نے جب یہ دیکھا کہ بلال کے عزم استقلال میں کوئی تزلزل ہی نہیں آتا گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کیا کہ تمام شہر میں گھسیٹتے پھریں مگر بلال کی زبان سے احد احد ہی نکلتا تھا... (سیرت المصطفیٰ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آزاد کرا دینا

حسب معمول حضرت بلالؓ اسی جور و ستم کے تختہ مشق بنائے جا رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اس طرف سے گزرے یہ منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا...

الاتتقی الله فی هذاالمسکین حتی متی انت

تو اس مسکین کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا آخر یہ ظلم و ستم کب تک...

امیہ نے کہا کہ تم ہی نے تو اس کو خراب کیا ہے اب تم ہی اس کو چھڑاؤ... ابوبکرؓ نے کہا بہتر ہے... میرے پاس ایک غلام ہے جو نہایت قوی ہے اور تیرے دین پر نہایت قوۃ اور مضبوطی کے ساتھ قائم ہے اس کو لے لو اور اس کے معاوضہ میں بلال کو میرے حوالے کردو... امیہ نے کہا میں نے قبول کیا ابوبکرؓ نے امیہ سے بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر آزاد فرما دیا... (سیرت المصطفیٰ)

پیٹھ پر نشانات

سیدنا و مولانا بلال رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک پر مشرکین کے جور و ستم نے نشان اور داغ ڈال دیئے تھے چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب کبھی برہنہ پشت ہوتے تو داغ اور نشان نظر آتے... (سیرت المصطفیٰ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

اسلام لانا اور مشقتیں اٹھانا

یاسر اور عمار ابوحذیفہ کے مرنے تک ابوحذیفہ ہی کے ساتھ رہے اس کے بعد اللہ نے اسلام ظاہر فرمایا یاسر اور سمیہ اور عمار اور ان کے بھائی عبداللہ بن یاسر سب کے

سب مشرف باسلام ہوئے... حضرت عمار کے ایک بھائی اور بھی تھے جو عمر میں حضرت عمار سے بڑے تھے... حریث بن یاسران کا نام تھا زمانہ جاہلیت میں بنوالدیل کے ہاتھوں مقتول ہوئے... مکہ میں عمار بن یاسر کا چونکہ کوئی قبیلہ اور کنبہ نہ تھا جو ان کا حامی اور مددگار ہوتا... اس لئے قریش نے ان کو بہت سخت سخت تکلیفیں دیں عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر ان کو لٹاتے اور اس قدر مارتے کہ بے ہوش ہو جاتے کبھی پانی میں غوطے دیتے اور کبھی انگاروں پر لٹاتے... (سیرت المصطفیٰ)

بشارتیں

اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمار پر گزرتے تو سر پر ہاتھ پھیرتے اور یہ فرماتے...

یانار کونی برداً و سلاماً علی عمار کما کنت علیٰ ابراھیم

اے آگ تو عمار کے حق میں بردوسلام بن جا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر بردوسلام ہوگئی تھی... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو یہ فرماتے... اے آل یاسر صبر کرو... کبھی یہ فرماتے اے اللہ تو آل یاسر کی مغفرت فرما اور کبھی یہ فرماتے تم کو بشارت ہو جنت تمہاری مشتاق ہے...

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ عمار سر سے پیر تک ایمان سے بھرا ہوا ہے... (سیرت المصطفیٰ)

پشت پر سیاہ داغ

حضرت عمار نے ایک بار قمیص مبارک اتارا تو پشت مبارک پر لوگوں کو سیاہ داغ نظر آئے سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ قریش مکہ مجھ کو تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹایا کرتے تھے... یہ داغ اس کے ہیں... آپ کے والد حضرت یاسر اور والدہ سمیہ کے ساتھ بھی یہی کیا جاتا تھا... (سیرت المصطفیٰ)

اسلام کی پہلی شہیدہ

مجاہد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ساٹھ شخصوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا...
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... ابوبکر صدیقؓ... بلالؓ... خبابؓ... صہیبؓ... عمارؓ... سمیہ رضی اللہ عنہا خاندانی وجاہت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ پر تو مشرکین مکہ کا پورا بس نہ چل سکا... بلالؓ اور خبابؓ اور صہیبؓ اور عمار اور سمیہ کو اپنے جور و ستم کا تختہ مشق بنایا... عین دوپہر کے وقت ان حضرات کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے... ایک روز سامنے سے ابوجہل آ گیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ایک برچھی ماری جس سے وہ شہید ہو گئیں... طبقات ابن سعد میں مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی شہید حضرت سمیہؓ ہیں جو بہت بوڑھی اور ضعیف تھیں... اور حضرت یاسرؓ نے انہی مصائب اور شدائد میں حضرت سمیہؓ سے پہلے انتقال فرمایا... (سیرت المصطفیٰ)

ظالم کا انجام

ابوجہل جب جنگ بدر میں مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا... قتل الله قاتل امک اللہ نے تیری ماں کے قاتل کو ہلاک کیا (سیرت المصطفیٰ)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ

مکہ میں آمد و غلامی

صہیبؓ اصل میں اطراف موصل کے رہنے والے تھے آپ کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے ایک بار رومیوں نے اس نواح پر حملہ کیا... صہیب اس وقت کم سن بچے تھے لوٹ مار میں رومی ان کو پکڑ کر لے گئے ... وہیں جوان ہوئے اس وجہ سے صہیب رومی کے نام سے مشہور ہو گئے... بنی کلب میں ایک شخص صہیب کو رومیوں سے خرید کر مکہ میں لایا... مکہ میں عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا... (سیرت المصطفیٰ)

ایمان لانا اور اذیت سہنا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام شروع فرمائی تو حضرت صہیب اور

حضرت عمار ایک ہی وقت میں دارارقم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے... حضرت عمار کی طرح مشرکین مکہ نے حضرت صہیب کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں... (سیرت المصطفیٰ)

بے تحاشا ظلم

عمر بن حکم سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ حضرت صہیبؓ اور عمار اور ابو فائدہ اور عامر بن فہیرہؓ وغیرہ کو اس قدر تکلیفیں دیتے کہ بیخود اور بیہوش ہو جاتے تھے اور بیخودی کا یہ عالم تھا کہ یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ ہماری زبانوں سے کیا نکل رہا ہے... اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی...

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

تحقیق تیرا پروردگار ان لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے طرح طرح کے مصائب اور فتنوں کے بعد ہجرت کی اور پھر جہاد کیا اور صبر کیا... ان باتوں کے بعد تیرا رب ان کی مغفرت کرنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے... یہ آیت انہیں حضرات کے بارے میں نازل فرمائی... (سیرت المصطفیٰ)

خوب نفع مند بیع

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو قریش مکہ نے یہ کہا کہ اگر تم اپنا سارا مال و متاع یہاں چھوڑ جاؤ تو ہجرت کر سکتے ہو ورنہ نہیں... حضرت صہیبؓ نے منظور کیا اور دنیا کے ساز و سامان پر لات مار کر ہجرت فرمائی... مدینہ منورہ پہنچے اور آپ کی خدمت میں یہ تمام واقعہ بیان کیا تو آپ نے یہ فرمایا...

ربح البیع صہیب نے اس بیع میں خوب نفع کمایا کہ فانی کو چھوڑ کر باقی کو اختیار کیا اور حق جل شانہ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی...

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله و الله رؤف بالعباد

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اپنی جان کو فروخت کر دیتے ہیں محض اللہ کی رضامندی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بار بار یہ فرمایا...

ربح صهیب ربح صهیب

صہیب نے خوب نفع کمایا... صہیب نے خوب نفع کمایا... (سیرت المصطفیٰ)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

اسلام کے لئے تکالیف

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ چھٹے مسلمان ہیں دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے مشرف باسلام ہوئے ...ام انمار کے غلام تھے....جب آپ اسلام لائے توام انمار نے آپ کو سخت ایذائیں پہنچائیں...(سیرت المصطفیٰ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ تکلیفیں اٹھائیں

ایک مرتبہ حضرت خباب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھایا یہ فرمایا کہ اس مسند کا تم سے زائد کوئی مستحق نہیں مگر بلالؓ ....اس پر خباب نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین بلال بھی مجھ سے زیادہ مستحق نہیں اس لئے کہ ان شدائد و مصائب میں بعض مشرکین مکہ بلال کے تو حامی اور ہمدرد تھے مگر میرا کوئی بھی حامی نہ تھا...ایک روز مشرکین مکہ نے مجھ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر چت لٹایا اور ایک شخص نے میرے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیا تا کہ جنبش نہ کرسکوں اور پھر کرتا اٹھا کر پشت پر برص کے داغ دکھلائے...(سیرت المصطفیٰ)

حضرت خباب بن الارت مسلمان ہوئے تو ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں ایک روز دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا گیا...ایک شخص چھاتی پر پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا کہ کروٹ نہ لے سکیں... یہاں تک کہ کوئلے خون اور چربی سے تر ہو کر ٹھنڈے ہو گئے....مدتوں کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور پیٹھ کھول کر دکھائی جو برص کے داغ کی طرح بالکل سفید تھی...(محمد رسول اللہؐ)

اسلام کے لئے کاروبار کو قربان کرنا

خباب بن الارت فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا..تلواریں بنایا کرتا تھا ایک بار عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی جب قیمت کے تقاضے کے لئے آیا تو عاص بن

وائل نے یہ کہا میں تم کو ایک کوڑی نہ دوں گا... جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو... خباب نے کہا اگر تو مر بھی جائے اور پھر زندہ ہو تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروں گا... عاص نے کہا کہ کیا میں مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جاؤں گا... خبابؓ نے فرمایا... ہاں عاص نے کہا جب خدا مجھ کو موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور اسی طرح مال اور اولاد میرے ساتھ ہو گا تو اس وقت تمہارا قرض ادا کر دوں گا...

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں...

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا کَلَّا ط سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَّنَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَیَاْتِیْنَا فَرْدًا

بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا کہ جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ آخرت میں مجھ کو مال اور اولاد دیئے جائیں گے کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا خدا تعالیٰ سے کوئی عہد کیا ہے... ہرگز نہیں بالکل غلط کہتا ہے جو بھی زبان سے کہتا ہے ہم اس کو لکھ لیتے ہیں تا کہ قیامت کے دن اس پر حجت قائم ہو اور اس پر عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور جس مال و اولاد کو وہ کہتا ہے اس سب کے ہم وارث ہونگے اور وہ ہمارے پاس مال اور اولاد سے خالی ہاتھ آئیگا... (سیرت المصطفیٰ)

حضرت ابوفکیہہ جہنی رضی اللہ عنہ

ابوفکیہہ کنیت ہے یسار نام ہے... کنیت ہی زیادہ مشہور ہیں... صفوان بن امیہ کے غلام تھے... امیہ بن خلف کبھی آپ کے پیر میں رسی باندھوا کر گھسٹواتا اور کبھی لوہے کی بیڑیاں ڈال کر جلتی ہوئی زمین پر الٹا لٹاتا اور پشت پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھوا دیتا... حتیٰ کہ آپ بیہوش ہو جاتے اور کبھی آپ کا گلا گھونٹتا... (سیرت المصطفیٰ)

ایذا رسانی کی انتہا اور آزادی

ایک روز امیہ بن خلف جلتی ہوئی زمین پر لٹا کر آپ کا گلا گھونٹ رہا تھا کہ سامنے سے امیہ بن خلف کا بھائی ابی بن خلف آ گیا... بجائے اس کے وہ سنگدل کچھ رحم کھاتا کہنے لگا... اس کا

گلااور زور سے گھونٹو... چنانچہ اس زور سے گلا گھونٹا کہ لوگ یہ سمجھے کہ دم نکل گیا... حسن اتفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ادھر آ نکلے اور ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا... (سیرت المصطفیٰ)

ہجرت حبشہ

چڑیوں کے بھی گھونسلے ہوتے ہیں جن میں وہ پناہ لیتی ہیں... سانپوں کی بھی بانبیاں ہوتی ہیں... جن میں وہ چھپ کر رگیدنے والوں سے اپنی جان بچاتے ہیں... لیکن دعویٰ زور کو توڑنے کے لئے ستم کے جو پہاڑ غریبوں پر توڑے جا رہے ہیں ان کے پاس تو وہ بھی نہ تھا... ان میں بڑی تعداد ان غلاموں کی تھی جن کا نہ اپنا گھر ہوتا ہے اور نہ در... یا ایسے تھے جو دوسروں کے سہارے زندگی بسر کر رہے تھے... جس پر سہارا ہو جب وہی سہاروں کو ختم کرنے کے در پے ہو جائے تو اب اس کے لئے کہاں پناہ ہے؟ اتنا سرمایہ بھی نہیں تھا کہ عرب کے اس ٹاپو کو چھوڑ کر خدا کی لمبی چوڑی زمین میں کسی اور جگہ اپنے سجدوں کے لئے جگہ پیدا کریں... اف کہ ان کی پیشانیوں کو خدا ہی کی زمین کا اتنا ٹکڑا بھی میسر نہ تھا جس پر وہ اپنی پیشانی اپنے خدا کے آگے رکھ سکیں (النبی الخاتم)

یہ نبوت کے پانچویں سال ہوئی... اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کفار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے... اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کچھ مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی... حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا... اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح رکھا... قریش کے کافروں کو اس سے بہت غصہ آیا... انہوں نے بہت سے لوگوں کو تحفے اور ہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنے پاس نہ رکھے... ان لوگوں نے آ کر جب اپنی غرض بیان کی... نجاشی نے مسلمانوں کو ان لوگوں کے سامنے دربار میں بلا کر ان سے باتیں پوچھیں... حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:... ہم لوگ گمراہ تھے... اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام ان پر نازل فرمایا تو ہم راہ راست پر آئے... وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں... نجاشی نے کہا: جو کلام ان پر نازل ہوا ہے کچھ پڑھ کر سناؤ... انہوں نے سورۃ مریم شروع کی تو وہ بہت متاثر ہوا... مسلمانوں کو تسلی دی اور قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں کو لوٹا دیا... حدیثوں میں ہے کہ یہ بادشاہ مسلمان ہو گئے تھے... (نشر الطیب)

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

اسباب ہجرت

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ دن بدن لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے جاتے ہیں اور روز بروز اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے تو متفقہ طور پر مسلمانوں کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تا کہ کسی طرح دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:...

تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ تم سب کو عنقریب جمع کریگا صحابہ نے عرض کیا کہاں جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک حبش کی طرف اشارہ فرمایا...اور یہ بھی فرمایا کہ وہاں ایک بادشاہ ہے کہ جس کی قلمرو میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کرسکتا اس وقت حضرات صحابہ ظاہری اور جسمانی شدائد اور مصائب سے اکتا کر نہیں بلکہ کفر اور شرک کے فتنہ سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزنوں کی دست برد سے بچانے کے لئے اللہ کی طرف بھاگے تا کہ اطمینان کے ساتھ اپنے اللہ کا نام لے سکیں...(سیرۃ المصطفیٰ)

قریش اور ترقی پذیر قبائل عرب کے پاس نہ فوج تھی نہ پولیس...البتہ معاہدات کا سلسلہ ایسا تھا جو فوج اور پولیس کا کام دیتا تھا...

معاہدہ ایک حصار ہوتا تھا جو جان کا بھی محافظ ہوتا تھا اور مال کا بھی اور ان معاہدات کے ذریعہ طاقت کا بھی توازن قائم رہتا تھا...حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اسی چیز نے بچایا تھا کہ قبیلہ غفار (جس سے قریش کا معاہدہ تھا) اگر بگڑ گیا تو قریش کا اس طرف سے گزرنا اور غلہ برآمد کرنا ناممکن ہو جائے گا...حضرت ابوبکر صدیق...حضرت عبدالرحمٰن بن عوف...حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) خود اپنے طور پر مختلف قبائل سے معاہدے کئے ہوئے تھے...ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست کسی قبیلہ سے معاہدہ کئے ہوئے نہیں تھے مگر ان کی حفاظت کی ذمہ داری خواجہ ابوطالب نے لے رکھی تھی...خواجہ ابوطالب دوسرے قبائل سے معاہدے کئے ہوئے تھے اس بناء پر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خواجہ ابی طالب کی پناہ میں تھے اور خواجہ ابوطالب آپ کی پناہ کے ذمہ دار تھے اسی طرح وہ تمام قبائل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے ذمہ دار تھے جو ابوطالب سے معاہدہ کئے ہوئے تھے...مگر اسلام سے مشرف ہونے والوں میں بڑی تعداد تھی جن کے کسی سے خود اپنے معاہدے نہیں تھے کیونکہ وہ اپنے قبیلوں کے شیوخ اور سربراہ نہیں تھے...سربراہ دوسرے تھے...یہ ان کے تابع تھے...شیوخ اور سربراہوں کے معاہدات کے باعث یہ فائدہ تو تھا کہ غیر قبیلہ کے لوگ ان کو مظالم کا نشانہ نہیں بنا سکتے تھے مگر خود قبیلہ کے لوگوں کی مخالفت سوہان روح تھی...یہ مسلمان ہو گئے تھے مگر جس مقصد سے مسلمان ہوئے تھے وہ حاصل نہیں تھا...یعنی یہ لوگ خداء واحد کی عبادت نہیں کر سکتے تھے چھپ کر قرآن شریف پڑھتے...اگر راز فاش ہو جاتا تو طرح طرح کے ظلم سہنے پڑتے...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذیتیں اور تکلیفیں سہہ رہے تھے...مگر آپ کو اپنی تکلیف کا احساس نہیں تھا...البتہ ان ساتھیوں کی اذیت کا احساس آپ کو بے چین رکھتا تھا...آپ کو معلوم ہوا کہ حبش کا بادشاہ نیک عیسائی ہے اس کی مملکت میں لوگوں کو مذہب کی آزادی ہے لہٰذا آپؐ نے مشورہ دیا کہ جو چاہتے ہوں وہ حبش چلے جائیں (سیرت مبارکہ)

چونکہ اب تک آپ کی پکار کا خیر مقدم کرنے والے وہی لوگ تھے جن میں دنیوی جاہ و حکومت کا غزوہ نہ تھا...معمولی پیشہ ور یا کسی کے غلام یا باندی یا دوسری طرح زیردست ہونے کے سبب ان کے دماغ بڑائی اور کبر وتعالیٰ سے خالی تھے یا آپ کی قوت قدسیہ کے کیمیاوی اثر سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو ادنیٰ ومحقر اور صلاح وفلاح کی تجویز میں دوسرے کے ماتحت ہونے کا محتاج سمجھ گئے تھے اس لئے یہ لوگ اپنے دشمنوں کا کھلم کھلا مقابلہ نہ کر سکتے تھے...نہ اپنی محافظت جان وآبرو پر کماحقہ قادر تھے اور نہ دوسروں کو اپنی پناہ یا ذمہ داری میں لے سکتے تھے......اور یہی بات کہ ایسی خطرناک اور کسمپرسی کی حالت میں انہوں نے خداوندی سفیر کی سفارت کا اقرار کیا اور ان کے کمال ہمت واخلاص پر دلالت کرنے کے علاوہ سفیر کی سچائی کی بھی روشن علامت ہے کہ جس کے پاس ترغیب وترھیب کا کوئی ظاہری سامان مطلق نہ تھا اس نے اپنے اس قدر اور ایسے پختہ معتقدین کس طرح بنائے کہ جنہوں نے اپنی جانوں کو

خطرہ میں ڈالنے کا خوف نہ کیا اور جابر و تند خو آقاؤں اور حکام شہر کے مظالم کا تختہ مشق بننا برابر پسند کرتے رہے... یہاں تک کہ جب انہیں تکالیف اور نا قابل برداشت مصیبتوں میں مہینے اور سال گزر گئے تو وطن چھوڑنا گوارا کیا مگر ایمان چھوڑنا گوارا نہ کیا

الغرض خداوندی سفیر نے جب دیکھا کہ میرے ساتھ مجھ کو سچا ماننے والے مسلمان بھی ایذاؤں کا نشانہ بن گئے اور تکلیفیں سہتے ہوئے ان کو برسہا برس گزر گئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی کہ دین کے ساتھ جان اور آبرو بھی بچاؤ اور وطن میں رہ کر اہل وطن کی مار کی سہار نہیں کر سکتے تو ملک حبش میں چلے جاؤ وہاں کا نصرانی المذہب بادشاہ عادل ورحیم ہونے کے علاوہ رعایا پرور اور مذہبی آزادی دینے میں غیر متعصب ہے...

چنانچہ اسی بیاسی گھر کشتیوں میں بیٹھ کر حبشہ چلے آئے اور اس وطن کو خیر باد کہہ کر جس میں مدتوں رہے سہے تھے محض دین و مذہب کی خاطر بے وطن بنے...(ماہتاب عرب)

پہلی ہجرت کے مہاجرین

ماہ رجب ۵ نبوی میں حضرات ذیل نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی...

مرد

۱- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
۳- حضرت زبیر بن عوامؓ
۴- حضرت ابوحذیفۃ بن عتبہؓ
۵- حضرت مصعب بن عمیرؓ
۶- حضرت ابوسلمۃ بن عبدالاسدؓ
۷- حضرت عثمان بن مظعونؓ
۸- عامر بن ربیعہؓ
۹- حضرت سہیل بن بیضاؓ
۱۰- حضرت ابوسبرۃ بن ابی رہم عامری
۱۱- حضرت حاطب بن عمروؓ

عورتیں

۱- حضرت رقیہؓ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ
۲- سہلہ بنت سہیل ابوحذیفہؓ کی بیوی
۳- ام سلمہ بنت ابی امیہ ابوسلمہؓ کی بیوی جو ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہو کر ام المومنین کے لقب سے ملقب ہوئیں...

۴- لیلیٰ بنت ابی حثمہ عامر بن ربیعہ کی بیوی...

۵- ام کلثوم بنت سہیل بن عمرؓ...ابوسبرۃ کی بیوی (عیون الاثر)

یہ قافلہ ساحل سمندر پر پہنچا...ایک جہاز روانہ ہونے والا تھا...اس میں نہایت سستے محصول پر جگہ مل گئی قریش کو اس قافلہ کی روانگی کا علم ہوا تو ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے دوڑادی...مگر جب وہ ساحل سمندر پر پہنچی تو جہاز روانہ ہو چکا تھا...(محمد میاںؒ)

ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ

اب مشرکین مکہ نے پہلے سے زیادہ ستانا شروع کیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی...اس وقت حضرات ذیل نے ہجرت فرمائی...

مرد

۱-عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲-جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳-عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ
۴-خالد بن سعید بن العاصؓ..عمرو بن سعید کے بھائی
۵-عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
۶-عبیداللہ بن جحش جو حبشہ جا کر نصرانی ہو گئے اور نصرانیت ہی پر مرے
۷-قیس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۸-معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی
۹-عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۱۰-زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۱۱-ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ
۱۲-اسود بن نوفل رضی اللہ عنہ
۱۳-یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہ
۱۴-عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ
۱۵-طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ
۱۶-مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
۱۷-سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ
۱۸-جہم بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۹-عمرو بن جہمؓ...یعنی جہم بن قیس کے بیٹے
۲۰-خزیمہ بن جہم...یعنی جہم کے دوسرے بیٹے
۲۱-ابوالروم بن عمیرؓ یعنی مصعب بن عمیرؓ کے بھائی
۲۲-فراس بن النضر رضی اللہ عنہ
۲۳-عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۲۴-عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۲۵-مطلب بن ازہر
۲۶-عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۲۷-عتبۃ بن مسعودؓ یعنی عبداللہ بن مسعود کے بھائی ۲۸-مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۹-حارث بن خالد رضی اللہ عنہ ۳۰-عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ
۳۱-ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ ۳۲-شماسؓ جن کو عثمان بن عبدالشرید کہتے ہیں
۳۳-ھبار بن سفیان بن عبدالاسدؓ ۳۴-عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ھبار کے بھائی
۳۵-ہشام بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ ۳۶-سلمۃ بن ہشام رضی اللہ عنہ
۳۷-عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ ۳۸-معتب بن عوف رضی اللہ عنہ
۳۹-عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ۴۰-سائب بن عثمانؓ
۴۱-قدامۃ بن مظعون رضی اللہ عنہ ۴۲-عبداللہ بن مظعونؓ...قدامۃ اور عبداللہ
یہ دونوں سائب کے چچا ہیں
۴۳-حاطب بن الحارث رضی اللہ عنہ ۴۴-محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ
۴۵-حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ یعنی حاطب کے دونوں بیٹے
۴۶-خطاب بن الحارث رضی اللہ عنہ یعنی حاطب بن الحارث کے بھائی
۴۷-سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ ۴۸-جابر بن سفیان رضی اللہ عنہ
۴۹-جنادہ بن سفیان رضی اللہ عنہ یعنی سسیان کے بیٹے حسنہ کے بطن سے
۵۰-شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ یعنی جابر اور سفیان کے اخیافی بھائی...
۵۱-عثمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ۵۲-خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ
۵۳-قیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ ۵۴-عبداللہ بن حذافہ سہمی یہ تینوں بھائی ہیں
۵۵-عبداللہ بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ ۵۶-ہشام بن العاص سہمی رضی اللہ عنہ
۵۷-ابوقیس بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ ۵۸-حارث بن الحارث بن قیس سہمی
رضی اللہ عنہ
۵۹-معمر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ ۶۰-بشر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ
۶۱-سعید بن عمرو سہمیؓ بشر بن الحارث کے اخیافی بھائی ۶۲-سعید بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ
۶۳-بشر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ ۶۴-عمیر بن رئاب سہمی رضی اللہ عنہ
۶۵-محمیۃ بن جزء رضی اللہ عنہ ۶۶-معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۶۷-عروۃ بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ ۶۸-عدی بن نضلہ رضی اللہ عنہ

۶۹-نعمان بن عدیؓ یعنی عدی بن نضلہ کے بیٹے ۷۰-عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

۷۱-ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ ۷۲-عبداللہ بن مخزمہ رضی اللہ عنہ

۷۳-عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ۷۴-سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ

۷۵-سکران بن عمروؓ یعنی سلیط کے بھائی ۷۶-مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

۷۷-ابوحاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ ۷۸-سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ

۷۹-ابوعبیدۃ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ ۸۰-سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ

۸۱-عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ۸۲-عیاض بن زہیر رضی اللہ عنہ

۸۳-عمرو بن الحارث بن زہیر رضی اللہ عنہ ۸۴-عثمان بن عبدغنم رضی اللہ عنہ

۸۵-سعد بن عبدقیس رضی اللہ عنہ ۸۶-حارث بن عبدقیس رضی اللہ عنہ

عورتیں

۱-رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲-اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفر کی بیوی جن کے بطن سے عبداللہ بن جعفرؓ حبشہ میں جا کر پیدا ہوئے۔

۳-فاطمہ بنت صفوانؓ زوجہ عمرو بن سعیدؓ ۴-امینہ بنت خلف زوجۂ خالد

۵-ام حبیبہ بنت ابن سفیانؓ زوجہ عبیداللہ بعد وفات عبیداللہ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں... ۶-برکۃ بنت یسارؓ زوجۂ قیس

۷-زوجہ ام حرملہ بنت عبدالاسودؓ ۸-رملہ بنت عوفؓ

۹-ریطہ بنت حارث بن حبلہ جن سے ارض حبشہ میں موسیٰ اور عائشہ اور زینب اور فاطمہ پیدا ہوئے... ۱۰-ام سلمہ جن سے حبشہ میں زینب پیدا ہوئیں جو ابوسلمہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ کہلائیں...

۱۲-بیوی فکیہ بنت یسارؓ ۱۳-حسنۃؓ زوجہ سفیان بن معمرؓ

۱۴-ام کلثوم بنت سہیلؓ ۱۵-سودہ بنت زمعہؓ

۱۶-عمرہ بنت سعدیؓ

سرداروں کی حیلہ جوئیاں اور ناکامیاں

سرداران قریش کا تعاقب

دشمنوں نے یہاں بھی ان کو چین نہ لینے دیا اور مخالفت مذہب کی آگ جنہوں نے خون کا پیاسا بنادیا تھا ان کو حبش میں بھی لے آئی... چنانچہ چند روسائے قریش نے ان کے پیچھے ہی پیچھے حبش میں آکر تحائف و ہدایا کی بدولت شاہ حبش تک رسائی پائی اور نومسلم بے وطنوں کو اپنا بھاگا ہوا غلام اور قومی و ملکی مجرم بتا کر چاہا کہ بادشاہ ان کو اپنے ملک سے اخراج کا حکم دے کر ان کے حوالے کردے... اور پھر ان کو اس بے پناہ جماعت کے ساتھ بدسلوکی کا پورا موقع مل جائے... شاہ حبش چونکہ ایک فہیم اور ذکی شخص تھا اس لئے اس نے سفراء عرب کی درخواست میں ایذاء و فریب کی جھلک محسوس کی اور مال کی رشوت لے کر اس قوم کو جس نے اس کے رحم و شفقت پر نظر کر کے وطن چھوڑ کر حبشہ میں پناہ لی تھی اپنے ملک سے نکالنا اور ان کی امیدوں پر پانی پھیرنا گوارا نہ کیا... لہٰذا درخواست کنندگان قریش کو ترش روئی و غصہ کے ساتھ نامنظوری کا ایسا صاف جواب دے دیا کہ ان کی امید قطع ہوگئی اور بے نیل مرام مکہ واپس ہوئے... (ماہتاب عرب)

نجاشی کے ہاں قریش کی سفارت

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ کرام حبشہ میں جا کر مطمئن ہو گئے اور اطمینان کے ساتھ ارکان اسلام بجالانے لگے... تو مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی اور اس کے تمام ندماء اور مقربین کے لئے تحائف اور ہدایا دیکر اپنا ہم خیال بنالیا... چنانچہ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ یہ دونوں حبشہ پہنچے اول تمام ندماء اور مصاحبین کو نذریں پیش کیں اور یہ بیان کیا کہ ہمارے شہر کے چند سفیہ اور نادان اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارے شہر میں پناہ گزیں ہوئے ہیں... انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارا دین بھی

اختیار نہیں کیا یعنی عیسائی بھی نہیں ہو گئے بلکہ ایک نیا دین اختیار کیا ہے جس سے نہ ہم اور نہ آپ کوئی بھی واقف نہیں... ہماری قوم کے اشراف اور سربرآوردہ لوگوں نے ہم کو بادشاہ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ یہ لوگ ہمارے حوالے کردیئے جائیں... آپ حضرات بادشاہ سے سفارش کیجئے کہ ان لوگوں کو بغیر کسی مکالمہ اور گفتگو کے ہمارے سپرد کردے...

چنانچہ جب یہ لوگ باریاب ہوئے اور تحائف اور ہدایا کی نذر پیش کر کے اپنے مدعا کو پیش کیا تو مقربین اور مصاحبین نے پوری تائید کی کہ یہ لوگ اس وفد کے حوالے کردیئے جائیں جس چیز کا اندیشہ تھا وہی سامنے آئی نجاشی کو غصہ آ گیا اور صاف کہہ دیا کہ میں بغیر دریافت حال اور بدون گفتگو کے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا... یہ کیسے ممکن ہے کہ جو لوگ اپنا وطن چھوڑ کر میرے قلمرو میں آ ٹھہرے ہیں ان کو بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے ان کے مخالفوں کے حوالے کردوں اور ایک آدمی صحابہ کے بلانے کے لئے روانہ کیا... (سیرۃ المصطفیٰ)

دربار نجاشی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی آمد

قاصد صحابہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیام پہنچایا... اس وقت صحابہؓ میں سے کسی نے یہ کہا کہ دربار میں پہنچ کر کیا کہو گے (یعنی بادشاہ تو عیسائی ہے اور ہم مسلمان ہیں بہت سے عقائد میں اس کے خلاف ہیں) صحابہ نے کہا کہ ہم دربار میں وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہم کو سکھایا اور بتایا ہے جو کچھ بھی ہو اس سے سر مو تجاوز نہ کریں گے... صحابہ دربار میں پہنچے اور صرف سلام پر اکتفا کیا... بادشاہ کو سجدہ کسی نے نہ کیا... شاہی مقربین کو مسلمانوں کا یہ طرز عمل بہت گراں گزرا چنانچہ اسی وقت ندماء اور مصاحبین مسلمانوں سے سوال کر بیٹھے کہ آپ لوگوں نے شاہ ذی جاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا اور ایک روایت میں ہے بادشاہ نے خود بھی سوال کیا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا... جعفرؓ نے کہا کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اس نے ہم کو یہی حکم دیا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں... مسلمانوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح سلام کرتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو اسی طرح سلام کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ اہل جنت بھی اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کریں گے...
رہا سجدہ تو اللہ کی پناہ کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کریں اور تم کو اللہ کے برابر گردانیں...

کیا ہم کسی کے غلام ہیں؟

حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا... کہ میں ان لوگوں سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں آپ ان سے جواب طلب فرمائیں... کیا ہم کسی کے غلام ہیں جو اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہیں... اگر ایسا ہے تو بیشک ہم لائق واپسی ہیں...

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ لوگ کسی کے غلام ہیں... عمرو بن العاص نے کہا کہ بل احرار کرام.. غلام نہیں بلکہ آزاد اور شریف ہیں...(سیرۃ المصطفیٰ)

کیا ہم نے کسی کا خون کیا ہے؟

حضرت جعفر نے نجاشی سے کہا کہ آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کہ کیا ہم کسی کا خون کر کے آئے ہیں... اگر ہم کسی کا ناحق خون کر کے آئے ہیں تو آپ بلا تامل ہم کو اولیاء مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیجئے...

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا...

هل اهرقوا دما بغير حقه کیا یہ لوگ کوئی ناحق خون کر کے آئے ہیں...

عمرو بن العاص نے کہا لاقطرة من دم:... خون کا ایک قطرہ بھی نہیں...(سیرۃ المصطفیٰ)

کیا ہم کسی کا مال لے کر بھاگے ہیں؟

حضرت جعفر نے نجاشی سے کہا آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں... کیا ہم کسی کا کچھ مال لیکر بھاگے ہیں اگر بالفرض ہم کسی کا مال لیکر آئے ہیں تو ہم اسکو ادا کرنے کیلئے تیار ہیں...

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا... اگر یہ لوگ کسی کا مال لے کر آئے ہیں تو میں اس کا کفیل اور ضامن اور اس کے تاوان کا ذمہ دار ہوں... عمرو بن العاص نے کہا:...

ولا قيراط یہ لوگ تو کسی کا ایک قیراط یعنی ایک پیسہ بھی لیکر نہیں آئے...

نجاشی نے وفد قریش سے مخاطب ہو کر کہا پھر کس چیز کا مطالبہ ہے(سیرۃ المصطفیٰ)

فرد جرم

عمرو بن العاص نے کہا کہ ہم اور یہ ایک دین پر تھے ہم اسی دین پر قائم رہے اور ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک نیا دین اختیار کرلیا...

نجاشی نے صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس دین کو تم نے چھوڑا اور جس دین کو تم نے اختیار کیا وہ کیا دین ہے...(سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زبانی اسلام کا تعارف

حضرت جعفر بن ابی طالب نے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی وہ تمام مورخین نے نقل کی ہے اس کا اردو پیرہن یہ ہے...

بادشاہ عالیجاہ: یہ درست ہے... ہماری قوم بت پرست ہے... جاہل ہے... اس کو حلال حرام کی تمیز نہیں... مردار کھا جاتی ہے... بدکاریاں کرتی ہے... ہمسایوں کو ستاتی ہے... بھائی بھائی پر ظلم کرتا ہے... لڑکیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا ہے... جو برائی ہوسکتی ہے وہ سب ہمارے معاشرہ (سماج) میں موجود ہے... اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہم میں ایک شخص پیدا ہوا... عمر کے چالیس سال اس نے ہمارے بیچ میں رہ کر اس طرح گزارے کہ پوری قوم اس کی شرافت کی قائل ہوگئی... اس کی صداقت اور سچائی سے یہاں تک متاثر ہوئی کہ اس کو الصادق اور الامین کہنے لگی... اس نے بتایا کہ خدا نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور خدا کا حکم یہ ہے کہ صرف خداء واحد کی عبادت کرو... بت پرستی چھوڑ دو... خدا کے سوا کسی کے سامنے ماتھا مت ٹیکو... کسی کو ناحق نہ ستاؤ... کمزوروں کی مدد کرو... غریبوں پر رحم کرو... خلق خدا کی خدمت کرو... رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو... ایک دوسرے سے محبت کرو... آپس میں شفقت اور مہربانی سے کام لو... سچائی اختیار کرو... بری باتیں چھوڑ دو... نیک اور دیانتدار بن جاؤ... اے بادشاہ ہمیں یہ باتیں اچھی معلوم ہوئیں ہم نے اس کا دامن سنبھال لیا ہے اور اس کے کہنے پر عمل شروع کردیا ہے...(محمد میاںؒ)

حضرت جعفر نے اس کے علاوہ اور بھی تعلیمات اسلام کا ذکر کرکے فرمایا پس ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ منجانب اللہ لیکر آئے اس کا اتباع اور پیروی کی...

چنانچہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں...اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے...حلال چیزوں کو کرتے ہیں اور حرام چیزوں سے بچتے ہیں محض اس پر ہماری قوم نے ہم کو طرح طرح سے ستایا اور قسم قسم کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ ہم ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر گذشتہ بے حیائیوں میں پھر مبتلا ہو جائیں...جب ہم ان کے مظالم سے تنگ آ گئے اور اپنے دین پر چلنا اور ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرنا دشوار ہو گیا تب ہم نے اپنا وطن چھوڑا اور اس امید پر کہ آپ ظلم نہ کریں گے...آپ کی ہمسائیگی کو سب پر ترجیح دی...نجاشی نے کہا کیا تم کو اس کلام میں سے کچھ یاد ہے جو تمہارے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے ہیں...حضرت جعفر نے فرمایا ہاں نجاشی نے کہا کہ اچھا اس میں سے کچھ پڑھ کر مجھ کو سناؤ...حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا... بادشاہ اور تمام درباریوں کے آنسو نکل آئے اور روتے روتے بادشاہ کی داڑھی تر ہو گئی...(سیرۃ المصطفیٰ)

قریش کے سفیروں کی شرارت

سفارت قریش کے ارکان نے دیکھا کہ بادشاہ حضرت جعفر کی تقریر سے متاثر ہو رہا ہے تو انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کیجئے...یہ کچھ اور کہتے ہیں اور عیسائیوں کی تردید کرتے ہیں...(سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت عیسیٰ کا قرآنی تعارف اور نجاشی کا اطمینان

بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کا پورا رکوع پڑھ کر سنا دیا...جس میں حضرت مریم کی پاکدامنی بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں...جن کو اللہ تعالیٰ نے معجزے عطا فرمائے تھے...اور پہلا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے گہوارے ہی میں بولنا شروع کر دیا تھا...(سیرت مبارکہ)

بادشاہ نے پادریوں کو خطاب کر کے کہا کہ میرا یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اس سے ایک تنکہ کے برابر بھی زیادہ نہیں ہے جو انہوں نے قرآن شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے...(محمد میاںؒ) اس پر درباریوں نے بہت ناک بھوں چڑھائے مگر نجاشی نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور صاف کہہ دیا کہ تم کتنا ہی ناک بھوں چڑھاؤ

مگر حقیقت یہی ہے... جب حضرت جعفرؓ تلاوت ختم فرما چکے تو نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں... (سیرۃ المصطفیٰ)

بادشاہ کا فیصلہ اور قریش کی سفارت کی ناکامی

پھر قریش کے سفیروں سے کہہ دیا کہ یہ لوگ آپ کے غلام نہیں ہیں... آپ کے مقروض نہیں ہیں... پھر ان کو آپ کے حوالے کیوں کیا جائے... مسلمانوں سے کہا کہ وہ اس کی مملکت میں اطمینان سے رہیں... (سیرت مبارکہ)

ایک سونے کا پہاڑ لے کر بھی تم کو ستانا پسند نہیں کرتا... اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف اور ہدایا واپس کر دیئے جائیں... مجھ کو ان کے نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں... واللہ خدا نے میرا ملک اور میری سلطنت بغیر رشوت کے مجھ کو دلائی... لہٰذا میں تم سے رشوت لے کر ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کروں گا... دربار ختم ہوا اور مسلمان نہایت شاداں و فرحاں اور قریش کا وفد نہایت ذلت وندامت کے ساتھ باہر نکلا... (سیرۃ المصطفیٰ)

مسلمانوں کا تا واپسی اطمینان سے رہنا

نجاشی کے اس اعلان کے بعد مہاجرین اطمینان کے ساتھ حبش میں مقیم رہے... جب رسول اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اکثر لوگ تو خبر سنتے ہی حبشہ سے مدینہ واپس آ گئے جن میں چوبیس آدمی غزوہ بدر میں شریک ہوئے باقی ماندہ لوگ حضرت جعفرؓ کی معیت میں ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے... (سیرۃ المصطفیٰ)

واپسی کے وقت نجاشی کی درخواست دعا

حضرت جعفر اور ان کے رفقاء نے جب حبشہ سے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو نجاشی نے سب کا سفر خرچ اور زادراہ دیا اور مزید برآں کچھ ہدایا اور تحائف بھی دیئے اور ایک قاصد ہمراہ کیا اور یہ کہا کہ میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے استغفار یعنی دعا مغفرت فرمائیں... (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی واپسی

حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے روانہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں پہنچے آپ نے مجھ کو گلے لگالیا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں فتح خیبر سے زیادہ مسرور ہوں یا جعفرؓ کے آنے سے پھر آپ بیٹھ گئے نجاشی کے قاصد نے کھڑے ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہؐ) یہ جعفر آپ کے سامنے موجود ہیں آپ ان سے دریافت فرمالیں کہ ہمارے بادشاہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے... حضرت جعفرؓ نے کہا بے شک نجاشی نے ہمارے ساتھ ایسا اور ایسا معاملہ کیا... یہاں تک کہ چلتے وقت ہم کو سواری دی اور توشہ دیا اور ہماری امداد کی اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دی کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں آپؐ اسی وقت اٹھے اور وضو کیا اور تین بار یہ دعا فرمائی...

اللھم اغفر للنجاشی اے اللہ تو نجاشی کی مغفرت فرما...

اور سب مسلمانوں نے آمین کہا... حضرت جعفر کہتے ہیں میں نے قاصد سے کہہ دیا کہ جب تم واپس جاؤ تو جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے دیکھا ہے وہ جا کر بادشاہ سے بیان کر دینا... (سیرۃ المصطفیٰ)

زادالمعاد میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرمانے کی خبر ان لوگوں کو پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ سے لوٹ آئے... سات تو مکہ میں روک لئے گئے اور باقی مدینہ پہنچ گئے اور بقیہ نے کشتی کے راستہ غزوہ خیبر کے سال مدینہ میں ہجرت کی... ان لوگوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے اصحاب الہجرتین کہتے ہیں... (نشر الطیب)

خوش نصیب صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

(وہ خوش نصیب صحابی جن کی قبر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور فرمایا: اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا!) ایک یتیم بچہ تھا... اس کا نام عبداللہ تھا... چچا نے پرورش کی تھی... جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ بکریاں غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی تھی... عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں

توحید کا شوق پیدا ہوا لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا... جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے تو عبداللہ نے چچا سے کہا... پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں؟ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے... میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا مجھے اجازت دیجئے کہ میں مسلمان ہو جاؤں......

چچا نے جواب دیا:... دیکھ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا......

عبداللہ نے جواب دیا... چچا جان! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع قبول کروں گا... شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں... اب جو آپ کا منشاء ہے کیجئے اور جو کچھ میرے قبضہ میں زر و مال وغیرہ ہے سب کچھ سنبھال لیجئے... میں جانتا ہوں کہ ان چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا......

عبداللہ نے یہ کہہ کر کپڑے اُتار دیئے اور ماں کے سامنے گئے... ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا! عبداللہ نے کہا... میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں... ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے... مہربانی کر کے دے دیجئے...... ماں نے ایک کمبل دے دیا... عبداللہ نے کمبل پھاڑا... آدھے کا تہبند بنا لیا... آدھا اوپر کر لیا اور مدینہ کو روانہ ہو گیا... علی الصبح مسجد نبوی میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے... فقیر و مسافر ہوں... عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر درِ دولت آ پہنچا ہوں...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا نام عبداللہ ہے...... ذُوالبِجَادَیْن... لقب ہے... تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو...... عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا...

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں

اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... عمر! اسے کچھ نہ کہو یہ تو خدا اور رسول کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے......

عبداللہ کے سامنے غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے... عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! دعا فرمائیے کہ میں بھی راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... جاؤ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ... عبداللہ لے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبانِ مبارک سے فرمایا:... الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں...... عبداللہ نے کہا ... یا رسول اللہ! میں تو شہادت کا طالب ہوں...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... جب اللہ کے راستے میں نکلو اور پھر بخار آئے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے......

تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ بخار چڑھا اور انتقال کر گئے... بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے... رات کا وقت تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا... حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرما رہے تھے... اپنے بھائی کو مجھ سے قریب کرو... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا:... اے اللہ! میں ان سے راضی ہوا تو بھی ان سے راضی ہو جا...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کاش! اس قبر میں میں دفن کیا جاتا... (مدارج النبوۃ مترجم: ۲/۹۰...۹۱... ابن ہشام: ۲/۵۲۷...۵۲۸)

آیئے! اصلاح معاشرہ کیلئے قدم بڑھایئے

قارئین محترم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر! امید ہے کہ آپ نے عمل کی مبارک نیت سے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیا ہوگا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ادارہ کی روز اول سے کوشش رہی ہے کہ اپنے تمام کرم فرما قارئین تک اسلاف واکابر کی مستند کتب مناسب نرخ پر پہنچائی جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمیں آپ کی طرف سے موصول تنقید برائے اصلاح پر خوشی ہوگی اوراس کیلئے ادارہ آپ کی قیمتی رائے، مشورہ اور مفید بات کو فی الفور قابل عمل سمجھے گا۔ یقیناً کتب دینیہ کو بہتر انداز میں اشاعت کیلئے آپ ہمارے معاون ثابت ہوں گے۔ امید ہے کہ جس جذبہ کے تحت یہ گذارش کی جارہی ہے آپ تمام قارئین وقاریات اس پر عملی قدم اٹھاتے ہوئے ہمیں ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جوابات سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

☆ آپ کو اس کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟........................

☆ کیا آپ نے مطالعہ کے دوران کوئی حل طلب بات دیکھی تو آپ نے اسے سمجھنے کیلئے اپنے کسی قریبی مفتی صاحبان یا علماء کرام سے رجوع کیا؟..........................

☆ اگر آپ یہ مفید کتاب اپنے دوست احباب، مسجد لائبریری، سکول وکالج کیلئے بہترین تحفہ سمجھتے ہیں تو ان تک پہنچانے کیلئے آپ نے کیا کوشش کی؟

☆ کیا آپ اس کتاب کو دیگر رشتہ داروں تک پہنچا کر فریضہ تبلیغ ادا کر سکتے ہیں؟ جبکہ یہ کتاب آپ کی طرف سے بہترین ہدیہ ہوگا جسے آپ کی پُر خلوص محبت کی علامت سمجھا جائے گا اس سلسلہ میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟..........................

☆ اس کتاب کو پڑھ کر آپ نے کیا علمی واصلاحی فائدہ محسوس کیا؟..........................

☆ کیا آپ اس کتاب کے مصنف / مرتب / ناشر اور تمام مؤمنین ومؤمنات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں؟..........................

دوران مطالعہ اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو ذیل کے چارٹ میں تحریر کرکے ادارہ کے ایڈریس پر روانہ فرمادیں آپ کی یہ کاوش صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	وضاحت

آپ کا ذاتی ایڈریس..
....
مطالعہ کی جانیوالی کتاب کا نام..
....
آپ کا رابطہ نمبر فون/موبائل...
....

اصلاح معاشرہ کیلئے علم وعمل کی روشنی پھیلانے میں ہمارے معاون بنئے
ہمت کیجئے...اپنی نیک دعاؤں اور مفید مشوروں کے ذریعے ادارہ سے تعاون کیجئے
صرف فون کیجئے اور گھر بیٹھے تمام دینی کتب بذریعہ ڈاک حاصل کیجئے

خط کتابت کے لئے ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061) 4540513 4519240
0322-6180738
Email:taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com
info@mahasineislam.com www.mahasineislam.com

علماء خطباء واعظین و مبلغین کیلئے نعمتِ عظمیٰ

سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اکابر اہل اللہ کے
عام فہم مؤثر خطبات جو دل میں حقیقی محبتِ رسول
اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار کرتے ہیں

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 061-4519240-0322-6180738

معافی... درگزر اور صبر و تحمل
کے واقعات کی روشنی میں
مزاجِ نبوی ﷺ
علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اور مخالفین اور
جانی دشمنوں کیساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے؟ مسلمان کو حقیقی سکون اسی وقت ممکن ہے
جب وہ مزاج نبوی کو پڑھے اور سمجھے اور اپنی عملی زندگی کو اس کے تابع کرے
یہ کتاب آپ کو اسی کی رہنمائی کرے گی
ازافادات
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی
حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ
و دیگر اکابرین
جمع و ترتیب
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر ماہنامہ "محاسنِ اسلام" ملتان
ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان